انسانی معاشرہ میں ادب واحترام کی ضرورت واہمیت

اسلامی تاریخ سے ادب واحترام پر مبنی سینکڑوں دلچسپ اور اصلاح آموز واقعات

تقریظ

حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ

استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

جمع و ترتیب

محمد اسحٰق ملتانی

مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان

مجموعہ افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ

ودیگر اکابرین

ادارہ تالیفات اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
عمل کی نیت سے مطالعہ کریں
صاحبِ کتاب کو تین مرتبہ سورۃ اخلاص
پڑھ کر ایصالِ ثواب کر دیں
اس سے ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا
کسی جگہ اشکال ہو تو نشان لگائیں
اور پھر قریبی اہلِ علم سے رجوع کر لیں
حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کا ارشاد
میرے نزدیک نیک صحبت اس دور میں فرضِ عین ہے
مستند دینی کتب کا مطالعہ نیک صحبت کا بدل ہے
اللہ جل شانہ
یا ربِّ صلِّ وسلِّم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم
04-2016
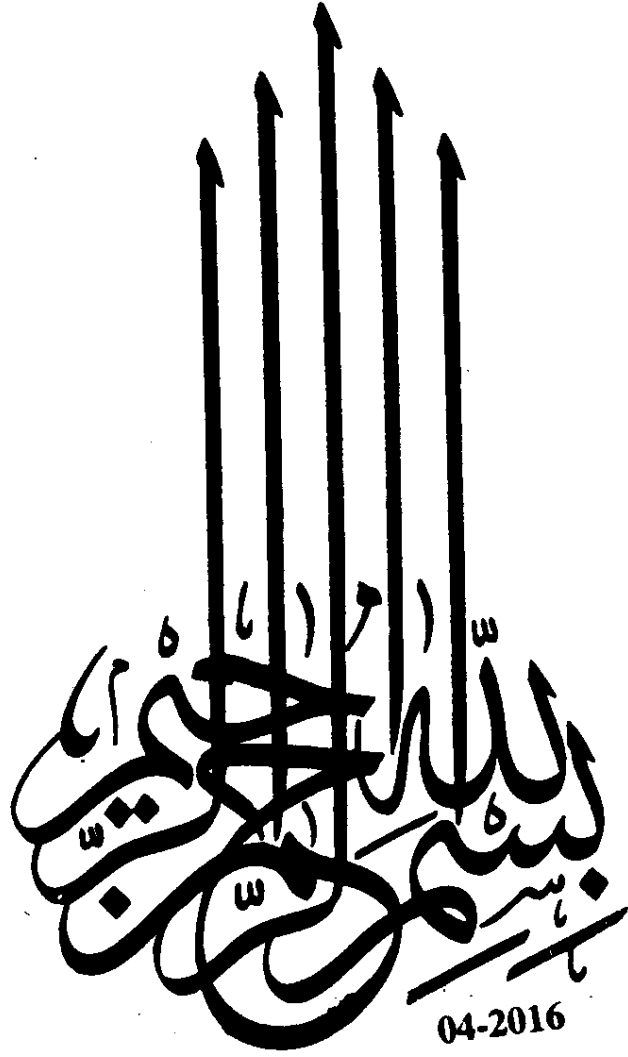
ادب کے
حیرت انگیز واقعات

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ
الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

هدیۂ محبّت

بخدمت جناب..

....

....

....

نوٹ:۔ دوست احباب کو ہدیہ کر کے اپنے لئے صدقہ جاریہ بنایئے

دین سارا کا سارا ادب ہے — باادب بانصیب

انسانی معاشرہ میں ادب واحترام کی ضرورت واہمیت
اسلامی تاریخ سے ادب واحترام پر مبنی سینکڑوں دلچسپ اور اصلاح آموز واقعات

تقریظ
حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ
استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

جمع و ترتیب
محمد اسحٰق ملتانی
مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان

مجموعہ افادات
حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ
حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ
و دیگر اکابرین

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240)

تاریخ اشاعت............. ربیع الاوّل ۱۴۳۶ھ

ناشر............................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت.................. سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

قانونی مشیر

محمد اکبر ساجد

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان)

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ.... چوک فوارہ.... ملتان

مکتبہ سید احمد شہید........اردو بازار.........لاہور　　دارالاشاعت........اُردو بازار..........کراچی

مکتبہ علمیہ...............اکوڑہ خٹک.........پشاور　　مکتبہ رشیدیہ.......سرکی روڈ......کوئٹہ

اسلامی کتاب گھر.......خیابان سرسید.....راولپنڈی　　مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K　119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE　BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

پہلے مجھے پڑھیے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِحَضْرَةِ الْجَلَالَةِ وَالنَّعْتُ لِخَاتَمِ الرِّسَالَةِ

امابعد! دین کا مرکز ومحور صبر وشکر کو بھی قرار دیا جاسکتا ہے.... مکمل دین کا مرکز علم حدود وادائے حقوق کو بھی مانا جاسکتا ہے.... اسی طرح دین کا مدار جس اہم چیز پر رکھا جاسکتا ہے.... اس میں ایک بنیادی چیز "ادب" بھی ہے کہ پورا دین اور اس کے جملہ احکام ادب ہی کے گرد گھومتے ہیں اور ہر چیز میں حسن وکمال کے لیے ادب کو وہی حیثیت حاصل ہے.... جو جسم انسانی میں ریڑھ کی ہڈی کی ہے...

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معجزانہ ارشاد کے مطابق کس قدر جامع و کامل بات ارشاد فرمائی کہ "الدین کله ادب" کہ دین سارا کا سارا ادب ہی ہے... اللہ تعالیٰ کا ادب، قرآن کریم کا ادب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب، دین کے احکام کا ادب واحترام، انسانیت کا ادب، والدین واساتذہ کرام کا ادب...

الغرض دین اسلام کی مکمل عمارت جن چند بنیادی ستونوں پر استوار ہے ان میں ایک اہم ستون "ادب" ہے...

ہمارے معاشرہ میں ادب کا مفہوم محدود معنی میں لیا جاتا ہے جبکہ ادب کی حقیقت راحت رسانی ہے نہ کہ ظاہری تعظیم وتوقیر، حقیقی ادب وہی ہے جو ہمیں دین نے سکھایا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم واسلاف واکابر کی درخشاں زندگیوں میں نظر آتا ہے... افسوس کہ آج ہم اس حقیقی ادب سے ناآشنا اور عملی طور پر محروم ہیں...

دورِ حاضر جن شرور وفتن کے ساتھ قربِ قیامت کی منازل طے کررہا ہے ان میں سے ایک حقیقی ادب کا فقدان اور بے ادبی، بے احترامی اور گستاخیوں کی بہتات ہے...کہیں قرآن کریم سے متعلق بے ادبی ہے....کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی وبے ادبی کا ارتکاب کیا جاتا ہے...کہیں اسلاف اُمت (جو ہمارے محسنین ہیں ان) کی شان میں نازیبا کلمات کہتے جاتے ہیں اور کہیں دین اسلام کے قلعہ کو بے ادبیوں کی کلہاڑیوں کے وار سے کمزور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے...

بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر رحم اسلام کا وہ زریں اُصول ہے جو ادب کی تعلیم میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے جس کی روشنی میں بہت کچھ سیکھا جاسکتا ہے...ادب دین ودُنیا کی جملہ خیر وبرکات کا ذریعہ ہے تو بے ادبی وگستاخی ہر شقاوت وبدبختی کی کنجی ہے جو ہر قسم کے مصائب ومشکلات اور محرومیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے...اس لیے جس قدر ادب کے اہتمام کی ضرورت ہے اس سے کہیں زیادہ ہر قسم کی بے ادبی و گستاخی سے بچنے کی ضرورت ہے...نماز کے بعد تین مرتبہ استغفر اللہ کہنے کی تعلیم بھی ہمیں یہی سبق دیتی ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد جہاں اس کی قبولیت کا اُمیدوار رہا جائے وہاں اپنی کمی کوتاہی یا بے ادبی کی وجہ سے عدم قبولیت کا خوف بھی دامن گیر رہے کہ کہیں میری نماز غیر مقبول ہوکر خسارہ کا مؤجب نہ بن جائے...

زیرنظر کتاب ''ادب کے حیرت انگیز واقعات'' حقیقی ادب سے روشناس کرانے والے مضامین پر مشتمل ہونے کے ساتھ تاریخ اسلام سے ادب پر مبنی واقعات کا مجموعہ ہے...

ہمارے اکابر ہر قدم پر ادب کا خیال رکھتے تھے اور نہایت باریک بینی اور دور اندیشی کے ساتھ ہر قسم کی بے ادبی سے بچنے کا اہتمام فرماتے...شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ ایک مرتبہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں ایسے وقت

بلکہ دروازہ بند ہو چکا تھا...
آداب کی رعایت کرتے ہوئے خانقاہ کے باہر ہی رات بسر کی، صبح
نوی رحمہ اللہ نماز کے لیے تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت مدنی رحمہ
ہر ہی رونق افروز ہیں... صورتحال معلوم ہونے پر حضرت نے فرمایا یہ
لیلئے ہیں کہ دروازہ بند ہونے کے بعد کھولنے کی اجازت نہیں... لیکن
ا گھر حاضر تھا، آپ وہاں تشریف لے آتے... سبحان اللہ! دونوں

لرح حسن ادب کا معاملہ تھے...
بن حضرت مولانا بدر عالم مہاجر مدنی رحمہ اللہ مسجد نبوی شریف میں
ا کرتے تھے لیکن کچھ عرصہ بعد یہ مبارک درس محض اس خیال سے ترک
عدیث شریف کی بیان کردہ تشریح حدیث کے خلاف نہ ہو...
اکابر میں سے ایک بزرگ نے مسجد نبوی (علی صاحبہا الف الف تحیۃ
سے فون نمبر مانگا تو وہ شخص انگریزی میں نمبر بتانے لگے... بزرگ نے
ب کی وجہ سے تنبیہ فرمائی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں
دشمنوں کی زبان استعمال کررہے ہو... اگرچہ ایسا کرنے میں شرعاً کوئی
بات کمالِ ادب کی ہے...
تاد حضرت قاری رحیم بخش صاحب پانی پتی رحمہ اللہ میں اساتذہ
ں قدر ادب واحترام تھا... کہ حضرت کے دادا استاد حضرت قاری محی
نی پتی رحمہ اللہ کے ایک عزیز جو کہ راولپنڈی میں رہتے تھے...
ری صاحب رحمہ اللہ محض نسبتِ اور استادزادے ہونے کی وجہ سے
احترام کا معاملہ فرماتے... حتیٰ کہ ایک مرتبہ خود اپنے ہاتھوں سے ان
ں کے تسمے باندھے اور ان کے شدید انکار پر بھی خود کو اس خدمت و

ادب سے محروم نہ فرمایا

اسی کمال ادب نے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے فیض کو چہار دانگ عالم میں پھیلا دیا...

ہمارے اکابر کے اس طرح کے بیسیوں واقعات آپ کو اس کتاب میں ملیں گے اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو شرف قبول نصیب فرمائے اور ہم سب کو باادب بننے کی توفیق عطا فرمائے کہ باادب بانصیب...اور ہم سب کو تمام ظاہری و باطنی بے ادبیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے...آمین

والسلام

محمد اسحٰق غفرلہ

عشرہ اوّل ربیع الاوّل ۱۴۳۶ھ

بمطابق جنوری 2015ء

تاثرات

حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ

(استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ومدیر ماہنامہ الخیر ملتان)

اللہ تعالیٰ ہمیں باادب بنائیں!

الحمد للہ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد! یہ دور بے ادبی، بے ہودگی اور گستاخی کا دور ہے، ہر شخص جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتا ہے، اس بات کی فکر اور لحاظ نہیں کہ زبان سے نکلنے والے ہر ہر لفظ پر محاسبہ ہوتا ہے۔ بالخصوص اولیاء کرام، اہل علم ونسبت اور دینی کاموں میں مشغول حضرات کا ادب و لحاظ زیادہ ضروری اور اُن کے بارے میں لب کشائی زیادہ احتیاط کی متقاضی ہے۔

مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال بڑے تھے، کسی نے سوال کیا تھا کہ آپ بڑے ہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم؟ سیدھا سادا سوال تھا، سائل کا منشاء عمر کے بارے ہی میں پوچھنا تھا مگر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ادب کا پہلو اختیار کرتے ہوئے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں اور عمر میری زیادہ ہے۔ ”ھو اکبر منّی وانا اسن“

مسلم شریف ہی میں روایت ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”وافقت ربی فی ثلاثٍ“ تین باتوں میں میں نے اپنے رب سے موافقت کی۔ یہ اُن تین باتوں کی طرف اشارہ تھا جن میں قرآن کریم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوا۔ اس لیے واقعاتی تعبیر یہ تھی کہ یہ

فرماتے کہ تین باتوں میں قرآن کریم میری رائے کے موافق نازل ہوا۔ لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ادب کا پیرایہ اختیار کرتے ہوئے تعبیر بدل دی اور فرمایا: ''میں نے اپنے رب سے موافقت کی۔''

حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت میں یہ واقعہ موجود ہے کہ آپ رحمہ اللہ ایک مرتبہ دریا کے کنارے پر وضو فرمارہے تھے، آپ کے دائیں طرف ایک نوجوان وضو کررہا تھا، اس کا استعمال شدہ پانی امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرف آرہا تھا، وہ نوجوان وہاں سے اُٹھا اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کی بائیں طرف آکر وضو کرنے لگا۔ اس نوجوان کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں اُسے دیکھا کہ وہ جنت میں ہے۔ پوچھا کہ کیسے مغفرت ہوئی؟ اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے ادب کی وجہ سے معاف فرمادیا ہے۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ کے مدیر حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب زید مجدہم نے ''ادب کے حیرت انگیز واقعات'' جمع فرما کر ہم سب کو اپنے معمولات و معاملات میں خوش خلقی اور دوسروں کے ادب و احترام کا درس دیا ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ ''تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبوی اخلاق وعادات نصیب فرمائیں اور ہم سب کو باادب بنائیں۔ آمین

محمد ازہر

مدیر الخیر جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۲ ربیع الاوّل ۱۴۳۶ھ

اجمالی تعارف

ان مضامین و واقعات کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے.....
جن کا مختصر تعارف و تفصیل یہ ہے...

بابِ اوّل: ادب اور اس کے تقاضے

اس باب میں ادب کے متعلق بنیادی و تمہیدی مضامین دیئے گئے ہیں... باہمی اختلاف کے باوجود ادب اور دوسروں کا احترام کس قدر ضروری ہے اس بارے میں سیر حاصل بحث دی گئی ہے... ادب کا تقاضا کیا ہے، ادب اور حکم میں تعارض و تقابل کے وقت کیا کیا جائے، اس بارے میں رہنمائی کی گئی ہے...

بابِ دوم: واقعاتِ اسلاف

اس باب میں خیر القرون کے مبارک دور کے واقعات جمع کیے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں کس طرح حقیقی ادب پر مبنی تھیں اور وہ کس طرح قدم قدم پر ادب کا کس باریک بینی سے اہتمام فرمایا کرتے تھے... اسی باب میں اسلافِ اُمت کے واقعات بھی دیدیئے گئے ہیں...

بابِ سوم: تعلیماتِ حکیم الامت رحمہ اللہ

اس میں ادب کی حقیقت اور اس کے تقاضوں کے بارے میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خطبات و ملفوظات سے گراں قدر اہم معلومات و

ارشادات دیئے گئے ہیں جن کا مطالعہ ادب سے متعلق اہم معلومات کا خزینہ ہے اور نہایت بصیرت افروز ہے...

باب چہارم: اکابر کے واقعات

اس باب میں برصغیر کے اکابر اہل علم وفضل اور حضرات مشائخ عظام کے حقیقی ادب پر مبنی سینکڑوں واقعات دیئے گئے ہیں جو ان کے باادب ہونے کی واضح دلیل بھی ہیں اور ہم اصاغر کے لیے بہترین راہ عمل بھی...

گویا یہ باب کتاب کا مرکزی باب ہے جس کا مطالعہ ادب کے قرینے سکھانے میں نہایت نافع ہے...

اسی باب میں مدینہ منورہ کے ادب واحترام سے متعلق اکابر کے واقعات بھی دیئے گئے ہیں... نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات سے متعلق حکیم الامت رحمہ اللہ کی معتدل تعلیمات بھی دی گئی ہیں...

باب پنجم: بے ادبی وگستاخی کا انجام

اس آخری باب میں تصویر کا دوسرا رُخ دکھانے کے لیے بے ادبی کی نحوست اور گستاخی کرنے پر عبرتناک سزا کے واقعات جمع کیے گئے ہیں تا کہ معاملہ کی نزاکت کا اندازہ ہو سکے اور ہم سب ہر قسم کی بے ادبی و گستاخی سے بچنے کا اہتمام کریں...

فہرست عنوانات

باب اول...ادب......اور اس کے تقاضے	
سلف صالحین کے اخلاق میں ادب کا مقام	۳۵
ادب اور اس کی تفصیلات	۳۷
سب سے زیادہ نافع ادب	۳۸
اللہ تعالیٰ کا ادب	۳۸
مشائخ کا ادب	۳۸
چھوٹوں کا ادب اور تربیت کا طریقہ	۴۰
عارفین کا ادب	۴۱
ہر مسلمان کا ادب	۴۱
نفس کا ادب	۴۱
شیطان کا ادب	۴۱
ناشکری کا وبال	۴۱
ادب کی حقیقت	۴۳
ادب کا مدار	۴۳
علم نافع حاصل کرنے کے دو گُر	۴۳
اولاد کو ادب سکھلانا	۴۳

ادب اور اختلاف رائے	
شعائر اللہ کا ادب	۴۴
غیر اختیاری کمالات کا ادب	۴۶
نسبت کا ادب	۴۷
حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا سبق آموز واقعہ	۴۸
ادب میں محتملات کا لحاظ	۵۲
حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا غایت درجہ ادب	۵۴
اختلاف رائے	۵۵
گستاخی جہالت کی علامت ہے	۵۷
کفر کا فتویٰ لگانے والوں کیساتھ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا سلوک	۵۸
بے ادبی کی وجہ سے علمی فیض سے محرومی	۶۰
حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے ادب کا واقعہ	۶۰
ادب سے غفلت برتنے کا نتیجہ	۶۰
سد ذرائع اور اس کی امثلہ	۶۱
عبادات کے وسائل بھی عبادت ہیں	۶۳
اہل اللہ کو نیکی کی حرص	۶۳
امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا واقعہ	۶۳
ائمہ مجتہدین کا باہمی طرز عمل	۶۵
مسائل اور جذبات نفسانی	۶۶
مسلمانوں کے فروعی اختلاف پر عیسائی جج کا طنز	۶۶
اختلافی مسائل میں راہ صواب	۶۷

شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ علیہ کی نصیحت	۶۸
فساد یا اصلاح؟	۶۸
تبلیغی اور ترجیحی مسائل میں فرق	۶۹
ادب کے تقاضے	۷۰
بڑے کے حکم پر عمل کرے	۷۰
دین کا خلاصہ "اتباع" ہے	۷۱
حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں میری حاضری	۷۱
حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی مجلس میں والد صاحب کی حاضری	۷۱
عالمگیر اور دارا شکوہ کے درمیان تخت نشینی کا فیصلہ	۷۲
حیل وحجت نہ کرنا چاہیے	۷۳
بزرگوں کے جوتے اُٹھانا	۷۳
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو واقعات	۷۴
خدا کی قسم! نہیں مٹاؤں گا	۷۴
اگر حکم کی تعمیل اختیار سے باہر ہو جائے	۷۶
یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے	۷۶
قرآن پاک کا ادب واحترام	۷۷
حدیث مبارک کی مجالس کے چند آداب	۷۹
قرآنی واقعہ سے علم کے بارہ آداب	۷۹
سلف صالحین کے اخلاق میں استاذ کا ادب واحترام	۸۲
حصول علم کیلئے اساتذہ کرام کا احترام	۸۴
کتابوں کی طرف پیر دراز نہ کرے	۸۵

آلات علم کا ادب	۸۵
ادب کی اہمیت	۸۵
ادب اور رحم دلی کا معاملہ	۸۷
دینی کتابوں کا ادب واحترام	۸۹
دینی کتاب کے ادب کا تقاضہ	۹۱
دُرود پاک سے متعلق چند آداب	۹۲
ادب کی حقیقت	۹۳
مقام ادب	۹۴
ادب کی تعریف	۹۴
حاصل ادب	۹۵
زیور علم	۹۵
احترامِ استاذ	۹۵
ادب واحترام گھر کو جنت بنادیتا ہے	۹۶
ادب درحقیقت کہنا ماننا ہے	۹۹
ادب جاننا اور ادب کرنا	۱۰۱
علم میں برکت بزرگان سلف کے ادب سے ہوتی ہے	۱۰۱
استاذ وشیخ کا ادب	۱۰۲
باب دوم...واقعات اسلاف	
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب	۱۰۳
سفر ہجرت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ادب	۱۰۴
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب	۱۰۵

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ادب	١٠٦
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دربار رسالت کا ادب	١٠٧
پہلا واقعہ	١٠٧
دوسرا واقعہ	١٠٧
تیسرا واقعہ	١٠٨
چوتھا واقعہ	١٠٨
پانچواں واقعہ	١٠٩
چھٹا واقعہ	١١٠
ساتواں واقعہ	١١٠
امام مالک رحمہ اللہ کا ادب	١١١
پہلا واقعہ	١١١
دوسرا واقعہ	١١١
تیسرا واقعہ	١١٢
چوتھا واقعہ	١١٢
کتابوں کے احترام کی وجہ سے بخشش	١١٢
خیر القرون میں عشق وادب کے نظارے	١١٣
حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے ادب وخدمت کا انعام	١١٦
علم کیلئے مجاہدہ وادب	١١٨
ادب واحترام کے انوار وبرکات	١١٩
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کیلئے علم کی دُعاء	١٢٠
حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا ادب	١٢٠

کمال ادب	۱۲۰
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے یہاں مخالف مسلک کا احترام	۱۲۱
اہلِ علم کا ادب واحترام	۱۲۱
اللہ رب العزت کے نام کا ادب	۱۲۲
حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کا ادب	۱۲۲
ادب کی برکت	۱۲۳
اللہ تعالیٰ کے نام کا ادب	۱۲۳
باادب شہزادہ	۱۲۴
ادب سے مغفرت	۱۲۶
سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا کمال ادب	۱۲۶
قرآن کریم کا ادب اور اس کا صلہ	۱۲۷
تلاوت قرآن کا ادب	۱۲۷
سیدہ کے احترام پر قاتل کی رہائی	۱۲۸
احترام علم	۱۲۹
بادشاہ ہارون الرشید رحمہ اللہ اور علم کا احترام	۱۲۹
احترام علم	۱۳۰
اذان کا ادب کیجئے	۱۳۱
والدین کے ادب واطاعت کے ثمرات	۱۳۲
خدمت سے خدا ملتا ہے	۱۳۴
عالم ربانی کا ادب کرنے پر مغفرت کا واقعہ	۱۳۵
مہمان کو کھانا کھلانے کا ایک ادب	۱۳۶

عنوان	صفحہ
حدیث شریف کا ادب	۱۳۶
روایت حدیث کا ادب	۱۳۶
امام مالک رحمہ اللہ کا اہتمام ادب	۱۳۷
والدہ کے ادب کا عجیب واقعہ	۱۳۷
احترام علم	۱۳۸
احترام اُستاذ	۱۳۹
حدیث شریف کا احترام	۱۳۹
مثالی استاذ باکمال شاگرد	۱۴۰
اللہ تعالیٰ کے نام کا ادب	۱۴۱
ادب	۱۴۱
سیّدہ کے احترام کی برکت	۱۴۱
باب سوم ...ادب اور اسکے متعلقات پر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی گراں قدر تعلیمات	
ادب کا مفہوم	۱۴۳
مدینہ منورہ کا ادب	۱۴۴
باپ کا ادب	۱۴۴
بڑوں کے سامنے ادب ضروری ہے	۱۴۴
ادب کی برکت	۱۴۴
عالم، سید اور بوڑھے کا ادب	۱۴۵
شیخ کے حکم کا ادب	۱۴۵
ادب کے حصول کے اسباب	۱۴۶
ادب کی حقیقت	۱۴۶

حروفِ کلمات کا ادب	۱۴۶
کتابوں کا ادب	۱۴۷
روشنائی کا ادب	۱۴۷
سارے طریق کا خلاصہ ادب ہے	۱۴۷
شیخ کی مجلس میں باتیں کرنا خلاف ادب ہے	۱۴۷
غلوفی الادب جانبین کا ایذادہ ہے	۱۴۸
بے ادبی شیخ کی زیادہ مضر ہے معصیت سے	۱۴۸
محکومین کا بھی احترام چاہیے	۱۴۹
مستحبات بھی قابل احترام ہیں	۱۴۹
استفاضہ علم میں تقویٰ اور ادب کو زیادہ دخل ہے	۱۵۰
تلاوت قرآنی کا ایک اہم ادب	۱۵۱
حکام کا ادب ضروری ہے	۱۵۳
ادب کا مفہوم	۱۵۳
عرفی ادب کی مثال	۱۵۴
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا ادب	۱۵۴
بے ادبی سے نسبت سلب ہونا	۱۵۴
آداب شیخ	۱۵۵
فضائل کے بیان میں کسی نبی کی سوء ادبی نہ کرے	۱۵۶
ادب کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں	۱۵۷
پرانے لوگوں میں بزرگوں کا ادب	۱۵۷
ادب کی حقیقت	۱۵۸

آج کل حقیقی ادب مفقود ہے	۱۵۹
نعمت ادب پر اظہار تشکر	۱۶۱
ادب کس طرح حاصل ہوتا ہے	۱۶۲
بزرگوں کے ادب حاصل کرنے کا طریقہ	۱۶۲
ادب کا مدار عرف پر ہے	۱۶۴
عرفی ادب جو حدود سے متجاوز ہو باعث نفرت ہے	۱۶۵
میت کا ادب زندگی کی طرح کرنے کا حکم	۱۶۶
اصل ادب	۱۶۷
ادب تعظیم کا نہیں راحت رسانی کا نام ہے	۱۶۹
ادب کا مدار	۱۷۰
آج کل کا رسمی ادب اور رسمی تعظیم	۱۷۴
دوسرے کو تکلیف سے بچانا حقیقی ادب ہے	۱۷۵
ادب تعظیم کا نہیں حفظ حدود کا نام ہے	۱۷۶
ادب و تکلف کا فرق	۱۷۷
باطنی بے ادبی کی باطنی سزا	۱۸۰
باب چہارم... حقیقی ادب پر مبنی اکابر کے واقعات	
امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے ادب کی انتہا	۱۸۱
دربار شاہی میں مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی جرأت و ادب	۱۸۱
اسم ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) کا احترام	۱۸۲
قرآن کے ادب کی برکت کا عجیب واقعہ	۱۸۳
حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کا روضہ نبوی کا ادب	۱۸۴

شیخ کی جگہ کا ادب	۱۸۵
معاصرین کا ادب	۱۸۶
بیت اللہ کے رنگ کا ادب	۱۸۷
حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا روضہ مبارک کا ادب	۱۸۷
حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا واقعہ	۱۸۸
شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا شغف حدیث	۱۸۸
اُستاد کا ادب	۱۸۸
پیر کے ہم وطن آدمی کا احترام	۱۸۹
ادب کی انتہا	۱۸۹
کتابوں کا ادب	۱۹۰
اساتذہ کے احترام کی انوکھی مثال	۱۹۰
علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اور کتاب کا ادب	۱۹۲
اُستاد کی خدمت	۱۹۳
خدمت کی برکت	۱۹۳
حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی دستار فضیلت پر معذرت	۱۹۴
احترام اُستاذ www.besturdubooks.net	۱۹۵
عقیدت، ادب اور اطاعت کا عجیب واقعہ	۱۹۵
شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ادب واکرام	۱۹۷
علمائے کرام کیساتھ ادب واکرام	۱۹۹
شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی سے عقیدت	۱۹۹
آرام میں خلل کے خیال سے آنے کی اطلاع پہلے نہ دینا	۲۰۰

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اکرام	۲۰۰
ادب، عقیدت، اطاعت کی مثال	۲۰۱
اساتذہ کا ادب	۲۰۵
اُستاذ کی خدمت	۲۰۵
ہندو استاد کی خدمت کا عجیب واقعہ	۲۰۶
حضرت قاری صدیق احمد باندوی رحمہ اللہ کے واقعات	۲۰۷
طلبہ کی خدمت کے عجیب واقعات	۲۰۸
قرآن مجید کے ادب میں تقویٰ کا لحاظ چاہیئے	۲۰۹
دُرود شریف پڑھنے کا ثمرہ	۲۰۹
ادب اور غیرت میں اپنے بچے کا قتل	۲۱۰
ادب رسالت کا ایک پہلو	۲۱۰
حسنِ ادب کا ایک واقعہ	۲۱۰
مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ کا حسن ادب	۲۱۱
درس حدیث کا ادب	۲۱۱
حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا استاد زادے کا کمال ادب	۲۱۲
حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کا کمال ادب	۲۱۳
حضرت مدنی رحمہ اللہ کا عشق و ادب	۲۱۴
مفتی اعظم ہند کا کمال ادب	۲۱۴
حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کا عشق و ادب	۲۱۵
حضرت غلام رسول پونٹوی رحمہ اللہ کا ادب	۲۱۵
حرمین شریفین کا کمال ادب	۲۱۷

عنوان	صفحہ
الامر فوق الادب	۲۱۸
ادب و بے ادبی کا معیار اور ضابطہ	۲۱۸
بے ادبی جادو کا سبب	۲۱۹
احترام قرآن کی وجہ سے بادشاہ کی مغفرت	۲۱۹
مجتہدین کا ادب	۲۱۹
ادب شیخ	۲۲۰
ہدیہ کا احترام	۲۲۰
مولانا حافظ محمد احمد رحمہ اللہ کا ادب	۲۲۱
حکیم الامت رحمہ اللہ کا چار نعمتوں کا خاص ادب	۲۲۱
مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے ادب کا حال	۲۲۲
حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کا کمالِ ادب	۲۲۲
حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا کمال ادب	۲۲۳
حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کا اپنے استاذ کی خدمت	۲۲۳
شیخ کی خدمت اور ادب و احترام	۲۲۴
سعادت مند شاگرد	۲۲۴
اسلاف کے متعلق کمال ادب	۲۲۵
ادب راحت رسانی کا نام ہے	۲۲۵
حضرت مدنی رحمہ اللہ کا حدیث کیلئے اہتمام و ادب	۲۲۶
استاذ کی خدمت کا انعام	۲۲۷
استاذ کا احترام	۲۲۸
عالم دین کی تعظیم	۲۲۸

استاذ کی ٹوپی بھگو کر پی گئے	۲۲۸
حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اور اساتذہ کا احترام	۲۲۹
رئیس حیدرآباد کے ادب کا واقعہ	۲۳۰
اکابر کا باہمی ادب واحترام	۲۳۱
جلسہ نہ یہاں ہوا نہ وہاں	۲۳۲
حفاظ کرام کے ادب کا خاص انعام	۲۳۳
جنات کا اہل اللہ سے ادب کا معاملہ	۲۳۳
روضہ رسول پر باادب حاضری	۲۳۴
ہر سید قابل احترام ہے	۲۳۵
کمال ادب	۲۳۶
کمال ادب	۲۳۶
مدینہ منورہ کا ادب	۲۳۷
اسلاف کا ادب واحترام	۲۳۷
علماء کا احترام	۲۳۷
ادب استاد	۲۳۸
علم حدیث کا ادب ضروری ہے	۲۳۹
استاد کا ادب....ایک دقیق نکتہ	۲۳۹
احترام اساتذہ	۲۴۰
ادب کی تعلیم	۲۴۱
سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ادب	۲۴۱
عالمگیر رحمہ اللہ کا ادب	۲۴۲

استاذ کی خدمت پر 3 مقبول دُعائیں	۲۴۳
خدمت استاد کی برکات	۲۴۵
علم دین کا ادب واحترام	۲۴۶
اکابر کے باہمی ادب کا عجیب واقعہ	۲۴۶
اتباع سنت میں کمال ادب	۲۴۸
باادب بچہ	۲۴۹
رزق کے ادب کا عجیب واقعہ	۲۵۱
ہماری حالت	۲۵۲
ایک واقعہ ایک اصول	۲۵۵
مدینہ منورہ ودیگر تبرکات کے ادب واحترام سے متعلق ہدایات مع اکابر کے واقعات	
عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ مدینہ منورہ سے واپسی پر حالت	۲۵۶
امام مالک رحمہ اللہ کا ادب	۲۵۶
حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ادب	۲۵۷
حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کا ارشاد	۲۵۷
حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کا شوق مدینہ	۲۵۸
حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا الوداعی شعر	۲۵۹
ایک عاشق رسول کا عجیب وغریب واقعہ	۲۵۹
دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام	۲۵۹
مدینہ منورہ رہنے والوں کی بے ادبی کا انجام	۲۶۰
اہم گزارش	۲۶۱
حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ کو سلام کا جواب	۲۶۱

قیام مدینہ میں ادب کالحاظ	۲۶۲
مجلس نبوی کیلئے قرآنی احکام وآداب	۲۶۳
کمال ادب کا واقعہ	۲۶۷
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات سے متعلق	۲۶۸
خطبات حکیم الامت سے منتخب اہم ہدایات	۲۶۸
احتیاط در بارہ تبرکات	۲۷۱
برکاتِ تبرکات	۲۷۴
تبرکات نبوی کے ساتھ معاملہ	۲۷۷
امام مالک رحمہ اللہ کا دقیق ادب	۲۸۲
تبرکات کا ادب	۲۸۲
آثار وتبرکات کیساتھ ادب کا معاملہ	۲۸۲
جبہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام	۲۸۸
جبہ شریف کا ادب	۲۸۸
ہر جگہ ادب کی ضرورت نہیں	۲۹۰
فوت شدہ بزرگوں کے ادب کی ضرورت	۲۹۱
روضہ نبوی کا ایک اہم ادب	۲۹۲
باب پنجم ....بے ادبی وگستاخی کا انجام	
قرآن مجید کی بے ادبی کی مختلف صورتیں	۲۹۳
علماء کی بے ادبی کسی صورت جائز نہیں	۲۹۴
آیات واحادیث اور اللہ کے نام کی بے ادبی کرنا	۲۹۵
شرعی احکام کی حکمتیں پوچھنا بہت بے ادبی ہے	۲۹۷

سوءِ ادب سے بچنا ضروری ہے	۳۰۰
ادب نہ ہونے کے سبب بے برکتی	۳۰۱
حمائل شریف منبر کی بیچ کی سیڑھی پر رکھنا بے ادبی ہے	۳۰۳
بنی اسرائیل کی بے ادبی کا انجام	۳۰۴
روضہ نبوی کی گستاخی کرنے والوں کی سزا	۳۰۵
مکمل دُرود نہ لکھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی	۳۰۷
دُرود پاک کے نہ لکھنے کی سزا	۳۰۷
دُرود شریف لکھنے کے بجائے خط کھینچنے کی سزا	۳۰۷
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رُخ مبارک پھیر لیا	۳۰۸
اہلِ مدینہ کی بے احترامی کی سزا	۳۰۹
بے ادب بے نصیب	۳۱۰
ایک نافرمان طالبعلم اور اس کی عبرت آموز داستان	۳۱۱
ایک اور گستاخ طالب علم کا حال	۳۱۲
بے ادبی و گستاخی کے چند واقعات	۳۱۳
پہلا واقعہ	۳۱۳
دوسرا واقعہ	۳۱۴
گستاخی کرنے پر لاش تک نہ ملی	۳۱۵
بنواُمیہ کے آخری تاجدار کی بیوی خلیفہ محمد مہدی کے محل میں	۳۱۷
جعفر برمکی کی والدہ سوالی کے روپ میں	۳۲۰
فقیر کو جھڑکنے والا خود فقیر بن گیا	۳۲۱
ایک گستاخ رسول کی ہلاکت	۳۲۲

بے ادبی پر دربار رسالت سے عتاب	۳۲۳
رافضی کی گستاخی کا انجام	۳۲۴
حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی سزا	۳۲۵
بے ادبی کا عبرت آموز عجیب واقعہ	۳۲۵
بے ادبی کا عجیب واقعہ	۳۲۷
ماں کی بددعا کا عبرت انگیز واقعہ	۳۲۸
گستاخ رسول کو خدائی سزا	۳۳۱
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کی سزا	۳۳۲
ماں کی بددعا کا عبرت انگیز واقعہ	۳۳۳
ماں کی بددعا....ایک عبرت انگیز واقعہ	۳۳۴
مسواک کے بارے میں عبرت ناک واقعہ	۳۳۶
ماں کی شان میں گستاخی کرنے والے کی سزا	۳۳۶
اللہ والوں کی بے ادبی کا وبال	۳۳۷
بے ادبی اور گستاخی کے ثمرات	۳۳۸
حضرت علی رضی اللہ عنہ بُرا کہنے والے کیلئے ذبح کا حکم	۳۳۸
حضرات شیخین کو برا کہنے والا بندر کی شکل ہوگیا	۳۳۹
بے ادبی و گستاخی کا وبال	۳۴۰
سنت کی بے ادبی پر پکڑ کا عجیب واقعہ	۳۴۲
بڑے کی بات میں دخل دینا بے ادبی ہے	۳۴۳
استاذ کی بے ادبی کا عبرتناک انجام	۳۴۴
استاذ کے ساتھ بے وفائی کی ایک صورت	۳۴۶

بے اَدبی و گستاخی کا انجام	۳۴۷
غلطی کا وبال کبھی برسوں کے بعد ظاہر ہوتا ہے	۳۴۷
توہین صحابہ رضی اللہ عنہم کی عبرت انگیز نقد سزا	۳۴۷
اذان کی بے حرمتی کرنے کی سزا	۳۴۸
بغض صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے چہرہ سیاہ ہونا	۳۴۸
بغض صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے قبر میں سے غائب ہوجانا	۳۴۹
گستاخی پر فوری سزا	۳۴۹
ایک سبی رافضی کا بندر بن جانا	۳۵۰
دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم پر کتے کا مسلط ہونا	۳۵۰
بغض صحابہ رضی اللہ عنہم سے نصرانیوں کے ساتھ	۳۵۱
حضرت معاویہؓ کی توہین کرنیوالے کی حیرت انگیز موت	۳۵۱
حضرات شیخینؓ کی لاشیں نکالنے کا مشہور واقعہ	۳۵۲
بغض صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے خنزیر بن جانا	۳۵۳
ایک رافضی کا خواب میں قتل ہوجانا	۳۵۴
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین کرنیوالے کا چہرہ خنزیر کی شکل میں	۳۵۶
بغض شیخینؓ سے گلے میں طوق بن جانا	۳۵۶
بغض صحابہ سے قبر میں آنکھ نکل جانا	۳۵۷
قبر میں خنزیر بن جانا	۳۵۷
تہمت کی عبرتناک سزا	۳۵۸
قرآنِ مجید کی توہین کا عبرت انگیز واقعہ	۳۶۰
ماں کی نافرمانی کی سزا	۳۶۲

عہد رسالت کا ایک عبرت آموز واقعہ	۳۶۴
والد کے نافرمان کا انجام	۳۶۵
بلعم بن باعورا کا عبرتناک قصہ	۳۶۷
بے ادبی کا ایک عبرت آموز واقعہ	۳۶۸
والدین کے ایک نافرمان کی عبرتناک داستان	۳۷۰
مولانا صاحب کی درد بھری آپ بیتی	۳۷۰
انگریزی تعلیم اور کالج کے ماحول کا اثر	۳۷۱
میری حالت	۳۷۳
روح فرسا واقعہ	۳۷۴
میری بے چینی	۳۷۵
ماں کی گستاخی کی سزا	۳۷۶
ماں کو مارنے والے کا قبر میں دھنسنا	۳۷۷
ماں کے نافرمان کی بُری موت	۳۷۸
ماں کی گستاخی کا انجام	۳۷۸
ماں کے ایک نافرمان کا عبرتناک واقعہ	۳۷۹
ماں کی نافرمانی کی دنیا میں نقد سزا	۳۸۰
عبید اللہ بن زیاد کا عبرتناک حشر	۳۸۲
انسان کا بندر اور سور بن جانا	۳۸۳
زیاد کا انجام	۳۸۳
حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا دل دکھانے والی عورت کا انجام	۳۸۴

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا دل دکھانے والے شخص کا حال	۳۸۴
حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کو ستانے پر خلیفہ منصور عباسی کا انجام	۳۸۵
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ستانے کا انجام	۳۸۶
حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی گستاخی کا انجام	۳۸۷
حضرت مولانا روم رحمہ اللہ کے والد اور بادشاہ کا واقعہ	۳۸۸
ایک پاکدامنہ عورت پر الزام تراشی کا انجام	۳۹۱
حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کو ستانے کا انجام	۳۹۱
حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے والد کی گستاخی کرنیوالی عورت کا انجام	۳۹۳
حجۃ الاسلام حضرۃ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے تمسخر واستہزاء کا انجام	۳۹۳
شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ گستاخی کرنیوالوں کا انجام	۳۹۵
دُرود شریف حذف کرنے کا وبال	۳۹۶

اجمالی فہرست

عنوان	صفحہ
باب اول ادب.....اوراس کے تقاضے	35
ادب اور اختلاف رائے	44
باب دوم واقعات اسلاف	103
باب سوم ادب اور اسکے متعلقات پر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی گراں قدر تعلیمات	143
باب چھارم ...حقیقی ادب پر مبنی اکابر کے واقعات	181
مدینہ منورہ و دیگر تبرکات کے ادب واحترام سے متعلق ہدایات مع اکابر کے واقعات	256
باب پنجم بے ادبی وگستاخی کا انجام	293

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الا بذکر اللہ تطمئن القلوب
خبردار!
اللہ کی یاد سے ہی دِلوں کو سکون ملتا ہے
پارہ ۱۳، سورۃ الرعد، آیت نمبر ۲۸

باب اول

ادب.....اور اس کے تقاضے

سلف صالحین کے اخلاق میں ادب کا مقام

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں سلف صالحین اپنے چھوٹوں کے ساتھ بھی حسن اخلاق سے پیش آتے، چہ جائیکہ کوئی بزرگ ہو اور عزیز و اقارب کے علاوہ غیروں کے ساتھ بھی نیک سلوک کرتے اور عالم کا تو کیا کہنا، جاہل سے بھی لطف و کرم اور مہربانی کا برتاؤ کرتے...

علماء کا اتفاق ہے کہ علو مرتبت زیادتی ادب پر موقوف ہے اور ادب دراصل اپنے میں نقص اور دوسرے کو باکمال سمجھنے کا نام ہے...رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوست کا اپنے دوست کو تیز نظر سے دیکھنا بھی پسند نہ فرماتے تھے...

علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، سب سے بڑھ کر عارف الٰہی وہ ہے جو اہل علم کی زیادہ تعظیم کرے...بکر بن عبداللہ مزنی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب تم کسی اپنے سے بڑے کو دیکھو تو اس کی تعظیم کرو اور یقین کرو کہ وہ تم سے پہلے

ایمان لایا اور نیک عمل کیے اور اگر اپنے سے چھوٹے کو دیکھو تو بھی اس کی تعظیم کرو اور یقین کرو کہ تم اس سے پہلے گناہ کرنے لگے ہو اور اگر لوگ تمہاری تعظیم کریں تو اسے اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھو اور یقین کرو کہ تم اس کے قابل نہیں ہو اور اگر توہین و تنقیص کریں تو جان لو کہ یہ تمہارے کسی گناہ کے سبب ہے... اگر تم نے اپنے پڑوسی کے کتے کو پتھر مارا تو گویا اپنے ہمسایہ کو تکلیف دی...

عمر بن واسع رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، انسان مقام احسان تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ اپنے ہر دوست کے ساتھ احسان کا معاملہ نہ کرے، خواہ اس کی صحبت ایک ہی گھنٹہ کی ہو... آپ بکری کو جب فروخت کرتے تو خریدار کو اس کے ساتھ سلوک کرنے کی تاکید کرتے اور کہتے، یہ ہمارے پاس کچھ عرصہ رہی ہے...

حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اخلاق میں تین باتیں چھوڑ دیں... اوّل دوستوں سے حسن اخلاق کی قدر کرنا... دوم ان کے عیوب کو پوشیدہ رکھنا... سوم ان کی تکلیف کا برداشت کرنا... یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، وہ قوم نہایت بری ہے جس میں اگر مسلمان مال دار ہوں تو ان کی تعریف کریں اور اگر تنگ دست ہوں تو ذلیل جانیں... نیز فرماتے ہیں کوئی کم عمر، عمر رسیدہ کے آگے ہو کر نہیں چلتا مگر اس کو نیکی سے محرومی کی سزا ملتی ہے...

یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک آدمی کی نسبت سنا کہ وہ مال کا آرزومند ہے... آپ نے اس سے دریافت کیا، تو مال کو کیا کرے گا؟ اس نے کہا مساکین کو دوں گا، آپ نے فرمایا مفلسوں کا بوجھ تو خدا پر ہی رہنے دے تاکہ تو ان کو اچھا سمجھتا رہے، ورنہ جب ان کا بوجھ تجھ پر ہوگا تو تو انہیں برا جاننے لگے گا اور وہ تجھے بھاری معلوم ہوں گے... نیز فرمایا، تیرا مسلمان بھائی کی تعظیم کرنا یہ ہے کہ جب دوسرے شہر میں اس کے وہاں غمی ہو جائے تو تُو اس کی تعزیت کے لیے سفر کرے...

ابو معاویہ اسود شام سے مکہ مکرمہ فضیل کے لڑکے علی کی تعزیت کو آئے... اس سفر

سے نہ ان کو حج کرنا مقصود تھا نہ عمرہ... ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جسے یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت میں نار جہنم سے محفوظ رکھے، اسے مسلمان پر رحم کرنا ضروری ہے... محمد بن منکدر رحمتہ اللہ علیہ رات کو قیام فرمایا کرتے، لیکن جب ان کی والدہ صبح تک پاؤں دبانے کو کہتیں تو یہ ان کو نماز سے افضل معلوم ہوتا... میں کہتا ہوں، علماء نے مرشد کے حق میں بھی یہی فرمایا ہے، یعنی ماں کی طرح اس کی بھی خدمت کرنی چاہیے...

کہمش بن حسن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں اپنی والدہ کی خدمت کیا کرتا تھا اور ان کا پاخانہ اُٹھاتا تھا تو سلیمان بن علی نے میرے پاس ایک تھیلی بھیجی اور کہلایا کہ اس روپے سے ماں کی خدمت کے لیے ایک خادم خرید لے... میں نے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ میری والدہ نے میرے بچپن میں کسی اور سے میری خدمت کروانا پسند نہیں کیا، ایسا ہی میں بھی بڑا ہو کر ان کی خدمت دوسرے کے سپرد کرنے پر راضی نہیں ہوں... اے دوست! اپنے تمام دوستوں سے سلوک کر، خصوصاً فقراء اور مساکین سے... (اخلاق سلف)

ادب اور اس کی تفصیلات

مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اپنی مجالس میں فرماتے ہیں.... دوستو! ادب کو مضبوطی کے ساتھ قائم رکھو.... خدا کا ادب.... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب.... قرآن کا ادب وغیرہ...

خدا کا ادب یہ ہے کہ اس سے کسی وقت غافل نہ ہو کیونکہ یہی مقصود حاصل کرنے کا دروازہ ہے جو غفلت اختیار کرتا ہے... گویا ترک ادب کرتا ہے، اللہ جل شانہ کا جن کو اللہ کی یاد کی توفیق ہوتی ہے ان کو کسی وقت غفلت نہیں ہوتی... ایک روز میں تھانہ بھون میں حاضر تھا، حضرت کا وصال ہو چکا تھا، خواجہ صاحب سے باتیں ہو رہی تھیں، ہنسی مذاق بھی جاری تھا، پھر کھانا آ گیا، وہ بھی کھایا، باتیں، ہوتی رہیں، پھر فرمایا خیال کرو ہم سب میں کون کتنی دیر غافل رہا، میں نے کہا ہم سب ہی اتنی دیر سے غافل ہیں... اس روز خواجہ صاحب کا

مقام معلوم ہوا، فرمایا الحمدللہ میں ایک لمحہ بھی غافل نہیں رہا ذکر ہی نہیں بلکہ مراقبہ میں رہا اور یہ سب کچھ ہوسکتا ہے.... بہرحال جس شخص کو خبر نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟ اور کیا کیا احکام ہیں؟ یہ سب سے بڑی غفلت ہے... بڑی بے ادبی ہے جس مالک نے آپ کو پیدا کیا، پرورش کیا، اس کے احسانات کا کیا کہنا ہے اس سے غفلت کتنی سخت بے ادبی ہے، پھر نافرمانی تو کتنا دور کر دیتی ہے اللہ کا ڈر، جاننے والوں کو ہی ہوتا ہے اور علم یہی ہے کہ اللہ کے حقوق جانے، اس کے احکام جانے اور ان پر عمل کرے...

سب سے زیادہ نافع ادب

کسی نے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا سب سے زیادہ نفع دینے والا ادب کون سا ہے؟ فرمایا دین کی سمجھ حاصل کرنا اور دُنیا سے بے رغبتی کرنا یہی دین کی ساری فہم ہے اور یہ کہ اللہ کی رضا معلوم کرے، اس کی ناپسند باتوں سے بچے، قرآن وحدیث سب کا خلاصہ یہی ہے کہ دین کی سمجھ مل جائے...

اللہ تعالیٰ کا ادب

پھر فرمایا: بندہ پر اللہ کے حقوق پہچاننا یہ ادب ہے جس نے ادب کے ذریعہ سے اپنے نفس کو دبالیا وہ اخلاص سے اللہ کی عبادت کرسکتا ہے جو کام کرے گا اس میں دُنیا کی کوئی غرض حائل نہ ہوگی... کسی کام کو کسی کی خوشی کے لیے کرنا یہ اس کا اخلاص ہے اور صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے کسی کام کو کیا جائے تو وہ اس کی رضا کا ذریعہ ہے...

مشائخ کا ادب

مشائخ کا ادب بھی ضروری ہے جو ان کے دل کو ناخوش کرتا ہے، دُنیا میں بھی وہ ستایا جاتا ہے اور خود بھی ظالم ہو جاتا ہے اور دوسرے ظالم بھی اس پر مسلط ہو جاتے ہیں، ایک آدمی ظلم کرتا ہے تو سارا جہان اس کے سبب ظلم کے پنجہ میں آ جاتا ہے، ہر شخص کے ادب کا طریقہ معلوم کرے، اپنے بڑے کا ادب یہ ہے کہ اس کی خدمت کرو

اور برابر کا ادب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایثار و ہمدردی کرو، یہ نہیں کہ ہم آگے بڑھ کر اپنا مطلب حاصل کرلیں، یہ کھڑا رہ جائے، یہ اس کی بے ادبی ہے... تم دوسروں کو آگے بڑھانے کی کوشش کرو تم کو اللہ آگے بڑھائیں گے... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ تابعین، تبع تابعین کا یہی حال تھا کہ ایک دوسرے کو آگے بڑھاتے تھے اور یہ سب محبت کا اثر تھا، جب سے علم کتابوں میں آیا ہے جب سے یہ جمود پیدا ہوگیا ہے...
ابراہیم نخعی اور ابراہیم تیمی، یہ دونوں حضرات تبع تابعین کے اعلیٰ طبقہ میں سے ہیں، ظالم اُمت حجاج بن یوسف نے جس طرح ہزاروں علماء وفضلاء کو جیل خانہ میں سرایا اور ہزاروں کو شہید کیا یا کرنا چاہا ان میں ابراہیم نخعی بھی ہیں کہ حجاجی سپاہی آپ کی تلاش میں پھرتے تھے اور آپ اس وجہ سے روپوش رہتے...

ایک روز کسی مخبر نے سپاہیوں کو خبر دی کہ فلاں جگہ ابراہیم ہیں، وہاں اتفاق سے دوسرے ابراہیم جو انہی کے ہم عصر ہیں اور ابراہیم تیمی کے نام سے موسوم ہیں، موجود تھے، سپاہی ان کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ ابراہیم کون ہیں اور کہاں ہیں؟ ابراہیم تیمی جانتے تھے کہ یہ لوگ میری تلاش میں نہیں بلکہ ابراہیم نخعی کی طلب میں ہیں لیکن آپ نے محیر العقل ایثار سے کام لیا کہ ابراہیم نخعی کا پتہ دینے کے بجائے یہ کہہ کر خود گرفتار ہوگئے کہ میرا ہی نام ابراہیم ہے اور حجاج کے حکم سے دیناس نامی جیل خانہ میں قید کر دیئے گئے جس میں نہ دھوپ سے کہیں سایہ تھا اور نہ سردی سے بچاؤ کی کوئی صورت، پھر اس میں بھی دو دو آدمیوں کو ایک زنجیر میں جکڑا ہوا تھا... حضرت ابراہیم تیمی اس قید کی شدت سے اس درجہ لاغر و کمزور ہوگئے کہ ان کی والدہ ان سے ملنے کے لیے جیل خانہ میں آئی تو دیکھ کر پہچانا نہیں... آخر کار اسی جیل خانہ میں آپ کی وفات ہوگئی، لوگوں نے آپ سے عرض بھی کیا کہ جب سپاہی آپ کی طلب میں نہ تھے تو آپ باختیار خود کیوں گرفتار ہوگئے، فرمایا کہ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ ابراہیم نخعی جیسے امام وقت کو لوگ آکر گرفتار کریں اس لیے

میں نے خود ہی ان کی جگہ اپنا نام پیش کر دیا... کیا انتہا ہے ایثار و ہمدردی کی؟ لیکن جہاں یورپ کے شاطروں کو اُستاد مان لیا جائے وہاں لوگ مدینہ والوں کا اخلاق کہاں سے سیکھ سکتے ہیں، ایک ذرّہ برابر ہمدردی نہیں ہوتی، کتنا بھی بڑا ڈاکٹر ہو جائے، بڑا انجینئر بن جائے، وکیل بن جائے، بھائی دانہ دانہ کا محتاج ہو جائے مگر نئی تہذیب کے دلدادہ اس کی مدد کبھی نہیں کریں گے...

چھوٹوں کا ادب اور تربیت کا طریقہ

اور اپنے سے چھوٹے کا ادب یہ ہے کہ اس پر شفقت کرو، اس کی خیر خواہی کرو، مطلب یہ نہیں ہے چھوٹا کہے مجھے سینما دکھالاؤ، بس اس کی شفقت سمجھ کر دکھا دو، اس کی خیر خواہی یہ ہے کہ اسے سمجھاؤ، یہ سمجھانا شفقت ہے اس لیے کہ یہاں بچپن سے بری عادتیں پڑتی ہیں، بڑے ان کو نہیں روکتے، پھر وہ بچے بڑے ہو کر کیسے چھوڑ دیں، ان کے ذہن نشین ہی نہیں کیا کسی نے کہ برائی کیا ہے؟ بھلائی کیا ہے؟ ماں باپ بچے کے خوش لباس، خوش خوراکی پر تو نظر رکھتے ہیں مگر اخلاقی مرض اس کے وہیں سے پیدا ہوتے ہیں، اس کو سنوارا نہیں جاتا بعض لوگ مار پیٹ سے بچہ کو سدھارتے ہیں، جو مار پیٹ سے کسی کام پر لایا جاتا ہے، وہ مار پیٹ سے نکلتے ہی ساری برائیاں دوگنی چوگنی کر لیتا ہے اور سمجھا کر بچہ کو راضی کرنا کچھ مشکل نہیں، بس اس کے آگے اپنا ماحول بنا کر پیش کر دو، اپنی بیوی، اپنے بھائی بہن کی حالت درست ہو تو اولاد گھر میں خالص دینی ہوگی جب تم ہی نماز نہیں پڑھو گے تو بچہ کا ذہن کیسے اس طرف آئے گا... دین کوئی مشکل نہیں ہے اور یہ کسی خوف سے نہیں آتا، نرمی سے بچہ کو بتاؤ گے بچہ کبھی برے راستے پر نہیں چلے گا، ماں باپ کو جھوٹ بولتا دیکھ کر بچہ جھوٹ بولنا سیکھتا ہے ورنہ اسے جھوٹ کہاں سے آئے... لہٰذا بچوں کا ادب یہ ہے کہ ان کی اخلاقی تربیت کی جائے...

عارفین کا ادب

عارفین کا ادب یہ ہے کہ ان کے سامنے سرخم رکھو، زاہدین عابدین دُنیا میں بہت لیکن عارفین کم ملتے ہیں، اللہ تعالیٰ کسی کو عارف کی محبت عطا کردے، اس کا دامن پکڑلو، اس کے خلاف کوئی بات نہ کرو، اس کی مخالفت سے اس کو تکدر ہوگا اور تکدر اس کا گویا اللہ کی ناراضگی لینا ہے...

ہر مسلمان کا ادب

ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا یہ ادب ہے عام انسانوں کا...

نفس کا ادب

نفس کا بھی ادب ہے، وہ یہ کہ اس کے چاہنے کے خلاف کرو مگر نفس کے ایک تو حقوق ہیں جن پر زندگی کا دارومدار ہے... مثلاً کھانا، سونا، چلنا، کمانا، خرچ کرنا اور ایک نفس کے حظوظ ہیں کہ بغیر اس کے کھانا نہ کھائے گا، بغیر اس کے لذت نہ آئے گی، تو حقوق نفس ادا کرو اور حظوظ کی پرواہ نہ کرو بلکہ نفس کی مخالفت کرو...

شیطان کا ادب

اور شیطان کا بھی ادب ہے وہ یہ کہ اس سے دشمنی اور عداوت کرتے رہو، یہی اس کا ادب ہے... شیطان اور اس کے بھائی کفار و مشرکین عدو اللہ ہیں، ان سے عداوت رکھو... آج اپنے بھائی سے عداوت ہے مشرکین سے دوستی یہ کہاں کا انصاف ہے؟

ناشکری کا وبال

فرمایا اللہ کی نعمت کا شکر ادا نہ کرنا سلب نعمت کا سبب ہوتا ہے... فرمایا الحمد للہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جن پر نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے... فرمایا اللہ جب کسی بندہ کو کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے، وہ ذات کریم ہے اور جس سے

واپس لے لی گئی سمجھ لو اس کو نعمت ملی ہی نہیں تھی دھوکہ ہوا تھا، کسی کو دین سے رغبت ہوئی اور پھر وہ پلٹ گیا تو سمجھ لو کہ دین کی نعمت کا دھوکہ تھا، اس کو ملی ہی نہیں تھی اور معلوم ہوا کہ جس نعمت کے ساتھ شکر کی توفیق نہ ہو وہ نعمت کا دھوکہ ہے نعمت نہیں ہے نعمت کا شکر یہ ہے کہ اس کی قدر و منزلت پہچانے تو چھوٹی نعمت کو چھوٹا نہ سمجھو، ایک چنے کا دانہ کتنی بڑی نعمت ہے...

بظاہر وہ بے حقیقت ہے مگر غور کرو اس ایک دانہ کے پیدا ہونے میں آسمان، زمین، چاند، سورج، بارش، بادل سب اس کام میں لگے، چھ ماہ میں جانور انسان تمام مخلوق نے اس پر محنت کی، جب یہ دانہ تیار ہو کر تمہارے پاس آیا ہے، اپنے اعضاء پر غور کرو کیا کیا نعمتیں ملی ہیں؟ الحمدللہ کہنا صرف زبان کا شکر ہے اللہ کی نعمت کا صحیح شکر یہ ہے کہ اس نعمت سے اللہ کی نافرمانی کا کام نہ لے...

مثلاً اللہ نے مال دیا ہے تو ناجائز کاموں میں نہ لگائے، جائز کام میں لگائے، یہی شکر ہے... اسی طرح اولاد ایک نعمت ہے... ایسی تعلیم نہ دے اس کو جس سے وہ خدا کی نافرمانی کے راستہ پر چلے، یہ ناشکری ہوگی اولاد کی نعمت کی... اس کو نیک تعلیم دینا اس کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے....

اللہ پر نظر رکھیں یہ اس کا شکر ہے، کسی کو علم دیا اس سے جھگڑے فساد کا کام نہ لے جیسا کہ آج عام واعظین کا حال ہے... یہ وبال ہے علم کا، اور اس کا شکر یہ ہے کہ اللہ کو پہچانے اس کی رضا حاصل کرے، اس کے حقوق ادا کرے، اس کا شکر یہ ہے کہ دل اپنے منعم کے ساتھ ادب کے ساتھ ڈرتا رہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اس کی نافرمانی سے بچا جائے... منعم پر نظر کرے، نعمت پر نظر نہ کرے، اس کی کتنی بڑی شان ہے... یہ نہ سمجھے کہ میرے پاس یہ کمال ہے بلکہ سمجھے کہ یہ اس کی عطا ہے...

ادب کی حقیقت

فرمایا تعظیم کا نام ادب نہیں، ادب نام ہے راحت رسانی کا، اُستادوں کا ادب و احترام نہ کرنے کی وجہ سے علم میں سے خیر و برکت اُٹھ جاتی ہے...عادۃ اللہ یہی ہے کہ اُستاد خوش راضی نہ ہو تو علم نہیں آ سکتا...

ادب کا مدار

فرمایا، ادب کا مدار اس پر ہے کہ ایذاء نہ ہو...

علم نافع حاصل کرنے کے دو گُر

فرمایا ادب اور تقویٰ کو زیادہ دخل ہے، استفادہ علم میں...(مجالس مفتی اعظم مجلس ۵۵)

اولاد کو ادب سکھلانا

"من ادب ولده صغيرا سر به كبيرا" جس نے اولاد کو چھوٹی عمر میں ادب سکھلایا، بڑی عمر کو پہنچ کر وہ اس سے خوشی محسوس کرے گا...

(کنز المدفون، صفحہ ۳۶۶)

ایک اہم نصیحت

۱۔ادب سے علم سمجھ میں آتا ہے۔ ۲۔علم سے عمل صحیح ہوتا ہے۔
۳۔عمل سے حکمت ملتی ہے۔ ۴۔حکمت سے زہد قائم ہوتا ہے۔
۵۔زہد سے دنیا متروک ہوتی ہے۔
۶۔اور دنیا کے ترک سے آخرت کی رغبت حاصل ہوتی ہے۔
۷۔اور آخرت کی رغبت حاصل ہونے سے اللہ کے نزدیک رتبہ حاصل ہوتا ہے۔

جو یقین کی راہ پر چل پڑے انہیں منزلوں نے پناہ دی
جنہیں وسوسوں نے ڈرا دیا وہ قدم قدم پر بہک گئے

ادب اور اختلاف رائے

شعائر اللہ کا ادب

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ...دین کیلئے ادب ایک بنیادی چیز ہے جس حدتک ادب اور تادب بڑھتا جائے گا....اسی حدتک انسان کا دین قوی ہوتا جائے گا اور جس قدر بے ادبی' گستاخی' جرأت و جسارت اور بے باکی بڑھتی جائے گی....انسان دین سے ہٹتا جائے گا....خواہ علم ہو یا عمل ان میں شریعت نے آداب کی رعایت رکھی ہے....مثلاً قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا کہ

اے ایمان والو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں بیٹھ کر بلند آواز سے گفتگومت کرو....اپنی آوازوں کو پست کرو اور ایسی آواز نہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بڑھ جائے....ورنہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں گے....نہ اس پر اجر مرتب ہوگا نہ ثواب....

حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلقی طور پر بلند آواز اور جہری الصوت تھے....آواز ہی اس طرح بلند تھی کہ آہستہ بولتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ زور سے بول رہے ہیں....لیکن اس آیت کے اترنے کے بعد اتنا آہستہ بولنے لگے کہ بعض دفعہ کان لگا کر سننا پڑتا اور فرماتے مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں میری آواز بلند ہو جائے اور میرے اعمال حبط نہ ہو جائیں....اس سے مسئلہ نکل آیا کہ ادب سب سے بڑی چیز ہے....حقیقتاً تو ادب حق تعالیٰ شانہ کا ہے....عظمت والی ذات اللہ ہی کی ہے....اس واسطے کہ

اس کی بارگاہ میں ادب اور تواضع چاہئے پھر جس جس کو اللہ سے نسبت ہوتی جائے گی اس کا ادب قائم ہوتا جائے گا.... مثلاً قرآن کریم کا ادب قائم کیا گیا کہ لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ اگر حالت جنابت تک نجاست پہنچ گئی تو تلاوت بھی ناجائز ہوگئی.... گویا زبان بھی پاک نہ رہی.... یہ قرآن کا ادب سکھلایا گیا کہ اس کلام کی نسبت اللہ کی طرف ہے.... جس کا نام کلام اللہ ہے.... اللہ کا ادب ضروری ہے تو اللہ کے کلام کا ادب بھی ضروری ٹھہرا.... حالانکہ قرآن کریم جو ہمارے ہی ہاتھوں میں ہے یہ کلام اللہ نہیں ہے.... یہ تو کاغذوں کا مجموعہ ہے.... جو حروف و نقوش لکھے ہیں یہ کلام کی علامات ہیں.... کلام وہ ہے جس کا تکلم کیا جائے.... پھر وہ حروف اور نقوش جن کاغذات میں درج ہیں انہیں بھی بے وضو ہاتھ لگانے سے منع کیا گیا وہ کاغذات جس جلد میں سی لئے جائیں وہ بھی واجب التعظیم بن جاتی ہے.... حقیقت میں یہ کلام کا ادب بتلایا گیا لیکن جو چیزیں اس کی طرف منسوب ہوتی گئیں.... ان کا ادب بھی واجب ہوتا چلا گیا.... کلام کی وجہ سے نقوش اور نقوش کی وجہ سے کاغذ اور جلد درجہ بدرجہ سب کی تعظیم ضروری ٹھہرتی گئی.... اگر ادنیٰ درجہ بھی گستاخی ان میں سے کسی چیز کی کی جائے تو اعمال کے ضبط وحبط ہونے کا اندیشہ ہے.... اس لئے کہ بے ادبی کے ساتھ دین قائم رہ نہیں سکتا....

اسی طرح جب اللہ کا ادب واجب ہے تو بیت اللہ کا ادب بھی واجب ہو گیا.... اللہ کا گھر یہ نسبت جب آ گئی تو ادب لازم ٹھہرا.... حالانکہ حق تعالیٰ چیز اور جسم و مکان سے بری ہیں.... لیکن نسبت جب آتی ہے کہ وہ تجلیات ربانی کا مرکز ہے تو اس گھر کا ادب ضروری ہو گیا....

جب بیت اللہ کا ادب واجب ہوا تو جس مسجد حرام میں بیت اللہ واقع ہے وہ مسجد بھی واجب التعظیم ہو گئی اور اس درجہ بابرکت بن گئی کہ اگر ایک نماز یہاں پڑھی جائے تو ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے یہ اس نسبت کی برکت ہے....

مسجد حرام جس محل میں واقع ہے وہ مکہ مکرمہ ہے تو مکہ مکرمہ بھی واجب التعظیم

ہو گیا اور اس کا ادب ضروری ہو گیا اور مکہ مکرمہ واقع حجاز میں ہے اور حجاز اور سارے عرب کا ادب واجب ہو گیا.... حدیث میں فرمایا گیا **حب العرب من الایمان وبغض العرب من النفاق**.... عرب سے محبت کرنا ایمان اور بغض رکھنا' نفاق کی علامت ہے.... غرض درجہ بدرجہ سارے آداب واجب ہوتے چلے گئے اگر بے ادبی اور گستاخی کسی ایک میں بھی آ گئی تو دین کا باقی رہنا مشکل ہو جائے گا....

غیر اختیاری کمالات کا ادب

اس لئے تادب اور توقیر و تعظیم لازم قرار دی گئی.... حدیث میں فرمایا گیا....

جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہوگا.... اکابر کی تعظیم و توقیر واجب قرار دی گئی اور دھمکی دی گئی کہ اگر اسے نہ انجام دو گے ہماری جماعت میں شمار نہیں ہوگا اور یہ توقیر و ادب عمر کی بڑائی کی وجہ سے ہے اگر کوئی علم رکھتا ہے تو علم کی وجہ سے ادب ہوگا....

علم کے ساتھ زہد و قناعت کے جذبات اور اخلاق رکھتا ہے تو ان کا ادب واجب ہوگا لیکن اگر کوئی بھی کمال نہ ہو صرف عمر کی بڑائی ہو.... اس وجہ سے بھی اس کا ادب ضروری ہوگا....

حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی بوڑھے کی تعظیم اس کے بوڑھا ہونے کی وجہ سے کرے تو وہ اس سے پہلے نہیں مرے گا کہ حق تعالیٰ اس کیلئے چھوٹے پیدا کر دیں گے جو اس کی تعظیم کریں گے....

حدیث میں فرمایا کہ جو شخص سفید ڈاڑھی والا ہاتھ پھیلا کر دعا مانگتا ہے.... حق تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے حیا آتی ہے کہ اسے خالی واپس کر دوں تو یہ اس کی ڈاڑھی کا عنداللہ وقار ہے جو محض عمر کی بڑائی کی وجہ سے اسے حاصل ہو گیا ہے اگر اس بڑائی کے تحت اور بڑائیاں بھی جمع ہو جائیں.... علم' اخلاق تو ادب بھی بڑھتا جائے گا لیکن اگر

کوئی ہنر نہ ہوتو خلقی کمال پر بھی ادب کی تلقین کی گئی ہے.... مثلاً حدیث میں ارشاد ہے.... یوم القوم اقرأهم لکتاب اللہ امامت کرنے کا حق اس کا ہے جو سب سے صحیح قرآن پڑھے.... سب سے زیادہ قرآن کا عالم ہو.... فان کانوا فی القراء ۃ سواء فاعلمهم بالسنة (پھر) جو سنت کا علم زیادہ رکھتا ہو اسے بڑھایا جائے.... اگر سنت کے علم میں بھی سب برابر ہوں تو مسائل صلوۃ سے جو زیادہ واقف ہو اسے آگے بڑھاؤ.... اگر اس میں بھی سب برابر ہیں....

فرمایا کہ جو خوبصورت ہو اسے آگے بڑھاؤ.... اگر سارے کے سارے حسین و جمیل جمع ہوں.... فرمایا جس کا نسب اونچا ہو اسے آگے کرو تو کوئی خصوصیت مقدم کرنی چاہئے کہ مقتدیوں کو عار لاحق نہ ہو.... اگر بڑے بڑے اہل کمال جمع ہیں اور کسی جاہل کو امامت کیلئے بڑھایا انہیں عار لاحق ہوگا کہ کیسے بڑھا دیا؟ اگر سب حسین و جمیل ہوں اور کسی اندھے بہرے کو بڑھا دیا انہیں حقارت پیدا ہوگی کہ یہ کہاں سے آگے بڑھ گیا؟

جب اور کمالات میں سب برابر ہوں پھر خوبصورتی کو آگے رکھا گیا حالانکہ یہ کوئی اختیاری کمال نہیں.... خدا کی بنائی ہوئی چیز ہے لیکن غیر اختیاری چیز بھی بعض اوقات خصوصیت کا سبب بن جاتی ہے.... تقدم و تقدیم کیلئے آداب کی ضرورت ہے اور ان آداب میں بعض دفعہ تکوینی چیزیں بھی داخل ہو جاتی ہیں.... باوجودیکہ کہ عمر یا حسن اللہ کی دی ہوئی چیز ہے مگر اس کے باوجود فرمایا اس کا ادب کرو.... حاصل یہ نکلا ہر بڑھائی تعظیم کی مستحق ہے.... خواہ وہ تکوینی ہو یا تشریعی' اختیاری ہو یا غیر اختیاری اگر توقیر نہ کی گئی تو فرمایا کہ ممکن ہے تمہارے اعمال اور دین پر اثر پڑ جائے....

نسبت کا ادب

یہاں تک کہ نسبتوں کا ادب سکھلایا گیا یہ جو اللہ والوں کے ہاں نسبتوں کی توقیر کی جاتی ہے کہ شیخ کی عظمت کرتے ہیں.... شیخ کی اولاد اور وطن کا بھی نسبت کی وجہ سے

ادب کرتے ہیں.... حدیث میں فرمایا **فاطمة بضعة مني من اذا ها فقد اذاني** فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جس نے اسے ستایا اس نے مجھے ستایا.... اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توقیر کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی توقیر کی.... یہ توقیر شرف صحابیت کی وجہ سے نہیں سکھلائی گئی تو یہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی ہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے کی جو نسبت ہے اسی کا ادب سکھلایا گیا....

اس لئے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا جگر گوشہ ہے.... یہ نہیں فرمایا کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں داخل ہے.... صحابیت کے ساتھ کچھ اور چیزیں بھی جمع ہو گئیں جو اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ہے کہ یہ جز ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو جب قلب میں رسول کا ادب ہوگا تو اولاد رسول کا بھی ہوگا....

میں نے اپنے بزرگوں سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ بانی دارالعلوم دیوبند کے متعلق سنا کہ ان کی عادات میں ادب کا لحاظ بے حد ہوتا.... سادات کا کوئی نابالغ بچہ بھی آجاتا تو سرہانہ چھوڑ کر پائنتی کی طرف بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ دنیا مخدوم زادوں کی عزت کرتی ہے.... یہ سارے عالم کے مخدوم زادے ہیں.... سارے عالم پر ان کی تعظیم واجب ہے.... حالانکہ بچہ نابالغ ہے مگر فرماتے ہیں یہ مخدوم زادہ ہے یہ اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے....

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا سبق آموز واقعہ

ایک دفعہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ مرادآباد تشریف لے گئے اور جانا آگے تھا.... مرادآباد بھی ٹھہرے.... پروگرام میں حضرت نے صرف ایک دن رکھا تھا.... لوگوں نے اصرار کیا مگر آپ نے انکار فرما دیا تو علماء کا طبقہ جمع ہو کر آگیا کہ ٹھہر جائیں انکار کر دیا کہ نہیں ٹھہروں گا.... پھر بعض امرا جمع ہو کر آگئے.... امرا سے کہا کہ جب علماء کی نہ سنی تو آپ کی کیسے مانوں؟ مرادآباد کے لوگوں کے دل میں ٹھن گئی کہ کسی نہ کسی طرح ٹھہراؤ

تو ایک نے مشورہ دیا کہ ان کو ٹھہرانے کی ایک ہی صورت ہے.... فلاں دفتر میں ایک کلرک لڑکا چودہ پندرہ سال کا ہے' اسے بلا لاؤ وہ ٹھہرا سکے گا جب وہ آیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ ادب سے اپنی مسند چھوڑ کر کھڑے ہو گئے جھک کر مصافحہ کیا اور اپنی جگہ پر اس کو بٹھا دیا.... خود مؤدب ہو کر سامنے بیٹھ گئے.... اس نے کہا کہ حضرت جی چاہتا ہے کہ کچھ ٹھہر جائیں فرمایا بہت اچھا ٹھہر گئے اور اتنے ٹھہرے کہ ایک ہفتہ تک ٹھہر گئے.... لوگوں نے سوچا کہ حضرت اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک وہ لڑکا نہیں کہے گا.... تب آ کر اس نے اجازت دی....

وہ بات کیا تھی؟ بات یہ تھی کہ حضرت کے شیخ حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تھے اور حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کے شیخ میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ تھے اور یہ لڑکا میاں جی مرحوم کا نواسہ لگتا تھا تو شیخ کی نسبت کا اتنا ادب تھا کہ ان کے حکم کی وجہ سے وہیں رک گئے.... کسی کا حکم نہ مانا.... یہ نسبت کا اتنا ادب تھا شیخ کے بھی نہیں شیخ الشیخ کے نواسے تھے اور یہ ادب تب ہوتا ہے جب اصل شیخ کا ادب دل میں ہو.... حتی کہ وطن کی نسبت کی وجہ سے شیخ کے وطن کے ساتھ شریف لگاتے ہیں.... دیوبند شریف' نانوتہ شریف' مکہ شریف تو وہ شریف کا لفظ تعظیم کی وجہ سے لگاتے تھے نسبت کا ادب اور عظمت یہ کوئی غیر شرعی چیز نہیں....

اہل اللہ نے نسبتوں کا اس درجہ ادب کیا ہے کہ شیخ کی اولاد اگر جاہل اور کندنا تراش بھی ہوتی پھر بھی حد درجہ ادب کیا.... حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس اللہ سرہ جو مشائخ چشتیہ میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں.... ان کے پوتے ہیں شاہ ابوسعید صاحب' جو سلسلہ چشتیہ کے مشائخ میں سے ہیں.... شاہ ابوسعید رحمہ اللہ کا ابتدائی زمانہ بہت آزادی کا تھا.... نہ نماز' نہ روزہ' نہ پابندی' لباس کے شوقین' ہر وقت مکلف کپڑے بس اسی میں لگے رہتے' نہ علم سیکھنے کی طرف توجہ' نہ اعمال کی اصلاح کی طرف جوانی کا زمانہ تھا.... رنگ رلیوں میں پڑے رہتے.... وہ ایک دن گنگوہ میں کسی گلی میں جا رہے

تھے بھنگن نے ٹوکرہ کباڑ کا کہیں پھینکا اور سارا گردہ ان کے کپڑوں کو لگ گیا تو غضبناک ہو گئے اور کہا حرام زادی' بے حیا' تجھے شرم نہیں آتی.... یہ بھنگن تھی بوڑھی اور اس نے حضرت شیخ عبدالقدوس کا زمانہ پایا تھا تو اس نے تان کر کہا کہ کس برتے پر اکڑتا ہے؟ دادا کی میراث کمائی تھی جو آج اتنے فخر سے بولتا ہے؟ بس وہ دن تھا....اسی وقت واپس ہوئے اور گھر میں آ کر والدہ سے کہا کہ اب میں گنگوہ اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک کہ دادا کی میراث نہ سنبھال لوں اور پوچھا کہ اس وقت حضرت شیخ کے خلفاء میں سے کون کون سے لوگ ہیں؟

معلوم ہوا کہ اجلہ خلفاء میں سے شیخ نظام الدین بلخی رحمہ اللہ ہیں....انہوں نے خلافت لے کر بلخ کا سفر کیا تو بتلایا گیا کہ بلخ میں بڑی خانقاہ ہے....لاکھوں کی اصلاح اور افادہ ہو رہا ہے....تو شیخ نظام الدین کو اطلاع دی کہ میں آ رہا ہوں.... شیخ کو صاحبزادے کے پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو جو پہنچنے کا دن تھا....اس زمانے میں موٹر کاریں تو نہ تھیں.... مہینہ دو مہینہ قطع مسافت کے بعد کہیں جا کر پہنچے.... اگرچہ صاحبزادہ جاہل ہیں.... نہ علم' نہ ہنر اور شیخ وقت کے ہزاروں متوسل ہزاروں مرید اور ہزاروں کو علم اور دین کا فائدہ پہنچ رہا ہے.... مگر اسی نسبت کے ادب کی وجہ سے کئی میل آگے جا کر استقبال کیا اور جب شیخ نکلے تو تمام بلخ' امراء بلخ' حتیٰ کہ شاہ بلخ بھی ساتھ نکلے .... دور سے دیکھا کہ صاحبزادے گھوڑے پر آ رہے ہیں تو حضرت نظام الدین رحمہ اللہ آگے بڑھے اور قدموں پر ہاتھ رکھا....

صاحبزادے گھوڑے سے اترنے لگے فرمایا نہیں آپ نہ اتریں اوپر رہیں اب اس شان سے صاحبزادے چلے آ رہے ہیں کہ گھوڑے پر سوار ہیں اور قدموں پر شیخ نے ہاتھ رکھا ہے اور جب شیخ نے ہاتھ رکھا تو دوسری رکاب پر خود شاہ بلخ نے ہاتھ رکھا....اس شان سے بلخ آئے مہمانداری بڑے اعلیٰ پیمانے پر ہوئی تمام علماء و مشائخ اور امراء کو صاحبزادے کے احترام میں دعوتیں دیں.... جب تین دن گزر گئے اور شیخ

کا یہ عالم کہ دوزانو بیٹھے ہیں....صاحبزادہ کو مسند پر بٹھا رکھا ہے پھر پوچھا صاحبزادے اتنا لمبا چوڑا سفر کیسے کیا؟ کہاں ہندوستان اور کہاں بلخ کیا ضرورت پیش آئی؟ صاحبزادے نے کہا کہ دادا کی میراث لینے آیا ہوں جو آپ لے کر آئے ہیں اور یہ وہ نسبت اور تعلق مع اللہ کی میراث ہے....فرمایا اچھا یہ غرض ہے کہا جی ہاں فرمایا کہ وہاں جوتیوں میں جا کر بیٹھ جاؤ اور خود جا کر مسند پر بیٹھ گئے اب نہ وہ ادب ہے نہ وہ تعظیم اور بیعت کر کے تزکیہ نفس کیلئے کچھ اعمال بتلائے....خدمت یہ سپرد کی کہ مسجد میں بیٹھ کر استنجا کیلئے ڈھیلے توڑیں تا کہ نمازی آئیں تو تکلیف نہ ہو....سال بھر اسی حالت میں گزر گیا کہ کوئی پرسان حال نہیں یا تو شاہ بلخ رکاب تھامے آئے تھے یا آج صاحبزادے کو کوئی پوچھنے والا نہیں....

جب ایک برس گزر گیا تو شیخ نے امتحان لینا چاہا کہ کس حد تک نفس کی اصلاح ہوئی....کبر‘غرور رفع ہوا یا نہیں....تواضع‘للٰہیت پیدا ہوئی یا نہیں‘نفسانیت ختم ہوگئی یا نہیں تو بھنگن کو حکم دیا کہ کوڑا کباڑ کا ٹوکرہ لا کر صاحبزادے کے قریب ڈال دے تا کہ تھوڑا سا گردہ صاحبزادے کے اوپر پڑ جائے اور جو کچھ کہے وہ ہم سے آ کر کہہ دے....بھنگن نے جا کر ٹوکرا زور سے ڈال دیا تو سارا گردہ صاحبزادے پر پڑا تو اس نے آنکھیں لال پیلی کر کے کہا کہ بے حیا نہ ہوا گنگوہ کہ تجھے بتلاتا اس نے آ کر شیخ سے عرض کیا کہ وراثت نہیں ملی....ابھی نفسانیت کافی موجود ہے....اگلے دن پھر حکم ہوا‘استنجے کے ڈھیلے توڑنا تو خیر ہے ہی مگر نمازی نماز پڑھ کر نکلیں تو جوتے سامنے رکھو....ان کی حفاظت بھی کرتے رہو....اب اس خدمت پر لگ گئے جب ایک برس گزر گیا تو بھنگن کو پھر حکم دیا کہ قریب ہی نہیں بلکہ جا کر صاحبزادے کے اوپر سارا کوڑا کرکٹ ڈال دو....اس نے سارا ٹوکرہ جا کر ڈال دیا تو صاحبزادے نے کہا ارے بی! کیوں اس کباڑ کو تو نے مجھ پر ڈال دیا....یہ مجھ سے زیادہ افضل ہے تو نے اس کباڑ کو بھی عیب لگایا میں ایسی ناپاک ہستی ہوں کہ یہ کباڑ بھی میرے اوپر گرنے سے ناپاک ہو گیا....میرے اندر تو کوئی خوبی نہیں....

بھنگن نے جا کر شیخ سے یہ سب کچھ عرض کیا فرمایا اب دادا کی وراثت مل چکی ہے....اس کے بعد اگلے دن شیخ نے حکم دیا کہ ہم شکار کیلئے جائیں گے....صاحبزادہ سے فرمایا تم ہمارے ساتھ چلو شیخ گھوڑے پر سوار ہو گئے اور حکم دیا کہ تم رکاب تھام کے چلو جب وہ آئے تھے تو شیخ نے رکاب تھامی تھی اور اب حالت یہ ہے کہ گرتے پڑتے شیخ کے ساتھ دوڑتے جا رہے ہیں لہولہان ہو گئے پیروں میں زخم آئے خون نکل آیا مگر کیا مجال کہ یہ رکاب سے الگ ہو جائیں....یہ ہو سکتا ہے کہ شیخ حکم دیں اور اطاعت نہ کی جائے؟ اسی شان سے سارا دن بسر ہوا شام کو واپس پہنچے تو صاحبزادے کو حکم دیا کہ غسل کرو، صاحبزادے نے غسل کیا کپڑے وغیرہ بدلوائے....اسکے بعد مجمع کیا اور بھرے مجمع میں صاحبزادے کو کھڑا کر کے جوتا ہاتھ میں دیا اور فرمایا یہ غلام حاضر ہے، سر حاضر ہے، یہ جوتا ہے....میں اسی طرح خانہ زاد غلام ہوں....دادا کی میراث مل نہیں سکتی تھی اگر یہ محنت اور ریاضت نہ ہوتی....نفس کا کبر رفع نہ ہوتا....اب تمہیں دادا کی میراث مبارک ہو....خلافت دی اور پگڑی سر کے اوپر باندھی....وہ گویا بے ادبی نہیں تھی بلکہ مجاہدہ تھا کہ اس کے بغیر نفس کی اصلاح نہیں ہو سکتی تھی تو ریاضات اور مجاہدے اس لئے ہوتے ہیں کہ ادب کا مضمون قلب میں پیدا ہو جائے تو اللہ اور اسکے نیک بندوں کا بھی ادب کرو....ہر بڑی چیز کا ادب کرو جس میں کوئی بڑائی اور خوبی ہو....

من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا

جو ہمارے بڑوں کی توقیر نہ کرے اور چھوٹوں پر شفقت نہ کرے....اس کا ہمارے سے کوئی تعلق نہیں....

ادب میں محتملات کا لحاظ

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کا میں نے واقعہ اپنے بزرگوں سے سنا کہ کلیر شریف جب کبھی حاضر ہوتے عرس وغیرہ سے یہ حضرات بچتے تھے کہ بدعات

ہیں.... لیکن بہر حال اللہ والوں کی قبروں پر جاتے تھے استفادہ بھی کرتے تھے.... کلیر شریف حاضر ہوتے تو کلیر شریف رڑکی سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہے.... نہر کے کنارے کنارے راستہ جاتا ہے تو چلتے وقت جوتے نکال دیتے تھے ننگے پیر چھ میل کا فاصلہ طے کرتے.... یہ محض ادب کا غلبہ حال تھا.... آپ اگر پوچھیں کہ کیا شرعاً ایسا کرنا ضروری تھا؟ تو شرعاً تو ضروری نہیں ہے کسی جگہ حکم نہیں ہے کہ جاؤ تو ننگے پیر جایا کرو.... لیکن ادب جب غلبہ حال کے درجہ میں آتا ہے تو ادب وتادب کے وہ وہ محتملات سامنے آتے ہیں کہ ظواہر شریعت میں نشان بھی نہیں ہوتا مگر قلب شہادت دیتا ہے کہ یہ بھی ادب ہے اور اس پر عمل ضروری ہے.... وہ قانونی عمل نہیں ہوتا وہ اخلاقی عمل ہوتا ہے قانون کی رو سے اسے واجب یا مستحب نہیں کہا جا سکتا لیکن قلب اور محبت کے قانون کے لحاظ سے وہ واجب ہوتا ہے....

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ جب ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو عمر بھر سیاہ جوتا نہیں پہنا' سرخ یا زرد رنگ کا پہنا کرتے تھے فرمایا سیاہ رنگ کا جوتا ممنوع نہیں مگر بیت اللہ کا غلاف سیاہ ہے تو پاؤں میں اس رنگ کا جوتا کیسے پہنوں؟ اس ادب کی وجہ سے سیاہ رنگ کا جوتا پہننا چھوڑ دیا پگڑی تو باندھتے سیاہ رنگ کی کہ یہ تو ادب کا مقام ہے مگر قدموں میں نہیں....

اب اگر آپ یوں کہیں کہ صاحب! کسی روایت کسی حدیث میں تو نہیں آیا تو حدیث میں تو ادب کا حکم آیا ہے لیکن ادب جب رچ کر غلبہ حال کے درجہ میں آجاتا ہے تو بعید سے بعید چیز بھی ادب کے درجہ میں آتی ہو.... انسان اس کا لحاظ رکھتا ہے اور عمل کرتا ہے.... جیسے فقہاء نے لکھا ہے کہ بعض چیزیں بڑی محتملات ہوتی ہیں لیکن آداب شرعیہ کے لحاظ سے وہ ضروری قرار پا جاتی ہیں....

الغرض اس طرح سے یہ آداب سکھائے گئے کہ اس کے بغیر دین کا تحفظ نہیں ہو سکتا.... اگر دل میں ذرا سا بھی ان چیزوں کیلئے تمسخر استہزاء کا مادہ موجود ہے تو دین

اس کا صحیح سالم نہیں ہو سکتا.... اس واسطے ضروری ہے کہ قلب کے اندر سنجیدگی وقار اور احترام ہو.... آیات اور روایات کا اور ان شخصیتوں کا جن سے آیات و روایات اور دین کا تعلق ہے جن کا ادب و احترام ضروری ہے جس کے بغیر دین محفوظ نہیں رہ سکتا....

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا غایت درجہ ادب

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حرم مکہ میں سیلاب آیا اور حرم شریف میں پانی بھر گیا تو مقام ابراہیم یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کی تھی بیت اللہ کی' وہ اب بھی محفوظ ہے اور اس پر ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان بھی ہے.... اس کیلئے ایک چھوٹی سی عمارت بنی ہے.... اس کے اندر وہ نشان محفوظ ہے.... (اب نقشہ بدل چکا ہے) حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى** جب طواف کر کے دوگانہ ادا کرتے ہیں تو مقام ابراہیم کو بیچ میں لینا مسنون ہے....

الغرض سیلاب جو آیا تو مقام ابراہیم پر بنی ہوئی عمارت کا برج گر پڑا اور وہ مقام ابراہیم کے اوپر آ گیا تو اس کا ایک کنارہ ٹوٹ گیا اور وہ کنارہ اسی وقت شریف مکہ کے خزانے میں پہنچا دیا گیا.... وہ چیز مقدس تھی.... شریف مکہ' علماء و مشائخ کو وقتاً فوقتاً اس پتھر کی زیارت کراتے تھے.... خدا جانے کیا صورت پیش آئی کہ اس کے دو تین ٹکڑے ہو گئے.... اس میں سے ایک چھوٹا ٹکڑا شریف مکہ نے ہدیہ کے طور پر بعض مشائخ کو دیا اور وہ کسی نہ کسی طرح منتقل ہو کر حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے پاس پہنچ گیا....

مولانا کی عادت یہ تھی کہ اس مقام ابراہیم کے ٹکڑے کو نکال کر پانی میں ڈالتے اور وہ پانی اہل مجلس میں تقسیم کیا جاتا.... اس ٹکڑے میں سے کچھ ریزے گر گئے.... حضرت نے فوراً ریزوں کو جمع کر کے آنکھوں کے سرمہ میں شامل کر لیا.... جب آنکھوں میں سرمہ لگاتے تو وہ حل کیا ہوا پتھر بھی آنکھوں میں جاتا تو یہ ادب کی بات تھی طبی

اصول پر دیکھا جائے تو آنکھوں کے اندر مٹی یا پتھر کا ریزہ ڈالنا بینائی کیلئے نقصان دہ ہے مگر اس چیز کی پرواہ نہ تھی....

بینائی کیا چیز ہے؟ اس شرف کے مقابلہ میں جو مقام ابراہیم کی مجاورت اور قرب سے نصیب ہوتا ہے.... بہرحال دین کی بنیاد ادب وتوقیر اور تعظیم کے اوپر ہے.... اللہ اور شعائر اللہ کی تعظیم' بیت اللہ' کتاب اللہ' اہل اللہ کی تعظیم' غرض جو بھی اللہ کی طرف منسوب ہو جائے.... اس کی عظمت وتوقیر کرنا یہ دین کی بنیاد ہے....

اختلاف رائے

مشائخ لکھتے ہیں اگر کوئی شخص کسی شیخ سے بیعت ہو اور فرض کیجئے کہ اس کی سنت کے خلاف کوئی بات دیکھے اور ارادہ کیا کہ کسی متبع سنت سے بیعت ہو جائے تو مشائخ بالا جماع لکھتے ہیں کہ اس شیخ سے بیعت ترک کر دینی چاہئے جس سے سنت کے خلاف اعمال ظاہر ہوتے ہیں لیکن بے ادبی کا کلمہ کبھی نہیں کہنا چاہئے.... گستاخی کا کلمہ کبھی نہ کہے.... اس کے حق میں کبھی جائز نہیں کہ اس کی بے ادبی کرتا پھرے.... ورنہ معنویت اور روحانیت کو نقصان پہنچے گا.... یہ وہی احترام کی بنیاد ہے.... کسی عالم سے فرض کیجئے کہ آپ کسی مسئلہ میں مختلف ہو جائیں یا دوسرا عالم آپ سے مختلف ہو جائے تو مسئلہ میں اختلاف کرنا تو جائز ہے.... جب اپنے کو دیانۃً علی التحقیق سمجھے لیکن بے ادبی اور تمسخر کرنا کسی حالت میں جائز نہیں ہے کیونکہ بے ادبی اور تمسخر کرنا دین کا نقصان ہے اور اختلاف کرنا محبت سے یہ عین دین ہے....

دین جائز ہے اور خلاف دین جائز نہیں.... اختلاف رائے کا حق حاصل ہے حتی کہ اگر ذاتی رائے اور مشورہ ہو تو انبیاء علیہم السلام سے بھی آدمی رائے میں مختلف ہو سکتا ہے.... احکام اور اوامر کا جہاں تک تعلق ہے اختلاف اور رائے زنی جائز نہیں.... حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (کسی مومن اور مومنہ کیلئے جائز نہیں ہے کہ

جب حکم آجائے اللہ اور رسول کا تو پھر اس کے سامنے چون وچرا کی جائے) تو جہاں تک احکام دین کا تعلق ہے رسول تبلیغ فرما دیں تو تامل بھی جائز نہیں چہ جائیکہ قبول نہ کرے لیکن اگر رسول یہ فرمائیں کہ میری ذاتی رائے یہ ہے اگر آدمی نہ مانے تو اس پر کوئی الزام وملامت نہیں....

حدیث میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان ہوا.... یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں.... حضرت مغیث رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا گیا.... یہ بھی صحابی رضی اللہ عنہ ہیں.... بریرہ رضی اللہ عنہا خوبصورت تھیں اور مغیث رضی اللہ عنہ بدصورت' حضرت مغیث رضی اللہ عنہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے سو جان سے عاشق تھے اور بریرہ رضی اللہ عنہا کو نفرت تھی.... اس دوران میں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا اور مسئلہ شرعی یہ ہے کہ باندی اور منکوحہ اگر آزاد ہو جائے تو نکاح کا باقی رکھنا نہ رکھنا اس کے اختیار میں ہو جاتا ہے اگر وہ چاہے کہ فلاں شخص غلام ہے تو جائز ہے کہ نکاح فسخ کر دے....

اب حضرت مغیث رضی اللہ عنہ پریشان ہیں وہ سو جان سے عاشق اور بریرہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت کو مناسبت نہیں اور بات آگئی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ تو لکھا ہے حضرت مغیث رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں پھر رہے ہیں' رو رہے ہیں' آنسو ڈاڑھی پر گر رہے ہیں اور ہر ایک کے پاس جاتے ہیں کہ تم سفارش کر دو کہ بریرہ رضی اللہ عنہا نکاح کو فسخ نہ کرے.... آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم بریرہ رضی اللہ عنہا کو فرمائیں کہ وہ نکاح نہ توڑے.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بریرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے بریرہ رضی اللہ عنہا! نکاح کو فسخ مت کرو.... مغیث کا برا حال ہے.... اسے محبت اور تعلق ہے مگر بریرہ رضی اللہ عنہا بہت دانش مند تھی.... عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ حکم شرعی ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی رائے

ہے؟ فرمایا نہیں مشورہ ہے.... حکم شرعی نہیں.... عرض کیا میں تو نہیں مانتی.... فرمایا تجھے مانںے نہ ماننے کا حق ہے.... اس سے اندازہ ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی ذاتی رائے سے بھی اختلاف کا حق ہے.... یعنی کوئی ملامت اس میں نہیں.... نہ انبیاء کی نہ شریعت کی یہ الگ چیز ہے کہ ادب کی وجہ سے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کو بھی سو حکموں سے زیادہ سمجھیں گے.... بریرہ رضی اللہ عنہا نے پہلے پوچھ لیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ حکم خداوندی ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی رائے؟

جب معلوم ہوا فرمایا کہ میں نہیں مانتی.... ذرہ بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر گرانی نہیں ہوئی.... لیکن رائے کے نہ ماننے کی وجہ سے کیا یہ جائز تھا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ ادنیٰ درجہ کی شان رسالت میں بے ادبی کرے.... اگر ذرہ بھی بے ادبی ہوتی.... دین ختم ہو جاتا.... ادب اور عظمت کو اسی طرح برقرار رکھا.... لیکن شریعت نے جو حق دیا اس کو استعمال کیا کہ یارسول اللہ! میں تو نہیں مانتی.... یہ میرا خانگی معاملہ ہے اور اگر حکم شرعی ہے تو سر جھکا ہوا ہے.... اس سے اندازہ ہوا کہ اختلاف رائے اگر اہل اللہ اور علماء میں ہو جائے تو مضائقہ نہیں لیکن بے ادبی یا تذلیل کسی حالت میں جائز نہ ہوگی اس لئے کہ وہ بہرحال عالم دین ہے جس سے آپ اختلاف کر سکتے ہیں مگر اس کا مقام ومنصب بطور نائب رسول کے ہے.... اس کی عظمت واجب ہوگی....

ہم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ پر عمل کرتے ہیں.... امام شافعی رحمہ اللہ پچاسیوں مسئلوں میں ان سے اختلاف کرتے ہیں مگر ادنیٰ درجہ کی بے ادبی قلب میں امام شافعی رحمہ اللہ کی نہیں آتی اور جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ واجب التعظیم ہیں.... ویسے ہی امام شافعی رحمہ اللہ بھی.... دونوں ماہتاب وآفتاب ہیں.... دونوں سے نور اور برکت حاصل ہو رہی ہے.... کسی طرح جائز نہیں کہ ادنیٰ درجہ کی گستاخی دل میں آ جائے....

گستاخی جہالت کی علامت ہے

گستاخی واستہزا کرنا جہالت کی بھی علامت ہے.... موسیٰ علیہ السلام نے جب

قوم کو نصیحت کی اور فرمایا کہ فلاں مقتول زندہ ہو جائے گا اگر بقرہ (گائے) کو ذبح کر کے اس کا گوشت میت سے ملا دیا جائے بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ اتتخذنا هزوا آپ کیا مذاق کرتے ہیں؟ اس بات میں کیا تعلق ہے کہ گوشت کو مردہ سے ملا دیا جائے.... موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اعوذ بالله ان اکون من الجھلین میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ جاہلوں میں شامل ہو جاؤں....

یعنی دل لگی، تمسخر جاہلوں کا کام ہے عالموں کو مناسب نہیں کہ تمسخر کریں.... اس لئے کہ یہ ادب کے خلاف ہے تو ایک ہے رائے کا اختلاف اور کسی عالم سے مسلک کا اختلاف اور ایک ہے بے ادبی، بے ادبی کسی حالت میں جائز نہیں.... اختلاف جائز ہے....

کفر کا فتویٰ لگانے والوں کیساتھ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا سلوک

میں نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کا واقعہ سنا کہ دہلی کا قیام تھا.... حضرت کے خدام میں سے چند مخصوص تلامذہ ساتھ تھے.... حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ دوسرے شاگرد مولانا احمد حسن امروہی رحمہ اللہ، حاجی امیر شاہ خاں صاحب مرحوم، یہ بھی وہاں موجود تھے.... مولانا احمد حسن صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ہمجولیوں میں بیٹھ کر فرمایا کہ بھئی لال کنویں کی مسجد کے جو امام ہیں ان کی قرأت بہت اچھی ہے.... کل صبح کی نماز ان کے پیچھے پڑھ لیں تو شیخ الہند رحمہ اللہ نے غصے میں آکر فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی بے غیرت.... وہ ہمارے حضرت کی تکفیر کرتا ہے.... ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور بڑا سخت لہجہ اختیار کیا.... یہ جملے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے کان میں پہنچے.... اگلے دن حضرت نانوتوی رحمہ اللہ ان سب شاگردوں کو لے کر اسی مسجد میں صبح کی نماز پڑھنے کی خاطر پہنچے.... اس امام کے پیچھے جا کر نماز پڑھی.... سلام پھیرا، چونکہ یہ اجنبی تھے نمازیوں نے دیکھا کہ ہیں تو علماء صورت، تو پوچھا کون ہیں؟ معلوم ہوا کہ یہ مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ ہیں اور وہ ان کے شاگرد شیخ الہند مولانا محمود حسن اور یہ مولانا احمد حسن محدث امروہی ان کے تلمیذ ہیں.... امام کو سخت حیرت ہوئی کہ میں رات دن انہیں

کافر کہتا ہوں اور یہ نماز کیلئے میرے پیچھے آگئے.... امام نے خود بڑھ کر مصافحہ کیا اور کہا کہ حضرت میں آپ کی تکفیر کرتا تھا.... میں آج شرمندہ ہوں.... آپ نے میرے پیچھے نماز پڑھی.... حالانکہ میں آپ کو کافر کہتا رہا.... حضرت نے فرمایا کوئی بات نہیں.... میرے دل میں آپ کے اس جذبے کی قدر ہے اور زیادہ عزت دل میں بڑھ گئی ہے.... کیوں؟

اس واسطے کہ آپ کو جو روایت پہنچی کہ میں توہین رسول کرتا ہوں.... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین.. تو آپ کی غیرت ایمانی کا یہی تقاضا تھا.... ہاں البتہ شکایت اس کی ہے کہ روایت کی تحقیق کرنی چاہئے تھی.... مگر بہرحال تکفیر کی بنیاد توہین رسول ہے اور توہین رسول جو مسلمان کرے گا تکفیر واجب ہوگی.... دائرہ اسلام سے خارج ہوگا تو فرمایا کہ میرے دل میں آپ کی غیرت ایمانی کی قدر ہے.... ہاں شکایت اس لئے ہے کہ ایک بار تحقیق کر لیتے کہ خبر صحیح ہے یا غلط تو میں یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ یہ خبر غلط ہے اور میں خود اس شخص کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں جو ادنیٰ درجہ میں بھی نبی کی توہین کرے اور اگر آپ کو یقین نہ آئے تو آپ کے ہاتھ پر ابھی اسلام قبول کرتا ہوں....

اشھد ان لا الہ الا اللہ الخ اب امام بے چارہ قدموں پر گر پڑا اچھا جاتا ہے

تو بات صرف یہ تھی کہ ان حضرات کے دلوں میں تواضع للہ اور ادب مع اللہ اس درجہ رچا ہوا تھا کہ نفسانیت کا شائبہ نہ رہا تھا.... استہزاء اور تمسخر تو بجائے خود ہے اپنے معاندوں کی بھی بے قدری نہیں کرتے تھے بلکہ صحیح محمل پر اتار کر یہ کہتے ہیں کہ جو ہمیں کافر کہتے ہیں.... یہ ان کی قوت ایمانی کی دلیل ہے.... البتہ یہ تحقیق کر لینی چاہئے کہ واقعہ میں ہم توہین رسول کرتے ہیں؟ ہم معاذ اللہ دشمنان رسول ہیں یا دوستان رسول ہیں؟ اس کی تحقیق ان کو واجب تھی.... بلا تحقیق حکم نہیں لگانا چاہئے.... تو میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ادب اور تادب دین کی بنیاد ہے جس کو عارف رومی رحمہ اللہ نے کہا ہے

از خدا خواہیم توفیق ادب — بے ادب محروم گشت از فضل رب

حق تعالیٰ شانہ کے ہاں اس کا کوئی مقام نہیں جو گستاخ اور بے ادب ہے....

بے ادبی کی وجہ سے علمی فیض سے محرومی

بہت سے ایسے فضلاء ہماری نگاہوں میں ہیں جنہوں نے دارالعلوم دیو بند میں تعلیم پائی.... اچھے ذی استعداد تھے مگر اساتذہ سے بے ادبی کا معاملہ تھا.... وہاں سے فارغ ہونے کے بعد علم کی خدمت سے محروم رہے.... کوئی دکانداری کررہا ہے کوئی گاڑی چلا رہا ہے.... یہ نصیب نہیں ہوا کہ محدث یا مفسر بن کر بیٹھیں اور ایسے بھی ہماری نگاہوں میں ہیں کہ استعداد اور علمی قوت بہت محدود تھی.... لیکن تادب اور خدمت اتنی تھی کہ رات دن اساتذہ کی خدمت میں ادب کے ساتھ لگے رہتے.... اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ اتنی خدمت کررہے ہیں کہ بڑے بڑے ذی استعداد فضلا اتنی نہیں کررہے تو مقبولیت ان کے اندر ادب کی وجہ سے پیدا ہوگئی....

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے ادب کا واقعہ

حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ نے ایک رسالہ خود لکھا اور حضرت مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ کو جو ان کے مرید ہیں دیا کہ اس کی نقل کرکے لاؤ.... اس کے اندر ایک جگہ املاء کی غلطی تھی عین کی بجائے ہمزہ لکھا ہوا تھا.... حضرت مولانا رحمہ اللہ نے از خود صحیح نہیں لکھا بلکہ وہ جگہ چھوڑ دی اور حضرت سے آکر کہا کہ یہ لفظ سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا ہے؟ تو اشتباہ کا راستہ اختیار کیا تلقین کا راستہ اختیار نہیں کیا کہ شیخ کو جا کر یوں کہیں کہ آپ نے غلط لکھا.... یہ جرأت نہ تھی کہ یوں کہیں کہ یہ غلطی ہوگئی.... گویا صورتاً بھی بے ادبی نہ کرسکے حقیقۃً بے ادبی کیا کرتے؟

ادب سے غفلت برتنے کا نتیجہ

بہر حال دین کا دارومدار تادبات اور آداب پر ہے.... یہ شریعت کا مستقل باب ہے جہاں احکام ہیں وہاں اس کے ساتھ کچھ آداب ہیں ادبیات پر اگر آدمی قادر نہ ہو تو وہ اصل احکام سے بھی کورا اور محروم رہ جاتا ہے.... اس لئے آداب کی ضرورت ہے....

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے غالباً ایک حدیث نقل کی ہے اس کے الفاظ پوری طرح یاد نہیں، نقل کئے دیتا ہوں.... تفسیر فتح العزیز میں ہے....

جس نے آداب پر عمل کرنے میں سستی دکھلائی، وہ سنت سے محروم ہو گیا جس نے سنت پر عمل سے سستی کی وہ واجبات سے محروم ہو جائے گا اور جس نے واجبات پر عمل سے سستی دکھلائی وہ فرائض پر عمل سے محروم ہو جائے گا اور جس نے فرائض کی ادائیگی میں سستی کی وہ اللہ کی پہچان سے محروم ہو گیا.... فرائض پر عمل کرلے گا تو معرفت بڑھے گی.... اس واسطے سنتوں کو مکمل فرائض کہا گیا تو جس نے آج سنتیں چھوڑ دیں، صرف فرائض کو پڑھ لیا کل وہ بھی نہ پڑھے گا.... رفتہ رفتہ محروم ہو جائیگا....

سدذرائع اوراس کی امثلہ

شریعت میں احکام کی دو قسمیں ہیں.... مامورات یعنی کرنے کی چیزیں اس کے لئے آداب رکھے گئے کہ انہیں کرو گے تب جا کر مامورات پر عمل کرنا نصیب ہوگا اور ایک منہیات ہیں روکنے کی چیزوں میں مکروہات رکھے گئے کہ مکروہات سے بچو گے تب حرام سے بچنا نصیب ہوگا اور اگر مکروہات میں ڈوبے رہو گے تو ایک نہ ایک دن حرام میں پڑ جاؤ گے اور اس چیز کو شریعت کی اصطلاح میں سدذرائع کہا جاتا ہے.... یعنی ذرائع اور وسائل کو روک دو تا کہ مقاصد تک آدمی نہ پہنچ سکے تو منہی اور ممنوع چیزوں میں وسائل سے بچانا تا کہ اصل ممنوع سے بچ جائے اور واجبات میں وسائل کو اختیار کرنا تا کہ فرائض پر عمل نصیب ہو اسے کہتے ہیں سدذرائع.... مثلاً حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جس چیز کے زیادہ حصہ میں نشہ ہو اس کا کم حصہ بھی ناجائز ہے....

شراب کے ایک گھونٹ میں نشہ ہے ایک قطرہ میں تو نہیں لیکن قطرہ پینا بھی اسی طرح حرام ہے.... جس طرح گھونٹ پینا حرام ہے حالانکہ حرمت تو سکر کی وجہ سے ہے اور ایک قطرہ میں ظاہر ہے کہ سکر نہیں مگر سدذرائع کیلئے ایسا کیا گیا کہ جو ایک قطرہ شراب پی لے گا.... کل کو ایک گھونٹ پئے گا.... پرسوں پورا جام پئے گا

اور شرابی بن جائے گا تو شرابی بننے سے بچانے کیلئے قطرہ کو حرام کیا گیا تا کہ وہاں تک پہنچنے نہ پائے جیسا کہ حدیث میں ہے....

جو کسی جادوگر یا کاہن کے پاس گیا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ساتھ کفر کیا....

حالانکہ جادوگر کے پاس سے جانے سے توحید و رسالت اور قیامت کا انکار نہیں ہوتا کوئی عقائد کی تبدیلی نہیں ہوتی مگر پھر بھی فرماتے ہیں کہ اس نے شریعت اسلام کے ساتھ کفر کیا....اس لئے کہ آج جادوگر کے پاس گیا تو سحر کی برائی اس کے دل سے نکل گئی....تو کل کو اس کا سحر سیکھے گا اور پرسوں پورا جادوگر بن جائے گا تو اسی جادو کے کفر سے بچانے کیلئے جادوگر کے پاس جانے سے ممانعت کر دی گئی....اس کو کہتے ہیں سد ذرائع....اصل مقصود کو کبیرہ گناہ کہتے ہیں اور وسائل کو صغیرہ گناہ تو وسائل سے روکتے ہیں تا کہ کبیرہ تک نہ پہنچنے پائے....

مثلاً چوری کرنا گناہ کبیرہ ہے کہ کسی کے مال معصوم کو آدمی بلا اسی کی مرضی کے اٹھالائے لیکن یہ تو ہے اصل خرابی مگر اس کی وجہ سے کسی کے مال کو تاک جھانک کرنا نقب لگانا' دیوار سے جھانکنا یہ سب صغائر ہیں اور اسی لئے ناجائز ہیں کہ جب یہ کرلے گا تو ایک دن اصل بھی کر بیٹھے گا گو اپنی ذات سے کسی کے سامان کو دیکھنا کسی کی دیوار کو تاک لگانا ممنوع چیز نہیں مگر اس لئے ممنوع ہوئے کہ یہ چوری کا وسیلہ بنتے ہیں یا مثلاً زنا کے سلسلہ میں اصل ممنوع وہ فعل (حرام) ہے....

مگر اس سے بچانے کیلئے نامحرم عورت سے تخلیہ کرنا' اس پر نگاہ ڈالنا اس کی آواز پر کان دھرنا' ہاتھ سے چھونا سب ممنوع قرار دیا گیا....اس لئے کہ یہ چیزیں اصل حرام فعل کے ذرائع بنتی ہیں تو شریعت نے چاہا کہ گناہ سے بچنے کیلئے دواعی سے بھی بچو....یہ سب شریعت کے آداب ہیں....

عبادات کے وسائل بھی عبادت ہیں

ماموراتِ میں نماز فرض ہے.... اس فرض کو بجالانے کیلئے کچھ چیزوں کا اہتمام کیا گیا کہ اذان جب سنو تو اس کا جواب دو تا کہ اذان سنتے ہی فکر پیدا ہو جائے کہ اب مجھے نماز کو جانا ہے.... اس کے بعد وضو کا اہتمام کرو.... پھر ترغیب دی گئی کہ مسجد میں جاؤ گے تو ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک بدی مٹا دی جائے گی.... حالانکہ قدم رکھنا اپنی ذات سے کوئی عبادَت نہیں لیکن نماز کیلئے قدم رکھنا عبادت قرار دے دیا گیا.... اس لئے کہ یہ قدم نماز پڑھنے کا ذریعہ بنے گا تو اذان کا جواب دینا' قدم اٹھانا' وضو' استنجا اور طہارت وغیرہ کی فضیلت آئی....

اہل اللہ کو نیکی کی حرص

حتی کہ بعض اہل اللہ کی یہ شان سنی.... حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کا واقعہ اپنے بزرگوں سے سنا کہ اگر مسجد کے دو راستے ہوں.... ایک ذرا لمبا راستہ اور ایک مختصر راستہ تو لمبا راستہ اختیار کرتے اور فرماتے' جتنے قدم زیادہ پڑیں گے.... اتنی بدیاں مٹیں گی تو کیوں ہم محروم رہیں اور ساتھ میں قدم بھی چھوٹے چھوٹے رکھتے.... یعنی بالطبع چال سے کم چال سے چلتے کیونکہ قدم اٹھانے پر اجر کا وعدہ ہے تو یہ ہمارے اختیار میں ہے کہ جتنے چاہیں قدم رکھیں.... تا کہ نیکیاں اتنی لکھی جائیں.... سو قدم سے اگر مسجد تک پہنچتے تو آہستہ آہستہ چل کر انہیں دو سو قدم بنا دیتے اور یہ حضرات نیکیوں پر حریص ہوتے ہیں جیسے دنیا والے دنیا کے بارہ میں کہ انہیں سو مل جائے تو ہزار اور ہزار مل جائے تو لاکھ اور لاکھ مل جائے تو کروڑ کی تمنا اور حرص ہوتی ہے.... اللہ والے دین کے بارے میں ایسے ہوتے ہیں اگر ایک ثواب ملنا ہے تو اس پر قناعت نہیں.... دو مل جائیں تو تیسرے کی خواہش....

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا واقعہ

امام ابو داؤد بہت بڑے محدث ہیں.... وہ دریا کے کنارے کھڑے تھے اور

کنارے پر پانی کم تھا.... ایک جہاز دو تین سو قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا کنارے تک آ نہیں سکتا تھا.... جہاز میں ایک شخص کو چھینک آئی اور اس نے الحمدللہ کہا اور اتنے زور سے کہا کہ ان کے کان میں آواز آئی تو مسئلہ یہ ہے کہ اس کا جواب یرحمک اللہ کہہ کر دینا چاہئے مگر یہ مسئلہ مجلس سے متعلق ہے.... یہ نہیں کہ اگر کوئی بازار میں الحمدللہ کہے تو تم گھر سے جواب دینے جاؤ.... امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے کان میں الحمدللہ کی آواز پڑی.... یہ لوگ چونکہ نیکیوں کے حریص تھے.... چھوٹی سی نیکی ملنے کا امکان ہو تو چھوڑنا نہیں چاہتے.... نیکی اور خیر کی ہوس پیدا ہو جاتی ہے.... جہاز دور تھا.... آواز پہنچ نہیں سکتی تھی تین درہم میں کشتی کرایہ پر لی.... اس میں بیٹھ کر جہاز کے اوپر چڑھے....

وہاں جا کر کہا یرحمک اللہ ترجمہ نگار لکھتے ہیں کہ غیب سے آواز کان میں آئی کہ اے ابی داؤد! آج تین درہم میں تو نے جنت کو خرید لیا.... حالانکہ امام کتنے بڑے محدث، کتنی حدیثیں لکھیں، کتنے تہجد پڑھے، کتنے جہاد کئے ہوں گے، مگر جنت کی خریداری میں بڑے بڑے اعمال کا ذکر نہیں بلکہ ذکر آیا تو یرحمک اللہ کہنے کا جو بظاہر بہت چھوٹا اور معمولی سا عمل تھا مگر کیوں آیا؟ اس لئے کہ ایسے اخلاص سے عمل کیا کہ اس چھوٹے سے عمل میں اتنا وزن پیدا ہوا کہ بڑے سے بڑے عمل میں اتنا نہ ہوگا اور اللہ کے ہاں عمل کی صورت نہیں وزن دیکھا جاتا ہے کشتی لے کر جہاز پر جا کر یرحمک اللہ کہنا نہ فرض تھا نہ واجب مگر یہ لوگ آداب پر عمل کے حریص ہوتے ہیں تاکہ فرائض پر عمل میں کوتاہی نہ آئے.... تو تادب مع اللہ اتنا ضروری ہے....

اس زمانے میں چونکہ بے ادبی اور گستاخی کے جذبات پیدا ہو چکے ہیں.... فرقہ بندی زیادہ ہوگئی ایک دوسرے کے حق میں زبان طعن وملامت اور زبان تضحیک کھولنا بہت معمولی بات بن گئی.... اس واسطے میں نے یہ سمع خراشی آپ لوگوں کی کی کہ اگر بالفرض کسی عالم سے اختلاف آ بھی جائے تو اگر آپ خود عالم ہیں تب آپ پر فرض ہے کہ دوسرے کا احترام کریں اور اگر آپ متبع ہیں اور وہ اقتدا کر رہا ہے دوسرے عالم کی تو

عمل اپنے مقتدی و متبوع کی تحقیق پر کریں مگر دوسرے کے ساتھ تمسخر کرنا آپ کے حق میں بالکل جائز نہیں.... بلکہ آپ یہ تاویل کریں کہ اس کے ہاتھ میں بھی حجت ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی جو وہ کہتا ہے عنداللہ وہ بھی مقبول ہے.... ہر مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی اگر خطا ہو جائے تو بھی اسے اجر ملتا ہے اور آپ اس پر عقاب اور عذاب بھیجنے لگیں یہ تو خدا کا مقابلہ ہو گیا.... حق تعالیٰ کے ہاں اجتہاد کی خطا پر بھی ملامت نہیں.... آج کل فروعی اختلاف کی وجہ سے مسخرہ پن بڑھ گیا ہے.... یہ دین کے منافی ہے.... بے شک آدمی عمل اپنی تحقیق پر کرے اور دوسرے کو معذور رکھے ادب اور احترام میں کمی نہ آنے دے یہ دانائی کی بات ہے....

ائمہ مجتہدین کا باہمی طرز عمل

ائمہ مجتہدین کا بھی یہی طریقہ ہے کہ ایک دوسرے سے ظاہری اختلاف رکھتے ہیں لیکن ادب اور عظمت میں کمی نہیں کرتے.... جب امام شافعی رحمہ اللہ بغداد تشریف لائے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مزار پر حاضر ہوئے تو امام کا مسلک ہے نماز میں فاتحہ کے بعد آمین آہستہ سے کہنا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں زور سے کہنا افضل و اولیٰ ہے.... مگر جب امام شافعی رحمہ اللہ نے مزار والی مسجد میں نماز پڑھی تو آمین کو آہستہ سے پڑھا اور فرمایا مجھے حیا آتی ہے اس صاحب مزار سے کہ اس کے قریب آ کر اس کے اجتہاد سے خلاف کروں.... یہ ادب اور تادب ہے.... یعنی جس حد تک گنجائش ہو.... ایک تو حرام وحلال اور جائز و ناجائز کا فرق ہے کہ ایک کے ہاں جائز دوسرے کے ہاں حرام اس میں تو دوسرے کے مسلک پر عمل نہیں کر سکتے مگر جہاں اولیٰ اور غیر اولیٰ کا فرق ہے وہاں ادب ملحوظ رکھا جا سکتا ہے.... امام شافعی رحمہ اللہ نے افضل پر عمل ترک کر دیا اور غیر افضل پر عمل کیا.... امام کی رعایت سے حالانکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس وقت مزار میں ہیں سامنے نہیں ہیں مگر یہ ادب کا عالم تھا اور یہ ادب اور تادب کی بات تھی....

مسائل اور جذبات نفسانی

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی اختلافات تھے.... آئمہ مجتہدین میں اجتہادی مسائل میں جو اختلافات ہیں وہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی تھے لیکن باوجود اس کے ادب واحترام اور عظمت و تعظیم میں ذرہ برابر کمی نہ کی.... اس لئے کہ ہمارے ہاں جھگڑوں کی وجہ کیلئے مسائل کی خاصیت نہیں ہے بلکہ ہمارے نفسانی جذبات ہیں.... ہم نے اپنے جذبات کو نکالنے کیلئے مسائل کو آڑ بنا رکھا ہے.... اگر یہ مسائل کی خاصیت ہوتی تو سب سے پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم لڑتے.... کیونکہ ان کے ہاں بھی اختلاف تھا.... اس کے بعد آئمہ مجتہدین کے ہاں لاٹھی چلتی پھر علماء ربانیین آپس میں لڑتے مگر اختلاف بھی ہے اور ادب بھی یہ دراصل اختلاف رائے کے نام سے ہم اپنے جذبات نکالتے ہیں اور میں کہا کرتا ہوں کہ لڑنے کی چیز اصل میں جائیداد ہے مکان ہے جاگیر ہے.... جب مسلمانوں کے پاس یہ چیزیں نہ رہیں.... نہ جائیداد' نہ مکان' نہ سلطنت' سوچا کہ بھئی! دین کو لڑنے کا ذریعہ بناؤ اور مسائل کو آڑ بناؤ تو یہ مسائل کی خاصیت نہیں.... اختلاف کرنے کی گنجائش ہے مگر لڑنے جھگڑے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا....

مسلمانوں کے فروعی اختلاف پر عیسائی جج کا طنز

ایک عرصہ پہلے یورپین عیسائی کلکٹر تھا.... اس کے زمانہ میں احناف اور اہل حدیث میں لڑائی ہوئی اور لڑائی آمین کہنے پر ہوئی.... حنفیوں نے آہستہ پڑھی اہل حدیث نے زور سے کہی تو لاٹھی چل گئی بہت لوگوں کا سر ٹوٹ گیا مقدمہ کلکٹر کے ہاں گیا.... فریقین کے وکلا نے کلکٹر کو مقدمہ سمجھایا تو اس نے کہا کہ بھئی آمین کوئی جائیداد ہے یا بلڈنگ ہے کہ اس پر لڑتے ہیں؟ وکلا نے کہا نہیں آمین ایک قول ہے جو زبان سے نکالتے ہیں یہ یوں کہتے ہیں کہ پیغمبر سے حدیث آئی ہے کہ آمین زور سے پڑھو.... دوسرے کہتے ہیں کہ حدیث آئی ہے آہستہ پڑھو.... اس نے کہا جس کو جو حدیث معلوم

ہے اس پر عمل کرے تم لڑتے کیوں ہو....اور اس کی سمجھ میں بات نہ آئی اور سمجھ میں آنے کی بات بھی نہ تھی....

بہر حال اس نے بڑا دانشمندانہ فیصلہ لکھا کہ میں مقدمہ کی مثل دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلمانوں کے ہاں آمین کی تین قسمیں ہیں....ایک آمین بالجہر' زور سے پڑھنا ایک آمین بالسر آہستہ پڑھنا اور ایک آمین بالشر یعنی جھگڑنے' لڑنے کیلئے پڑھنا....اس لئے کہ پہلے دونوں کے بارہ میں حدیث موجود ہے ایک کو ایک امام نے دوسرے کو دوسرے امام نے اختیار کرلیا....اس میں لڑائی کی بنیاد ہی نہیں.... یہ آمین بالشر کی لڑائی ہے....لہٰذا میں دونوں کو سزا دیتا ہوں گویا اس نے بتایا کہ اختلافی مسائل نہ لڑائی کیلئے ہوتے ہیں نہ باہمی نزاع کیلئے وہ دیانۃً حجت سے رائے قائم کرنے کیلئے ہوتے ہیں تو یہ ہمارے قلوب کا فساد ہے کہ ہم نے مسائل کو اپنے دل کے جذبات نکالنے کیلئے آڑ بنالیا ہے اور ہر دین کا مسئلہ جھگڑا ڈالنے اور گروہ بندیوں کیلئے رہ گیا ہے....

اختلافی مسائل میں راہ صواب

اگر اجتہادی مسئلہ ہے تو اسے بیان کرو مگر لڑنا کیوں ہے؟ وہ اپنی قبر میں جائے گا اور تم اپنی قبر میں جاؤ گے کیونکر اس سے مسخرہ کرو اور اسے کیا حق ہے کہ تمہارا استہزاء کرے....آپ نے بیان کیا امر بالمعروف کا حق ادا ہوگیا....اب اگر کوئی نہیں مانتا نہ مانے....اگر اس کے پاس کوئی حجت ہے تو وہ عنداللہ جواب دے گا....تم ذمہ دار نہیں نہ تم سے آخرت میں پوچھا جائے گا اور پھر دین منوانا (یعنی اصول دین پر کسی کو مجبور کرنا بھی ضروری نہیں.... چہ جائیکہ فروعی اور اجتہادی مسائل کا منوانا بھی ضروری ہو....بہر حال آج کل ذرا ذرا سے اختلافی مسائل پر لوگ نزاع کا دروازہ کھول دیتے ہیں....اس سے مسلمانوں میں جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی قوت زائل ہورہی ہے....

شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ علیہ کی نصیحت

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ نے اپنے ایک مرید کو خلافت دی اور فرمایا کہ فلاں مقام پر جا کر دین کی تبلیغ واشاعت کرو چلتے چلتے مرید نے عرض کیا کہ کوئی نصیحت فرمایئے مجھے شیخ نے فرمایا کہ دو باتوں کی نصیحت کرتا ہوں کہ خدائی کا دعویٰ مت کرو اور نبوت کا دعویٰ مت کرو....

وہ حیران ہوا کہ حضرت میں برسہا برس آپ کی صحبت میں رہا.... کیا اب بھی یہ احتمال اور خطرہ تھا کہ میں خدائی اور نبوت کا دعویٰ کروں گا.... فرمایا کہ خدائی اور نبوت کے دعوی کا مطلب سمجھ لو.... پھر بات کرو.... خدا کی ذات وہ ہے کہ وہ جو کہہ دے وہی اٹل ہو.... اس سے اختلاف کبھی نہیں ہوسکتا جو انسان اپنی رائے کو اس درجہ میں پیش کرے کہ وہ اٹل ہو.... اس کے خلاف ۔ نہ ہوسکے کوئی بندہ اپنی رائے پر اتنا اصرار کرے تو اس سے بڑھ کر خدائی کا دعوی کیا ہوگا؟

اور نبی وہ ہے کہ جو زبان سے فرمائے وہ سچی بات ہے کبھی جھوٹ نہیں ہوسکتا جو شخص اپنے قول کے بارے میں کہے کہ یہ اتنی سچی بات ہے کہ اس کے خلاف ہو نہیں سکتا وہ در پردہ گویا نبوت کا مدعی ہے کہ میری بات غلط نہیں ہوسکتی.... حالانکہ اس کی رائے ہے....

فساد یا اصلاح؟

تو ایک شخص اجتہادی رائے کے بارے میں اتنا جمود کرے کہ کسی کو معذور بھی نہ سمجھ سکے.... یہ درحقیقت عوام کی اصلاح نہیں فساد ہے تو ایک چیز کو چلانے کی ضرورت نہیں کہ بار بار کہے.... بس ہو گیا ایک مسئلہ کا اعلان' ماننے والے مانیں گے.... تم ذمہ دار اور خدائی ٹھیکہ دار نہیں ہو ایک مسئلہ کا ضد اور اصرار کے ساتھ پیش کرتے رہنا اور چباتے رہنا.... اس سے خواہ مخواہ عوام میں نزاعات پیدا ہوتے ہیں.... کہنے والا تو بچ گیا اور مصیبت عوام پر آ گئی....

تبلیغی اور ترجیحی مسائل میں فرق

ہاں ایک ہیں دین کے اصول' نماز فرض ہے.... روزہ رکھنا' زکوۃ دینا فرض ہے.... آپ زور سے کہہ سکتے ہیں لیکن فروعی اور اجتہادی چیزوں میں آپ زور دیں.... تو یہ تبلیغی چیزیں ہی نہیں آپ زور کہاں سے دیتے ہیں.... مثلاً حنفی مسائل ہیں جو تبلیغی مذاہب ہی نہیں آپ سٹیج پر کھڑے ہو کر کہیں کہ لوگو! تم حنفی بن جاؤ اور شافعی مت بنو یا شافعی کہے کہ لوگو! شافعی بن جاؤ حنفی مت بنو یہ ترجیحی مذاہب ہیں' تبلیغی نہیں.... اس کا مطلب یہ ہے کہ فلاں عمل واجب یا افضل ہے اور فلاں عمل نہیں تو ترجیحی مذاہب کو تبلیغی مذاہب مت بناؤ کہ اگر کسی عالم کو کوئی جزئی تحقیق ہو.... خواہ مخواہ اس کی تبلیغ پر ضد اور اصرار کیا جائے....

بہرحال آج کل یہ چیز پیدا ہوگئی ہے.... بہت گستاخی' جسارت اور جرأت ہورہی ہے.... اس واسطے یہ چند باتیں عرض کردیں.... اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین.... (خطبات حکیم الاسلام جلد سوم)

ادب کے تقاضے

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں...آپ نے وہ مشہور مقولہ سنا ہوگا کہ ''الامر فوق الادب''یعنی تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ جب کوئی بڑا کسی بات کا حکم دے، چاہے اس بات پر عمل کرنا ادب کے خلاف معلوم ہو رہا ہو اور ادب کا تقاضا یہ ہو کہ وہ عمل نہ کیا جائے لیکن جب بڑے نے حکم دے دیا تو چھوٹے کا کام یہ ہے کہ اس حکم کی تعمیل کرے، یہ بڑی نازک بات ہے اور بعض اوقات اس پر عمل بھی مشکل ہوتا ہے لیکن دین پر عمل کرنے والے تمام بزرگوں کا ہمیشہ یہی معمول رہا ہے کہ جب کسی بڑے نے کسی کام کا حکم دیا تو ادب کے بجائے حکم کی تعمیل کو مقدم رکھا...

بڑے کے حکم پر عمل کرے

مثلاً فرض کرو کہ ایک بڑا بزرگ شخص ہے اور وہ کسی امتیازی جگہ جیسے تخت وغیرہ پر بیٹھا ہے، اب ایک شخص اس کے پاس آیا جو اس سے چھوٹا ہے ان بزرگ نے کہا کہ بھائی! تم یہاں میرے پاس آ جاؤ...تو اس وقت اس کی بات مان لینی چاہیے... اگرچہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ پاس نہ بیٹھے، دور ہو کر بیٹھے، اس کے پاس تخت پر جا کر بیٹھ جانا ادب کے خلاف ہے...لیکن جب بڑے نے حکم دے کر کہہ دیا کہ یہاں آ جاؤ تو اس وقت تعظیم کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے حکم پر عمل کرے، چاہے دل میں یہ بات بری لگ رہی ہو کہ بڑے کے بالکل قریب جا کر بیٹھ جاؤں...اس لیے کہ ادب کے مقابلہ میں حکم کی تعمیل زیادہ مقدم ہے...

دین کا خلاصہ ''اتباع'' ہے

سارے دین کا خلاصہ ہے اتباع، بڑے کے حکم کو ماننا، اس کے آگے سر تسلیم خم کر دینا، اللہ کے حکم کی اتباع، اللہ کے رسول کے حکم کی اتباع اور اللہ کے رسول کے وارثین کی اتباع، بس وہ جو کہہ رہے ہیں اس پر عمل کرو، چاہے ظاہر میں وہ بات تمہیں ادب کے خلاف معلوم ہو...

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں میری حاضری

حضرت والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس اتوار کے دن ہوا کرتی تھی... اس لیے کہ اس زمانے میں اتوار کی سرکاری چھٹی ہوا کرتی تھی، یہ آخری مجلس کا واقعہ ہے، اس کے بعد حضرت والد رحمتہ اللہ علیہ کی کوئی مجلس نہیں ہوئی بلکہ اگلی مجلس کا دن آنے سے پہلے ہی حضرت والد رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا چونکہ والد صاحب بیمار اور صاحب فراش تھے... اس لیے آپ کے کمرے میں ہی لوگ جمع ہو جایا کرتے تھے، والد صاحب چارپائی پر ہوتے، لوگ سامنے نیچے اور صوفوں پر بیٹھ جایا کرتے تھے... اس روز لوگ بہت زیادہ آئے اور کمرہ پورا بھر گیا، حتیٰ کہ کچھ لوگ کھڑے بھی ہو گئے اور مجھے حاضری میں تاخیر ہوئی... میں ذرا دیر سے پہنچا، حضرت والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا تم یہاں میرے پاس آ جاؤ، میں ذرا جھجکنے لگا کہ لوگوں کو پھلانگتا ہوا اور چیرتا ہوا جاؤں گا اور حضرت والد صاحب کے پاس جا کر بیٹھوں گا، اگرچہ یہ بات ذہن میں مستحضر تھی کہ جب بڑا کوئی بات کہے تو مان لینی چاہیے لیکن میں ذرا ہچکچا رہا تھا، حضرت والد صاحب نے جب میری ہچکچاہٹ دیکھی تو دوبارہ فرمایا، تم یہاں آ جاؤ تو تمہیں ایک قصہ سناؤں... خیر میں کسی طرح وہاں پہنچ گیا اور حضرت والد صاحب کے پاس بیٹھ گیا...

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی مجلس میں والد صاحب کی حاضری

والد صاحب فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ

کی مجلس ہو رہی تھی اور وہاں اسی طرح کا قصہ پیش آیا کہ جگہ تنگ ہوگئی اور بھر گئی اور میں ذرا تاخیر سے پہنچا تو حضرت والا نے فرمایا کہ تم یہاں میرے پاس آجاؤ، میں کچھ جھجکنے لگا کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے بالکل پاس جا کر بیٹھ جاؤں تو حضرت والا نے دوبارہ فرمایا کہ تم یہاں آجاؤ، پھر میں تمہیں ایک قصہ سناؤں گا... حضرت والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر میں کسی طرح پہنچ گیا اور حضرت والا کے پاس جا کر بیٹھ گیا تو حضرت والا رحمتہ اللہ علیہ نے ایک قصہ سنایا...

عالمگیر اور دارا شکوہ کے درمیان تخت نشینی کا فیصلہ

قصہ یہ سنایا کہ مغل بادشاہ عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے والد کے انتقال کے بعد باپ کی جانشینی کا مسئلہ کھڑا ہوگیا اور یہ دو بھائی تھے... ایک عالمگیر اور دوسرے دارا شکوہ، آپس میں رقابت تھی... عالمگیر بھی اپنے باپ کے جانشین اور بادشاہ بننا چاہتے تھے اور ان کے بھائی دارا شکوہ بھی تخت کے طالب تھے، ان کے زمانے میں ایک بزرگ تھے، دونوں نے ارادہ کیا کہ ان بزرگ سے جا کر اپنے حق میں دُعا کرائی جائے... پہلے دارا شکوہ ان بزرگ کے پاس زیارت اور دُعا کے لیے پہنچے... اس وقت وہ بزرگ تخت پر بیٹھے ہوئے تھے، ان بزرگ نے دارا شکوہ سے کہا کہ یہاں میرے پاس آجاؤ اور تخت پر بیٹھ جاؤ، دارا شکوہ نے کہا کہ نہیں حضرت، میری مجال نہیں ہے کہ میں آپ کے پاس تخت پر بیٹھ جاؤں، میں تو یہاں نیچے ہی ٹھیک ہوں، ان بزرگ نے پھر کہا کہ میں تمہیں بلا رہا ہوں، یہاں آجاؤ، لیکن وہ نہیں مانے اور ان کے پاس نہ گئے اور وہیں بیٹھے رہے... ان بزرگ نے فرمایا کہ اچھا تمہاری مرضی، پھر ان بزرگ نے ان کو جو نصیحت فرمانی تھی وہ فرمادی اور وہ واپس چلے گئے...

ان کے جانے کے تھوڑی دیر بعد عالمگیر رحمہ اللہ آگئے... وہ جب سامنے نیچے بیٹھنے لگے تو ان بزرگ نے فرمایا کہ تم یہاں میرے پاس آجاؤ وہ فوراً جلدی سے

اُٹھے اور ان بزرگ کے پاس جا کر تخت پر بیٹھ گئے، پھر انہوں نے ان کو جو نصیحت فرمانی تھی وہ فرمادی... جب عالمگیر رحمہ اللہ واپس چلے گئے تو ان بزرگ نے اپنی مجلس کے لوگوں سے فرمایا کہ ان دونوں بھائیوں نے تو خود ہی اپنا فیصلہ کرلیا... دارا شکوہ کو ہم نے تخت پیش کیا، اس نے انکار کر دیا اور عالمگیر رحمہ اللہ کو پیش کیا تو انہوں نے لے لیا، اس واسطے دونوں کا فیصلہ ہوگیا... اب تخت شاہی عالمگیر کو ملے گا... چنانچہ ان کو ہی مل گیا... یہ واقعہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت والد قدس اللہ سرہ کو سنایا... (مواعظ حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

حیل وحجت نہ کرنا چاہیے

یہ تو ایک تاریخی واقعہ ہے... بہر حال! ادب یہ ہے کہ جب بڑا کہہ رہا ہے کہ یہ کام کرلو تو اس میں زیادہ حیل وحجت کرنا ٹھیک بات نہیں، اس وقت تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ جا کر بیٹھ جائے، اس لیے کہ بڑے کے حکم کی تعمیل ادب پر مقدم ہے...

بزرگوں کے جوتے اُٹھانا

بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ لوگ کسی بزرگ کے جوتے اُٹھانا چاہتے ہیں... اب اگر وہ بزرگ زیادہ اصرار کے ساتھ یہ کہیں کہ یہ مجھے پسند نہیں تو اس صورت میں بھی تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ چھوڑ دے اور جوتے نہ اُٹھائے... بعض اوقات لوگ اس میں چھینا جھپٹی شروع کر دیتے ہیں اور برسر پیکار ہو جاتے ہیں، یہ تعظیم کے خلاف ہے... اس لیے مقولہ مشہور ہے کہ: "الامر فوق الادب" حکم کی تعمیل ادب کے تقاضے پر مقدم ہے، بڑا جو کہے اس کو مان لو، ہاں! ایک دو مرتبہ بزرگ سے یہ کہہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ حضرت! مجھے اس خدمت کا موقع دیجیے، لیکن جب بڑے نے حکم ہی دے دیا تو اس صورت میں حکم کی تعمیل ہی واجب ہے... وہی کرنا چاہیے، عام حالات کا دستور یہی ہے جس کام کا حکم دیا جائے اس کے مطابق عمل کیا جائے... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول بھی یہی ہے...

حکم اور ادب کے تقاضے

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر کھڑے رہو.... لیکن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور ادب کے تقاضے پر عمل کیا.... اور حکم نہیں مانا تو اس قسم کے واقعات پورے عہد صحابہ میں صرف دو ملتے ہیں کہ جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم نے ادب کے تقاضے کو حکم کی تعمیل پر مقدم رکھا... ایک تو یہی واقعہ ہے اور ایک واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے...

خدا کی قسم! نہیں مٹاؤں گا

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار مکہ کے درمیان صلح نامہ لکھا جار ہا تھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے بلایا کہ تم لکھو، انہوں نے فرمایا کہ ٹھیک ہے جب معاہدے کی شرائط لکھنی شروع کیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صلح نامہ پر لکھا ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' تو جو شخص کفار کی طرف سے صلح کی شرائط طے کرنے آیا تھا، اس نے کہا کہ نہیں ہم تو ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' نہیں لکھنے دیں گے اور چوں کہ یہ صلح نامہ دونوں کی طرف سے ہوگا، اس لیے اس میں ایسی بات ہونی چاہیے جس پر دونوں متفق ہوں... ہم ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' سے اپنے کام کا آغاز نہیں کرتے، ہم تو ''باسمک اللّٰھم'' لکھتے ہیں... زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کے بجائے ''باسمک اللّٰھم''

یعنی ''اے اللہ! آپ کے نام سے ہم شروع کرتے ہیں'' لکھتے تھے... اس لیے اس نے کہا کہ اس کو مٹا دیں اور ''باسمک اللّٰھم'' لکھیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہمارے لیے اس میں کیا فرق پڑتا

ہے... "باسمک اللّٰھم" بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے، چلو وہ مٹا دو اور یہ لکھ دو...
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "باسمک اللّٰھم" لکھ دیا... اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ لکھنا شروع کیا کہ "یہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سرداران مکہ کے درمیان طے پایا..." کفار کی طرف سے جو نمائندہ تھا، اس نے پھر اعتراض کیا کہ آپ نے یہ لفظ "محمد" کے ساتھ "رسول اللہ" کیسے لکھ دیا؟ اگر ہم آپ کو "رسول اللہ" مان لیں تو پھر جھگڑا ہی کیسا، سارا جھگڑا تو اس بات پر ہے کہ ہم آپ کو رسول تسلیم نہیں کرتے، لہٰذا یہ معاہدہ جس پر آپ نے "محمد" کے ساتھ "رسول اللہ" بھی لکھا ہے، ہم اس پر دستخط نہیں کریں گے... آپ صرف یہ لکھیں کہ "یہ معاہدہ جو محمد بن عبداللہ اور سردارانِ قریش کے درمیان طے پایا..."

تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "چلو، کوئی بات نہیں، تم تو مجھے اللہ کا رسول مانتے ہو اس لیے "محمد" کے ساتھ "رسول اللہ" کا لفظ مٹا دو اور "محمد بن عبداللہ" لکھ دو..." حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی بات تو مان لی تھی اور "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے بجائے "باسمک اللّٰھم" لکھ دیا تھا...

لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ "محمد رسول اللہ" کاٹ کر "محمد بن عبداللہ" لکھ دو تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً بے ساختہ فرمایا کہ "واللہ لا امحوہ" خدا کی قسم! میں لفظ "رسول اللہ" کو نہیں مٹاؤں گا... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مٹانے سے انکار کر دیا... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے جذبات کو محسوس فرمایا اور فرمایا اچھا تم نہ مٹاؤ مجھے دو میں اپنے ہاتھ سے مٹاؤں گا... چنانچہ وہ عہد نامہ آپ نے ان سے لے کر اپنے دست مبارک سے رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا... (صحیح مسلم، باب صلح الحدیبیہ، حدیث نمبر: ۶۱۳۳)

اگر حکم کی تعمیل اختیار سے باہر ہو جائے

یہاں بھی یہی واقعہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو حکم دیا تھا انہوں نے اس کی تعمیل سے انکار فرمایا اور بظاہر یوں لگتا ہے کہ ادب کو حکم پر مقدم کرلیا... حالانکہ حکم ادب پر مقدم ہے اس کی حقیقت سمجھ لیجئے کہ اصل قاعدہ تو وہی ہے کہ بڑا جو کہہ رہا ہے اس کو مانے اور اس کی تعمیل کرے... لیکن بعض اوقات انسان کسی حالت سے اتنا مغلوب ہو جاتا ہے کہ اس کے لیے حکم کی تعمیل کرنا اختیار سے باہر ہو جاتا ہے... گویا کہ اس کے اندر اس کام کی استطاعت اور طاقت ہی نہیں ہوتی... اس وقت اگر وہ اس کام سے پیچھے ہٹ جائے تو اس پر یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے نافرمانی کی بلکہ اس پر یہ حکم صادق آئے گا کہ "لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتے تو پہلے واقعہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو خود ہی فرمادیا کہ یہ بات میرے بس سے باہر تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں موجود ہوں اور ابو قحافہ کا بیٹا امامت کرتا رہے اور دوسرے واقعہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اتنے مغلوب الحال تھے کہ یہ بات ان کے بس سے باہر تھی کہ وہ "محمد" کے نام سے "رسول اللہ" کا لفظ مٹا دیں، اس واسطے انہوں نے مٹانے سے انکار کردیا...

یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

لیکن اصل حکم وہی ہے کہ محبوب جو بات کہے اس کو مانو، اپنی نہ چلاؤ، وہ جس طرح کہہ دے اسی کے مطابق عمل کرو...

نہ ہی ہجر اچھا نہ ہی وصال اچھا ہے — یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے
عشق تسلیم و رضا کے ماسوا کچھ بھی نہیں — وہ وفا سے خوش نہ ہوں تو پھر وفا کچھ بھی نہیں

اگر ان کی خوشی اس میں ہے کہ میں ایسا کام کروں جو بظاہر ادب کے خلاف لگ رہا ہے تو پھر وہی کام بہتر ہے جس کے اندر ان کی خوشی ہے اور ان کی رضا ہے... (اصلاحی خطبات ج ۳)

قرآن پاک کا ادب واحترام

پہلے آسمانی کتب صرف کتاب الٰہی کہلاتی تھیں مگر قرآن پاک کا اعزاز یہ ہے کہ یہ ''کتاب الٰہی'' بھی ہے اور ''کلام الٰہی'' بھی ہے... پورا کلام پاک پہلے لوح محفوظ پر رقم کیا گیا اور پھر حسب ضرورت ۲۳ برسوں میں تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا گیا... یہ نزول اس طرح عمل میں آتا تھا کہ اللہ جل شانہٗ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو اپنا کلام سناتے اور حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بطور وحی نزول فرماتے...

اتنی عظیم المرتبت اور آفاقی کتاب جو اللہ کا کلام بھی ہے... اس کے ساتھ آج اُمت کے ذریعہ ہو رہی بے حرمتی پر جتنے آنسو بہائے جائیں، کم ہیں... نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں اور قرآن پاک اللہ کی آخری کتاب ہے ...یعنی اب صبح قیامت تک نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی دوسری کتاب...

آج یہ آخری کتاب یعنی قرآن عظیم ہمارے درمیان ہے مگر اس کا حق ادا کرنے سے قاصر ہیں... جیسا کہ اس کا حق ہے... آج صرف مرحومین کو ایصال ثواب کے لیے اس کا ورد کیا جاتا ہے یا پھر حلفیہ بیان کے لیے اسے ہاتھوں پر اُٹھایا جاتا ہے جب کہ یہ نازل اس لیے کیا گیا تھا کہ اس پر غور و فکر کیا جائے، تدبر کیا جائے اور اس کی روشنی میں زندگی کے مراحل طے کیے جائیں، دنیا و عقبیٰ کو سنوارا جائے...

قرآن پاک کی بے حرمتی خود مسلمانوں کے ہاتھوں ہو تو اس سے زیادہ افسوس کی بات اور کیا ہوسکتی ہے؟

بات لکھنے کی نہیں لیکن عبرت کے لیے لکھ رہا ہوں کہ آج ہمارا حال یہ ہے کہ خود تو بہترین کپڑے پہن کر گھومتے ہیں اور جب قرآن شریف پر جزدان چڑھانے کی بات آتی ہے تو بیوی سے کہا جاتا ہے کہ پرانی ازار کا کپڑا تراش کر جزدان بنادو... بتائیے کتنی گری ہوئی ذہنیت کا اظہار اس عمل سے ہوتا ہے...وہ عظیم الشان کتاب جو اللہ کا کلام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حامل قرآن ہیں' اس کی یہ بے حرمتی کتنی بڑی جسارت ہے؟ کیا اللہ پاک اس توہین آمیز حرکت کو برداشت کریں گے؟

اب میں اس بات پر بھی روشنی ڈالتا چلوں کہ اگر قرآن پاک کے اوراق بوسیدہ ہو چکے ہیں تو اس کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ بڑی سیدھی سی بات ہے کہ آپ قرآن کے بوسیدہ اوراق کو مساجد کے باہر لگے باکس میں ڈال دیجیے...مساجد کے منتظمین اسے جمع کر کے دریا میں ڈال دیتے ہیں...اگر یہی کام آپ گھر میں بھی چاہیں تو بآسانی کر سکتے ہیں...ایک تھیلی مستقل اسی کام کے لیے رکھئے...قرآن شریف کے بوسیدہ اوراق' اخبار کے وہ تراشے جن میں دینی باتیں درج ہوں' نیز رمضان المبارک میں روزہ افطار کے ٹائم ٹیبل وغیرہ جن پر قرآنی آیات نیز احادیث شائع کی جاتی ہیں' انہیں گھر میں رکھی ہوئی اس تھیلی میں جمع کرتے جائیے' مہینے دو مہینے میں جب تھیلی بھر جائے تو اسے خود جا کر سمندر میں ڈال آئیے...اس طرح قرآن پاک کی بے حرمتی بھی نہیں ہوگی اور نہ ہی غیروں کو کہنے کا موقع ملے گا کہ اپنی مذہبی کتابوں کو جا بجا پھینکتے ہیں...

خوب سمجھ لیجئے: باادب بانصیب' بے ادب بے نصب!

کلام پاک یا دیگر دینی کتابوں کے بوسیدہ اوراق کی بے ادبی یا بے حرمتی گناہ عظیم ہے' مسجد میں قرآن پاک کو صاف اور عمدہ جزدان میں لپیٹ کر رکھئے' ترتیب سے رکھئے...یہ نہیں کہ جہاں جی میں آیا' قرآن شریف اُٹھا کر رکھ دیا...چھوٹے سائز کے قرآن شریف الگ رکھئے' بڑے سائز کے قرآن الگ رکھئے' یہ نہیں کہ چھوٹے قرآن پر بڑا قرآن رکھ دیا

کہ غلطی سے ہاتھ لگ جائے تو قرآن پاک نیچے گر جانے کا خدشہ رہے...

بہت سے نمازی منبر پر قرآن شریف رکھ دیتے ہیں... یہ بھی غلط ہے... قرآن کی جگہ منبر پر نہیں بلکہ مساجد میں لگے ہوئے طاق یا الماری میں ہونی چاہیے' منبر تو صرف خطیب و امام کے کھڑے ہونے ...اور بیٹھنے کی جگہ ہے... منبر خطبہ یا تقریر کے لیے ہوتا ہے... اس پر ہرگز ہرگز قرآن مجید نہیں رکھنا چاہیے... اور نہ کوئی دینی کتاب رکھنی چاہیے... (بکھرے موتی)

حدیث مبارک کی مجالس کے چند آداب

(۱) افضل درجہ تو یہ ہے کہ غسل کر لیا جائے... اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم باوضو ہو کر شاملِ مجلس ہونا...

(۲) جسم اور کپڑوں پر خوشبو لگانا...

(۳) دوزانو ہو کر بیٹھنا...

(۴) پڑھنے والے کے لیے حدیث مبارک اونچی جگہ پر بیٹھ کر پڑھنا...

(۵) جب حدیث مبارک پڑھی جائے تو آواز کو پست رکھنا...

(۶) سننے والوں کے لیے حدیث مبارک خاموشی سے سننا...

(۷) حدیث مبارک پڑھنے یا پڑھانے کے دوران اگر کوئی مہمان بھی آ جائے تو اس کی تعظیم کے لیے نہ اُٹھنا...

(۸) اگر کوئی حدیث مبارک پہلے پڑھی یا سنی ہو تو اسے بھی اس طرح پوری توجہ سے سننا جیسے پہلی دفعہ سن رہا ہو... (بکھرے موتی)

قرآنی واقعہ سے علم کے بارہ آداب

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور

ہے..جس میں حضرت موسی علیہ السلام نے حصولِ علم کے لیے مثالی کردار ادا کیا..جب سفر کا آغاز فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا (اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا) (الآیۃ) ''یعنی یونہی سالہا سال تک چلتا رہوں گا'' باوجود یہ کہ یہ سفر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر واجب نہیں تھا مگر حصولِ فضائل کے لیے آپ نے اس مشقتِ سفر کو برداشت کیا..ایک جگہ ارشاد فرمایا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا ''ہمیں اس سفر میں بہت تکلیف پہنچی ہے'' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سفر کا ارادہ ان الفاظ میں ظاہر فرمایا ھَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ''کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہ سکتا ہوں کہ جو مفید اور بھلی چیز آپ کو سکھائی گئی ہے اس میں سے آپ کچھ مجھے بھی سکھا دیں''..یہ درحقیقت ایک درخواست تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی..

اس درخواست کو پیش کرنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جن جن آداب کا لحاظ رکھا حضرت امام رازی رحمہ اللہ نے ان میں سے بارہ قسم کے آداب انتہائی لطیف پیرائے میں ذکر فرمائے ہیں..طالب علم کو چاہیے کہ انہیں پڑھے' یاد رکھے اور ذوق و شوق سے ان پر عمل کرے اور کامیابی حاصل کرے..

1...ھَلْ اَتَّبِعُکَ ''کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں''..اس لفظ سے یہ ظاہر فرمادیا کہ میں تابع ہوں گا اور شیخ متبوع ہوں گے..

2...اوراس اتباع کی اجازت بھی طلب فرمائی کہ مبادا شیخ کی طبیعت کے خلاف نہ ہو اس میں انتہائی فروتنی اور تواضع کا ثبوت پایا جاتا ہے جو طالب علم کے لیے لازمی ہے..

3...اور اَنْ تُعَلِّمَنِ ''کہ آپ مجھے سکھا دیجئے'' کا عنوان اپنے بارے میں لاعلمی کا اظہار ہے اور ساتھ ساتھ شیخ کے عالم ہونے کا اعتراف بھی ہے جو ہر طالب علم کیلئے اہم سبق ہے..

4...اور ممّا علّمت ''جو مفید چیز آپ کو سکھائی گئی ہے اس میں سے آپ کچھ مجھ

کو بھی سکھا دیجئے'' کے کلمات میں ''من ''تبعیضیہ بتا رہا ہے کہ اپنا کچھ علم سکھا دیجئے یعنی میرا مقصد علم میں شیخ کی برابری نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علوم میں سے بعضے علوم کا حاصل پیشِ نظر ہے..

5...اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم عطا کیے ہیں ان میں آپ کا میں محتاج ہوں' وہ طالب علم ہی کیا جو استاذ کا محتاج نہ ہو..

6...حضرت موسیٰ علیہ السلام رشد و ہدایت کے طلبگار تھے جس سے لاعلمی اور انجانے پن کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور انسان اندھیرے سے نکل کر نور علم کا مشاہدہ کرتا ہے..ہر طالب علم کو اس کا طلبگار رہنا چاہئے..

7....حضرت موسیٰ کلیم اللہ شیخ سے اس بات کی درخواست فرما رہے ہیں کہ وہ انکے ساتھ تعلیم میں ویسا ہی معاملہ فرمائیں جیسا مہربانی کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کیساتھ فرمایا ہے..چنانچہ ارشاد فرمایا اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا'' کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہ سکتا ہوں کہ جو مفید اور اچھی چیز آپ کو سکھائی گئی ہے اس میں سے کچھ مجھ کو بھی سکھا دیجئے''..

8...اصل متابعت تو شاگرد کا استاذ کے رنگ میں رنگ جانا ہے..شاگرد استاذ کے ارشادات کو بلا چون و چرا قبول کرے' اسکے سامنے حیل و حجت نہ کرے اور کٹ حجتی سے ہمیشہ باز رہے اس معنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے''انا عبد من علّمنی حرفاً''میں غلام ہوں ہر اس شخص کا جس نے مجھے ایک حرف سکھایا..

9....حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا''اتبعک''''کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اتباع ہر ہر چیز میں ہے کسی خاص چیز کی قید نہیں ہے..

10 ... باوجود یہ کہ شاگرد بہت بڑے منصب پر فائز تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے علوم عطا فرمائے تھے جو بارونق اور باسعادت تھے لیکن پھر بھی ان میں اعلیٰ درجہ کی طلب تھی اور اصحابِ علم کی تعظیم کامل اور مکمل تھی جو کہ مطلوب ہے..

11 ...تلمیذ نے ''اتبع'' پہلے اور ''ان تعلّمن'' کا لفظ بعد میں ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ میں خادم پہلے ہوں متعلم بعد میں..اس ادب کی جتنی بھی افادیت بیان کی جائے کم ہے..آج کل طلباء میں یہ وصف عنقاء ہو چکا ہے..الا ماشاءاللہ!

12 ...اور اتباع وخدمت پر کوئی عوض طلب نہیں فرمایا بلکہ ''ان تعلمن'' فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ اس اتباع کے بدلے میں' کوئی مال وجاہ طلب نہیں کرتا بلکہ میری غایت تو صرف طلب علم ہی ہے..

اس واقعے سے ان بارہ آدابِ علم کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کمال اور تواضع وانکساری میں مثالی کردار بھی معلوم ہوا.. فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ ''اے بصیرت والو! عبرت حاصل کرو!'' (راہ علم کا مسافر)

سلف صالحین کے اخلاق میں استاذ کا ادب واحترام

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں...سلف صالحین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے بچپن میں جو انہیں قرآن کی کوئی سورت یا ایک آیت بھی سکھلا دیتا یا کسی قسم کے علم سے ایک باب پڑھاتا، اس کا ادب تمام عمر کرتے، یہاں تک کہ ان کے پاس سے سوار ہو کر نہ گزرتے اور نہ ان کی مطلقہ عورت کو نکاح میں لاتے، اگرچہ شیخ الاسلام بن جائیں یا کسی طریق کے امام ہو جائیں...

اور آداب میں سے ایک ادب یہ بھی تھا کہ ان کی عزت واکرام کے خیال سے اوران کے اہل وعیال اور حاشیہ نشینوں کے لحاظ سے ان سب کے لیے کھانا کپڑا وغیرہ تحفہ تحائف کے طور پر ارسال کرتے...نیز جو عالم ان کے بچوں کو قرآن مجید پڑھاتا اس کے بارے میں بخل نہ کرتے اور اپنے دیئے کو زیادہ نہ جانتے...

ابن ابی زید قیران صاحب رسالہ کی نسبت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے

لڑکے کے اُستاد کو جب کہ اس نے بچے کو قرآن مجید کی ایک منزل ختم کرادی، سو دینار عطا کیے...تو معلم نے کہا، حضرت! میں نے اتنا کام نہیں کیا جس کے عوض اس رقم کثیر کا مستحق ہو جاؤں...مروی ہے کہ آپ نے اپنے لڑکے کو دوسرے اُستاد کے پاس بھیج دیا کہ یہ شخص قرآن مقدس کی بے توقیری کرنے والا ہے...

میں کہتا ہوں اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس عادت و خصلت پر عمل نصیب ہوا ہے...میں نے بھی اپنے اُستاد شیخ حسن صبی کے ساتھ ایسا ہی کیا کہ ان کی حیات تک ان کو اور ان کی اولاد کو کپڑے دیتا رہا اور میں نے یہ خیال نہیں کیا کہ ان کا حق واجب مجھ سے ادا ہوا ہو...ایک دفعہ ۹۱۸ھ میں میں شیخ شمس الدین دمیاطی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ جا رہا تھا...انہوں نے ایک نابینا بوڑھے کو دیکھا کہ ان کی لڑکی ان کا ہاتھ پکڑے جا رہی تھی تو شیخ گھوڑے پر سے اُترے اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور بڑی دور تک ان کے ہمراہ پا پیادہ چلتے رہے...

جب واپس آئے تو میں نے اس شخص کے متعلق دریافت کیا، کہنے لگے میں نے بچپن میں ان کے پاس کچھ قرآن پڑھا ہے، اس لیے مجھے ہمت نہ ہوئی کہ ان کے پاس سے سوار ہو کر گزر جاؤں...حالانکہ شیخ شمس الدین مذکور کو اپنے علم اور صلاحیت کے باعث بادشاہوں کے پاس وہ جاہ و مقبولیت حاصل تھی کہ ان کے معاصرین میں سے ہم نے کسی کے لیے نہیں دیکھی...

حتیٰ کہ میں نے ایک دن قصرین کے درمیان ان کو دیکھا، لوگ ان کے ہاتھ چومنے کو جمع تھے اور جو آپ تک پہنچ نہیں سکتا تھا وہ اپنی چادر پھیلا کر آپ کی طرف ڈالتا...جب وہ آپ کے کپڑوں تک پہنچ جاتی تو پھر اس کو بوسہ دیتا جیسے کعبہ کے غلاف کے ساتھ لوگوں کا دستور ہے...اے دوست! ان باتوں کو یاد رکھ اور ان کی پیروی...والحمدللہ رب العالمین (اخلاق سلف)

حصول علم کیلئے اساتذہ کرام کا احترام

آقائے نامدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جن سے علم حاصل کروان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ...

بخاری میں مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ جو شخص پڑھنے میں حیا کرے یا تکبر کرے...وہ علم حاصل نہیں کرسکتا...حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے جس شخص نے مجھ کو ایک حرف بھی پڑھا دیا میں اس کا غلام ہوں خواہ وہ مجھے آزاد کردے یا بیچ دے... یحیٰی بن کثیر کہتے ہیں کہ علم تن پروری کے ساتھ حاصل نہیں ہوتا ہے...امام شافعی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم کو بے دلی اور استغناء کے ساتھ حاصل کرے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا... ہاں جو شخص خاکساری اور تنگدستی کے ساتھ حاصل کرنا چاہے وہ کامیاب ہوسکتا ہے...مغیرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے استاد ابراہیم رحمہ اللہ سے ایسے ڈرتے تھے جیسا کہ بادشاہ سے ڈرا کرتے ہیں...یحیٰی ابن معین رحمہ اللہ بہت بڑے محدث ہیں...

امام بخاری رحمہ اللہ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ محدثین کا جتنا احترام وہ کرتے تھے...اتنا کسی دوسرے کو کرتے میں نے نہیں دیکھا...امام ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ جو اُستاد کی قدر نہیں کرتا وہ کامیاب نہیں ہوتا... اس قصہ میں جہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اساتذہ کے ساتھ تواضع اور انکساری معلوم ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی علم کا شغف اور اہتمام بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس کسی حدیث کا ہونا معلوم ہوتا...

فوراً جاتے اس کو حاصل فرماتے خواہ اسمیں کتنی ہی مشقت محنت اور تکلیف اٹھانا پڑتی اور حق یہ ہے کہ بے محنت اور مشقت کے علم تو درکنار معمولی سی چیز بھی حاصل نہیں ہوتی اور یہ تو ضرب المثل ہے مَنْ طَلَبَ الْعُلٰی سَهِرَ اللَّيَالِي جو شخص بلند مرتبوں کا طالب ہوگا راتوں کو جاگے گا...(تحفۃ المدارس)

کتابوں کی طرف پیر دراز نہ کرے

طالب علم کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ کتاب کی طرف پیر دراز نہ کرے، اس سے کتاب کی بے ادبی ہوتی ہے اور تفسیر، حدیث، فقہ کی کتابوں کو بقیہ فنون کی کتابوں کے اوپر رکھے، کتاب ادب کے ساتھ اُٹھائے، کسی کو دے تو پھینک کر نہ دے اس میں کتاب کی بے ادبی ہے...(طلبا کیلئے تربیتی واقعات)

آلات علم کا ادب

طلبہ کو چاہیے کہ جس علم کو حاصل کر رہا ہے اس کی تو قدر ضرور کرے ہی اور ساتھ ساتھ علم کے آلات و ذرائع کی بھی قدر کرے... مثلاً قلم، کاغذ، تپائیاں، درسگاہ، روشنائی، خصوصاً کتابوں کا تو بہت ہی ادب و احترام ہونا چاہیے...

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک چمڑے کا بیگ تھا، کسی مخلص خادم نے بنوایا تھا اور چمڑا میں لفظ محمد اشرف علی کندہ کرا دیا تھا، اس کا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اتنا ادب کرتے تھے کہ حتیٰ الامکان نیچے اور جگہ بے جگہ نہ رکھتے تھے... ایک لفافہ پر روشنائی گر گئی تھی تو اس پر یہ لکھ دیا "بلا قصد روشنائی گر گئی" اور وجہ بیان فرمائی کہ یہ اس لیے لکھ دیا کہ قلت اعتناء پر محمول نہ کریں، جس کا سبب قلت احترام ہوتا...(حوالہ بالا)

ادب کی اہمیت

انسانی زندگی کے شب و روز کے اعمال مثلاً رہن سہن، میل جول اور لین دین کے عمدہ اُصول وضوابط کو آداب کہا جاتا ہے... ان آداب کی پابندی سے ہی انسان تہذیب یافتہ اور شائستہ لوگوں میں شمار ہوتا ہے... اگر معاشرے کا ہر فرد آداب زندگی کو ملحوظ رکھے تو دوسرے آدمیوں کو زیادہ آرام پہنچا سکتا ہے اور ان کی تکلیف و ناگواری کا باعث نہیں بنتا... یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ غیر مسلم اقوام نے مذہب ایک جگہ سے لیا اور

آداب دوسری جگہ سے لیے... مثلاً نصاریٰ نے مذہب انجیل سے حاصل کیا مگر آداب معاشرت روم اور یونان سے حاصل کیے جبکہ اسلام ایسا کامل و مکمل دین ہے کہ اس نے ایمان، عبادات، اخلاق اور آداب کے لیے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سرچشمہ اور ماخذ قرار دیا... یہی وجہ ہے کہ اسلام وحشی سے وحشی قوموں کے پاس قرآن اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لے کر گیا اور ان کو چند روز میں مہذب اور شائستہ بنا دیا...

دورِ حاضر کے اکثر مسلمانوں نے کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے اور زندگی گزارنے کے دوسرے طریقوں میں کفار و مشرکین کو اپنا امام و پیشوا بنا رکھا ہے... ان خدا فراموش انسانوں کا جو بھی طریقہ سامنے آتا ہے اسے لپک کر قبول کر لیتے ہیں اور بڑے فخر کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں... تعجب ہے کہ ایمان تو لائیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور طور طریقے پسند کریں ملحدوں اور نصرانیوں کے...

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے میں خفت محسوس کرنا احساس کمتری اور سراسر بیوقوفی ہے... ہمیں چاہیے کہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر مرمٹیں... اہل دُنیا کی نظروں میں باعزت ہونے کے خیال سے آخرت کی رفعت و عظمت کو نہ بھولیں... آخرت کی ذلت و رُسوائی بہت بڑی اور بہت بری ہے... بعض لوگ آداب کو اچھا تو سمجھتے ہیں لیکن اہم نہیں سمجھتے... یہ بڑی نادانی ہے... نبی علیہ السلام کا فرمان ہے: "اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ" (مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہترین ادب سکھایا)...

پس ہر مؤمن کو چاہیے کہ آداب زندگی سے اپنے اعمال کو زینت بخشے... یاد رکھیں کہ جو عمل بھی آداب سے خالی ہوگا وہ درحقیقت حسن و جمال سے خالی ہوگا... لہٰذا بارگاہ الٰہی میں ناپسندیدہ ہوگا... حدیث قدسی میں آیا ہے: "اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ"...... (اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے)...

قرآن مجید میں موت وحیات کی تخلیق کی غرض یوں بیان کی گئی ہے کہ

"خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً" (الملک:۲)

موت وحیات کو پیدا کیا تا کہ آزمایا جائے کہ تم میں سے کون اعمال کے لحاظ سے حسین تر ہے... معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اعمال کی کثرت کی بہ نسبت اعمال کا حسن زیادہ محبوب ہے... پس مؤمن کو چاہیے کہ ہر عمل میں آداب کی رعایت ملحوظ رکھے.. ایک روایت میں ہے:

"اَلدِّيْنُ كُلُّهُ اَدَبٌ"......(دین سراسر ادب ہے)...

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جس کو ادب کی توفیق نصیب ہوئی، اسے سعادت ملی اور جو ادب سے محروم ہوا اسے شقاوت ملی... گویا باادب بانصیب اور بے ادب بے نصیب... علمائے اُمت نے اہمیت ادب کے عنوان پر اس قدر خوبصورت باتیں کہی ہیں کہ ان میں بعض تو ضرب الامثال کا درجہ پا چکی ہیں... مثلاً "اَلْاَدَبُ جُنَّةٌ لِلنَّاسِ"......(ادب انسانوں کے لیے ڈھال ہے)...

"لَا مِيْرَاثَ كَالْاَدَبِ" (ادب جیسی کوئی میراث نہیں ہے) (باادب بانصیب)

ادب اور رحم دلی کا معاملہ

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں... سلف صالحین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ گناہگار اور مطیع ہر قسم کے مسلمان پر بلکہ تمام حیوانات پر شفقت رکھتے اور ایسے کام کرتے جن سے دوسروں کے ایمان میں خلل نہ پڑے... یہ سب سے اعلیٰ وصف ہے... اس پر عامل وہی ہوسکتا ہے جس کی بصیرت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے منور کیا ہو، پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں لوگوں کو اپنی جان سے زیادہ محبوب رکھتا ہے... یہی وجہ تھی کہ لوگ ان کے پاس رہنے میں از حد رغبت کرتے... یہاں تک کہ اکثر اوقات ان کے پڑوس والے مکان کی قیمت دوسرے مکانات سے بہت زیادہ بڑھا دیتے... عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، گھر کا ہمسایہ اگر کشادہ پیشانی، شیریں کلام ہو تو گھر کی قیمت بڑھ جاتی ہے... ابو مسلم خولانی رحمتہ اللہ تعالیٰ

علیہ بہت رحیم تھے... بسا اوقات آپ ایک قوم کے پاس سے گزرتے تو اس کو السلام علیکم نہ کہتے اور فرماتے میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ مجھے حقیر جان کر میرے سلام کا جواب نہ دیں گے تو میرے باعث گنہگار رہوں گے...

ابوعبداللہ مغاربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو گنہگار کو بنظر رحمت نہ دیکھے وہ طریق تصوف سے باہر ہے... ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال تھا کہ جو آپ پر سختی کرتا اس کے حق میں بددعا نہ کرتے اور فرماتے....

اس کو اپنے ظلم کی سزا ہی کافی ہوگی... عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مکان سے قریب جب کوئی مسافر اُترتا اور وہ سو جاتا تو آپ تمام رات صبح تک بیدار رہ کر اس کے اسباب کی نگرانی کرتے اور اس کو معلوم بھی نہ ہوتا...

مروی ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ! مخلوق میں سب سے زیادہ پیارا آپ کے نزدیک کون شخص ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! مجھے سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو مؤمن کے کانٹا چبھنے کی خبر پا کر اس طرح غمگین ہو کہ گویا وہ کانٹا خود اسی کے چبھا ہے...

سالم بن اَبی الجعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن سایہ میں بیٹھے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دھوپ میں تھے تو اس وقت جبریل علیہ السلام آئے اور فرمانے لگے کہ آپ کے لیے مناسب نہیں کہ آپ سایہ میں بیٹھیں اور آپ کے صحابہ دھوپ میں ہوں...

ابوعبداللہ بن عون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، سب سے پہلے اس اُمت سے شفقت اُٹھائی جائے گی... جب کسی مسلمان کو کوئی کام پیش آتا تو سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی ضروری حوائج کو روک کر اس کے لیے کوشش کرتے...

معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جو ہر روز اُمت محمدیہ کے لیے یہ دُعا کرے: ”اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اصْلِحْ اُمَّةَ

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"، یعنی اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر رحم فرما...اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی اصلاح فرما، اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے مصیبت دور فرما، تو اللہ تعالیٰ اس کو ابدال کے دفتر میں لکھ دیتا ہے...

اے دوست ان باتوں کو یاد رکھ اور رحم دلی میں اپنے بزرگوں کی اقتداء کرو... الحمد للہ رب العالمین...(اخلاق سلف)

دینی کتابوں کا ادب واحترام

جب کسی کام میں اس کے آداب وحقوق کی رعایت کی جاتی ہے....تو اس میں خیر و برکت ہوتی ہے.... بزرگوں نے لکھا ہے کہ جس طرح اُستاذوں کا ادب و احترام ضروری ہے....اسی طرح دینی علوم حاصل کرنے والوں کے لیے دینی کتابوں کا احترام کرنا ضروری ہے....

ادب واحترام سے علم خوب سمجھ میں آتا ہے اور علم سے عمل کی توفیق ہوتی ہے اور جو لوگ کتابوں کا احترام نہیں کرتے وہ علم کی روشنی سے محروم رہتے ہیں...

بے ادب محروم شد از فضل رب، پہلے دینی کتابوں کی عظمت دل میں قائم کریں اور پھر دینی کتابوں کو ادب واحترام کے ساتھ رکھیں اور اُٹھائیں، کتابوں کو نہ پٹخیں بلکہ آہستہ سے رکھیں جس طرح کانچ کے پیالہ کو رکھا جاتا ہے اور ادب کے ساتھ لیجائیں، ان کو پھینکیں نہیں، کتابوں کی طرف پاؤں نہ پھیلائیں، نہ ان پر پاؤں رکھیں، نہ ہی ان کی طرف پیٹھ کریں...ان پر ٹیک نہ لگائیں....

ان پر دوات، کپڑے رومال اور دیگر سامان نہ رکھیں حتیٰ کہ دینی کتابوں کو نیچے اور دیگر فنون کی کتابوں کو ان کے اوپر نہ رکھیں اور کتابوں کے اندر کاپیاں یا کاغذ یا کارڈ وغیرہ نہ رکھیں، ایسا بھی نہ کریں کہ خود چارپائی وغیرہ پر بیٹھ گئے اور

کتاب نیچے رکھ دی، کتابوں کو صاف ستھری اور اونچی جگہ پر رکھیں اور بیٹھنے کے کپڑے یا دری یا چٹائی پر نہ رکھیں....

بلکہ بہتر ہے کہ رومال بچھا کر رکھیں، کسی جگہ ننگی زمین پر نہ رکھیں، دائیں ہاتھ میں کتابوں کو اُٹھائیں اور تھیلی کی طرح لٹکا کر نہیں بلکہ سینہ سے ملائیں، بائیں ہاتھ میں کتاب اور داہنے ہاتھ میں جوتے نہ پکڑیں...

معذور شرعی نہ ہوں تو باوضو ہو کر دینی کتابوں کو چھونے کا اہتمام کریں، متعدد بزرگانِ دین کے تذکرے میں ہے کہ بلاوضو کسی کتاب کو چھوتے نہ تھے، حتیٰ کہ سادہ کاغذ بھی بلاوضو نہ چھوتے تھے، فقہاء نے دینی کتابوں کو یعنی تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابوں کو بلاوضو چھونا مکروہ لکھا ہے، البتہ اگر کوئی طالب علم ریاحی مرض میں مبتلا ہے یا سلس البول وغیرہ جیسی بیماری میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے اس کا وضو باقی نہیں رہتا تو ایسے شخص کے لیے بلاوضو چھونے میں کوئی حرج نہیں ہے...

البتہ قرآن پاک کی آیت جس جگہ لکھی ہو اس پر ہاتھ نہ رکھے، دینی کتابوں کے پھٹے پرانے اوراق یا اس کے ٹکڑے یا قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق یا ایسے کاغذات جس پر خدا اور رسول کے نام ان کی باتیں یا اسلامی نام ان پر لکھے ہوئے ہوں یا اور کوئی قابل احترام چیز تحریر ہو اور یہ سب اس حالت میں ہوں کہ ان سے فائدہ اُٹھانا ممکن نہ ہو تو ان کا بھی ادب واحترام کرنا چاہیے....

انہیں اُٹھا کر کس کتاب کے اندر یا مدرسہ میں جو جگہ اس کے لیے طے ہو وہاں رکھ دیں یا انہیں کہیں محفوظ جگہ پر گڑھا کھود کر دفن کر دیں یا ان سب کاغذات کو اکٹھا باندھ کر اور اس میں لنگر باندھ کر کسی پاک کنویں یا دریا میں ڈال دیں یا انہیں احتیاط سے جلا کر ان کی راکھ پاک وصاف لوٹے میں رکھ کر کسی دریا کے کنارے یا کسی محفوظ جگہ گڑھا کھود کر اس لوٹے کو گاڑ دیں... اللہ جل شانہ ہم سب کو کتابوں کا احترام نصیب فرمائیں... آمین (طلباء کیلئے تربیتی واقعات)

دینی کتاب کے ادب کا تقاضہ

شیخ الاسلام برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک صاحب کتاب کے اوپر دوات رکھنے کے عادی تھے تو ہمارے شیخ نے فرمایا کہ تم اپنے علم سے ہرگز کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے ہو، ایک عالم نے اپنے دو طالب علموں کو دو حال میں پایا، ایک تکیہ کا سہارا لیے مطالعہ کر رہا تھا اور دوسرا دوزانو مستعد بیٹھا کتاب دیکھنے میں مشغول تھا اور کچھ لکھتا بھی جاتا تھا جوہر شناس استاذ نے یہ ماجرا دیکھ کر اوّل کی نسبت فرمایا "**انه لا يبلغ درجة الفضل**" (یہ فضیلت کے کسی درجہ کو نہ پہنچے گا) اور دوسرے کی بابت فرمایا "**سيحصل الفضل و يكون له شان في العلم**" (یہ عنقریب فضل حاصل کرے گا اور اس کے لیے علم میں ایک بڑی شان ہوگی)...

ایک مرتبہ حضرت قاری صدیق قدس سرہ سہارن پور سے حضرت اقدس مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ رحمتہ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارن پور کے ہمراہ حکیم الامت کی خدمت میں تھانہ بھون جا رہے تھے، گاڑی کے اسی ڈبہ میں حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ شیخ التفسیر تشریف رکھتے تھے، حضرت قاری صدیق صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک لنگی میں کچھ کپڑے اور کتابیں باندھ لی تھیں، کتابیں نیچے تھیں اور کپڑے اوپر، حضرت نے تنبیہ فرمائی کہ ایسا نہ کرنا چاہیے...

امام حلوانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس علم کو تعظیم کے ذریعہ حاصل کیا، سادہ کاغذ بھی بغیر وضو کے ہاتھ میں نہیں لیا... حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کو ہم لوگوں نے سفر وحضر میں کبھی نہیں دیکھا کہ لیٹ کر مطالعہ کر رہے ہوں یا کتاب پر کہنی ٹیک کر مطالعہ میں مشغول ہوں بلکہ کتاب کو سامنے رکھ کر مؤدب انداز سے بیٹھتے... گویا کسی شیخ کے آگے بیٹھے ہوئے استفادہ کر رہے ہوں...

حضرت علامہ فرماتے ہیں کہ میں مطالعہ میں کتاب کو اپنا تابع نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ خود کتاب کے تابع ہو کر مطالعہ کرتا ہوں... (طلبا کیلئے تربیتی واقعات)

دُرود پاک سے متعلق چند آداب

1...دُرود شریف پڑھنے والے کو مناسب ہے کہ بدن اور کپڑا پاک صاف رکھے...

2...بے وضو دُرود شریف پڑھنا جائز ہے اور باوضو نُورٌ علیٰ نُور ہے (زاد السعید صفحہ ۲۱)

(۳) دُرود شریف پڑھتے وقت اعضاء کو حرکت دینا اور آواز بلند کرنا جہل ہے۔

چنانچہ فقہ کی فتاویٰ کی مشہور کتاب درمختار میں علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے رد اور اسکی مذمت کرتے ہوئے لکھا ہے...وَاِزْ عَاجُ الْاَعْضَاءِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ جَهْلٌ (جلد ۹ صفحہ ۵۱۹)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ جو رسم ہے کہ نمازوں کے بعد حلقہ باندھ کر بہت چلا چلا کر دُرود شریف پڑھتے ہیں قابل ترک ہے... (فضائل دُرود صفحہ ۸۷)

(۴) آپ کے نام نامی اسم گرامی سے قبل سیدنا کا لفظ بڑھا دینا افضل اور باعث ادب ہے چنانچہ علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے الدر المختار میں اسے مستحب قرار دیا ہے اور اس کا اضافہ ترک کے مقابلہ میں افضل قرار دیا ہے علامہ رملی شافعیؒ نے شرح منہاج النووی میں اسے مستحب قرار دیا ہے ظہیریہ نے اور علماء کرام کے ایک جم غفیر نے اسے ذکر کیا ہے (شامی صفحہ ۵۱۳)

اور حدیث پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ اَوَّلَ مَنْ يُشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ

ترجمہ: میں اولاد آدم کا سردار ہوں قیامت کے دن سب سے پہلے میں قبر سے نکلوں گا اور میں ہی سب سے پہلا شافع ہوں گا اور میں ہی پہلا ہوں گا جس کی شفاعت قبول کی جائے گی... (ابوداؤد، جامع الصغیر صفحہ ۱۶۱)

اسی طرح حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ ''میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں...(مختصرا، ترمذی، جامع الصغیر صفحہ ۱۶۱)

یعنی اس طرح دُرود پڑھنا افضل ہے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ اسی طرح آپ کے نام نامی سے قبل لفظ ''مولانا'' کا بڑھا دینا بھی اولیٰ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولیٰ ہونا حدیث پاک سے ثابت ہے... حضرت براء حضرت بریدہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ آقا ہیں...(جامع صغیر صفحہ ۵۴۴)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے مواہب میں آپ کے اسماء مبارکہ میں مولیٰ ''شمار کرایا ہے... یعنی اس طرح پڑھنا اولیٰ اور افضل و باعث ادب ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ...(برکات درود شریف کے حیرت انگیز واقعات)

ادب کی حقیقت

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں...''علم کا زیور ادب ہے اور ادب ان احتیاطی افعال اور تقوائے اعمال کا نام ہے جو افعال شرعیہ کی حفاظتی اور انتہائی حدود سے متعلق ہوں... پس ادب کا ابتدائی درجہ تو یہ نصوص شرعیہ کی عبارت پر عمل کرنا ہے اور اس کا آخری درجہ وہ ہے جو اس عمل کی مشق و تکرار سے انہی نصوص کی دلالت و اشارہ اور اقتضاء سے ذہن پر منکشف ہو اور اگر ظواہر نصوص کے تعبیری حکم کو فتویٰ کہا جائے گا تو اس دلالتی اشارتی اور اقتضائی حکم کو تقویٰ کہا جائے گا ...پس صحیح معنی میں ایک متادب اسی وقت ادب دان بنتا ہے جبکہ عملی طور پر اس کے سامنے ادب کے یہ تمام ظاہری و باطنی اور فتوائے و تقوائے احکام اور حدود موجود ہوں اور دل کی آمادگی اور امنگ سے ان پر عمل پیرا ہو یہاں تک کہ انجام کار ادب کی ذوقی حدود بھی اس پر منکشف ہو جائیں''...(جواہر حکمت)

مقام ادب

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں.. ''مقام ادب پر پہنچ کر نہ عبارت آرائی باقی رہتی ہے.... نہ تزئین الفاظ وفقرات.... نہ شستہ کلامی کے جذبات قائم رہتے ہیں..

نہ سلاست بیانی کے مروجہ رسوم باقی رہتی ہیں.... نہ بناوٹی تعظیم وتوقیر بلکہ سادگی و بے تکلفی کے ساتھ حقیقی عظمت وادب اور حقیقی اظہار ضمیر باقی رہ جاتا ہے ...جس میں زینت کے بجائے خلوص' آرائش کے بجائے فنائیت ومحویت باقی رہ جاتی ہے....جس طرح عشق کے لئے زبان کی ضرورت نہیں....وہ خود اپنے مقصد کا اظہار ہے اسی طرح ادب کے لئے اعلان ادب کی ضرورت نہیں بلکہ وہ خود ہی ایک مستقل ادب اور سرچشمۂ ادب ہے''..(جواہر حکمت)

ادب کی تعریف

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں..''ایسے ادب میں کہ جس میں جاہلانہ انداز سے محض رسوم شرعیہ کو رواجی انداز سے قائم رکھا جاتا ہے رسوم شرعیہ تو باقی رہ جاتی ہیں مگر حقائق شرعیہ کلیۃً گم ہو جاتی ہیں اس لئے الفاظ ورسوم ادب کا یہ بے روح نقشہ ایک مردہ لاشہ کی طرح ہو جاتا ہے.....

جس کا کوئی نفع نہ دنیا میں ظاہر ہوتا ہے.....نہ آخرت میں ظاہر ہے کہ یہ لفظی ادب اور رسمی توقیر نہ اہل اللہ اور نہ اہل ادب کا ہے....اور نہ ان کے شایان شان اور نہ ہی اسے جوہر عمل کہا جا سکتا ہے کہ جس کی شرعی حیثیت سے تحسین کی جا سکے..جوہر عمل اور روح تقویٰ وہی ادب ہے کہ جو ان رسمیات سے بالاتر رہ کر اپنے اندر ادب کی حقیقی روح رکھتا ہو''..(جواہر حکمت)

حاصل ادب

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں.. ''ادب کا حاصل یہ ہے کہ وہ سلسلہ مامورات میں تو محافظ فرائض اور سلسلہ منہیات میں مدافع محرمات ہے.. فرائض کے آداب امتثالی حدود کہلائیں گے اور محرمات کے آداب کو احترازی حدود کہا جائے گا. محرمات کے آداب بجالانے سے تو محرمات سے بچاؤ میسر آئے گا اور فرائض کے آداب بجالانے سے فرائض میں جماؤ میسر آئے گا.. فرائض کے آداب کی پابندی فرائض کی محبت دل میں جاگزیں کرے گی اور محرمات کے آداب کی پابندی محرمات سے نفرت دل میں بٹھائے گی اس لئے فرائض کے آداب تو درحقیقت تحلیہ کے وسائل ہیں جن سے نفس انسانی آراستہ ہوتا ہے اور محرمات کے آداب تخلیہ کے وسائل ہیں جن سے نفس انسانی کے جبلی عیوب ونقائص زائل ہو جاتے ہیں''..(جواہر حکمت)

زیور علم

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں.. ''علم کی غایت عمل ہے علم کا جوہر تقویٰ ہے اور علم کا زیور ادب ہے''..(جواہر حکمت)

احترامِ استاذ

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی ذات سے بڑی عقیدت اور شیفتگی تھی اور وہ ان کا ہمیشہ بڑا احترام کرتے تھے..امام شافعی رحمہ اللہ سوار ہوتے تو یہ ان کے پیچھے پیچھے پیدل ان سے سوالات کرتے جاتے تھے..

ان کا خود اپنا بیان ہے کہ میں نے تیس برس سے کوئی ایسی نماز نہیں پڑھی جس میں امام شافعی رحمہ اللہ کے لئے دعا نہ کی ہو..(البدایہ والنہایہ)

ادب واحترام گھر کو جنت بنادیتا ہے

گھر ایک ایسا معاشرتی مرکز ہے جو جنت کی تصویر بھی ہے اور دوزخ کا نمونہ بھی... قرآن کی رو سے دوزخ کی آگ کے شعلے چاروں طرف سے گھیرتے ہوئے نظر آتے ہیں... لیکن گھر کی دوزخ کے شعلے انسانوں کو نظر نہیں آتے... مگر وہ ان کو گھن کی طرح کھا جاتے ہیں ... بے چینی... اضطراب مایوسی... بے سکونی جیسی بہت سی کیفیات نے افرادخانہ کو اس قدر ایک دوسرے سے بیگانہ بنادیا ہے کہ حشر کا سا سماں معلوم ہوتا ہے... غصہ... حسد... تکبر... نخوت... غیبت... بغض وعناد.... جیسے سینکڑوں روحانی امراض نے افرادخانہ میں بے ادبی اور بداحترامی کو جنم دیا ہے... تحریر:....

یہی بے ادبی اور بداحترامی افراد میں عدم تعاون اور عدم مطابقت کا باعث ہے... گھر کا چھوٹا سا معاشرہ نظارہ جنت کی بجائے نظارہ دوزخ ہے... جب معاشرہ کے بیشتر گھروں میں یہ کیفیات نشوونما پاتی ہیں تو (باوجود ہر قسم کے بلند معیارِ زندگی کے) تمام معاشرہ بداخلاقیوں کا نمونہ بنتا ہے... یہی بداخلاقیاں افراد معاشرہ کے لیے ازخود اس دُنیا میں عذاب کا مؤجب بنتی ہیں... گو یا یہ عذاب فانی ہے... مگر وہ اِسی سے آنے والے ''ابدی'' عذاب کے مستحق بنتے چلے جاتے ہیں...

اس کے برعکس باہمی ادب واحترام وہ کنجی ہے جس سے ہر قسم کے تالے کھلتے چلے جاتے ہیں... یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس پر چل کر افراد میں محبت و پیار کے سُوتے پھوٹتے ہیں... ایثار اور قربانی کے جذبے کارفرما ہوتے ہیں... بغض وعناد کے شعلے ٹھنڈے ہوتے ہیں... احساساتِ محرومی پر صبر کرنا آتا ہے... ہر عمل پر بدنیتی... نیک نیتی میں تبدیل ہوتی ہے... باہمی احترام سے نیکیوں میں اضافہ اور بدیوں میں کمی آتی ہے... معیارِ زندگی کے حصول کی دوڑ ختم ہوتی ہے... احترام آدمیت کی تربیت کا شوق پیدا ہوتا ہے... قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی وحفاظت ہوتی ہے... انفرادیت کی

بجائے اجتماعیت جلا پاتی ہے... ہر فرد سب کے لیے اور سب ایک کے لیے سوچتے ہیں... ایک گھر ہی نہیں... بلکہ تمام معاشرہ، فلاح و بہبود کا نمونہ بنتا ہے...

یہ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے... با اَدب ہے تو با نصیب ہے... بے ادب ہے تو بے نصیب ہے... اس دُنیا میں بھی اور آنے والی دُنیا میں بھی... اچھے اعمال میں سلام کرنا بہت اچھا عمل ہے... غصہ... حسد اور بغض و عناد ختم ہوتا ہے... با ادب شخص کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے تو وہ عفو و درگزر سے کام لیتا ہے... وہ انتقام نہیں لیتا اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہے... اسے رشتوں کی پہچان ہوتی ہے... وہ محرم اور نامحرم کی تمیز کرتا ہے... وہ ہر شخص کے حقوق کی نہ صرف ادائیگی کرتا ہے... بلکہ ان کا محافظ بھی ہوتا ہے... الغرض وہ گھر کے چھوٹے سے معاشرے میں ادب و احترام کا ایسا بیج بوتا ہے... جس کی کھیتی وہ آنے والی دُنیا میں کاٹتا ہے... وہ گھر کی جنت میں ایسا خادم بنتا ہے... جس کی مثال اس دُنیا و مافیہا میں ملنا مشکل ہے...

تعلیم و تدریس کے مقدس راستے کی سب سے اہم مثلث بچہ، استاد اور سکول ہے... اگر اس مثلث کے تینوں زاویوں کا تعاون اور توازن برقرار رہے تو تعلیم و تدریس کی نشوونما معاشرے اور خصوصی طبقات کو چار چاند لگا دیتی ہے... بعینہٖ تعلیم و تدریس کی اس مثلث کے زاویوں میں نکھار کو قائم رکھنے کے لیے ایک اور مثلث بہت اہم کردار ادا کرتی ہے... یعنی بچے، والدین اور گھر... اگر اس مثلث میں کہیں بھی کوئی شکن اور جھول پیدا ہو تو علم نفسیات ایسے گھر کو "ٹوٹے ہوئے گھر" (Broken Home).. کی اصطلاح سے تشبیہ دیتی ہے... کیونکہ ایسے گھر کے ماحول کے شدید اثرات بچوں کی تعلیم و تدریس کے ماحول پر منفی نتائج کو جنم دیتے ہیں... اسی لیے کامیاب تعلیمی ادارے وہ ہیں... جن کی مثلث گھر کی مثلث سے ہمیشہ منطبق رہتی ہے...

والدین اور اولاد میں محبت بھی ایک کرشمہ ساز عنصر (Factor) ہے... محبت کا رَو (Flow) ہمیشہ اوپر سے نیچے کی جانب رہتا ہے... نیچے سے اوپر کی جانب

نہیں... انسان میں درحقیقت یہی وہ جبلت ہے... جس کی بناء پر آخری آسمانی کتاب میں اکثر احکامات اولاد کے لیے ہیں... خاص طور پر عہد بلوغ (Adolescence) میں اللہ نے بڑوں کے لیے نوجوانوں میں گستاخی کے جذبات جبلی طور پر سموئے ہیں... اس عہد زندگی یا کسی بھی عہد زندگی میں والدین کو ''اُف'' تک نہ کہنا ''جہادِ اکبر'' سے کم نہیں... دوسری جانب اگر والدین میں کسی لمحہ محبت اور شفقت کا لبریز پیمانہ خالی ہو جائے اور ہر حال میں معاف، درگزر اور بخشنے کی خدائی صفات ہاتھ سے چھوٹ جائیں تو ایسی صورت میں گھر سب کچھ ہونے کے باوجود ویران اور آثار عبرت کا نمونہ ثابت ہوتے ہیں...

کامیابی کے لیے ہر وقت اور ہر مقام پر دو چیزیں ضروری ہیں... ایک ایمان اور دوسرے نیک اعمال ایک بنیاد ہے اور دوسری عمارت... خوبصورت عمارت کے لیے مضبوط بنیاد کی اشد ضرورت ہے... اللہ نے انسان اور کائنات کو پیدا کیا... انسانوں میں باہمی ادب واحترام کی بنیاد، اللہ کا ادب واحترام ہے... اللہ کا ادب واحترام کیا ہے؟ اللہ کو محض اور محض ایک مانا جائے... اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے... اسی لیے شرک کو سب سے بڑی بے ادبی، بداحترامی، بدتمیزی اور ''ظلم عظیم'' کہا گیا ہے... مزید اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین... کسی سے کچھ نہ ہونے کا یقین ہو... کسی اور سے بات بننے کا یقین... اللہ کی سب سے بڑی بے ادبی ہے... اللہ کا بے ادب کسی اور کا ادب واحترام نہیں کرسکتا... دوسرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اُنہیں کے طریقوں میں کامیابی کا مکمل یقین ہو... غیروں کے طریقوں میں خدا کے رسول کی بے ادبی اور بداحترامی کا یقین ہو... الغرض ایمانیات ہوں... عبادات ہوں اور اخلاق ومعاملات ہوں... اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ادب واحترام کا ایک خاص معیار قائم کیا ہے... اس معیار کو قائم کیے بغیر باہمی ادب واحترام کا تصور کرنا غلط ہے... گھر ہو یا معاشرہ... اخلاق ومعاملات کے اس معیار کو مشعل راہ بنانا ہوگا... ورنہ جنت نہ یہ

دُنیا بنے گی اور نہ اُس دُنیا میں ملے گی...

جناب چوہدری عبدالخالق صاحب نور اللہ مرقدہ، (خلیفہ مجاز حضرت شیخ شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ) کے فرمودات سے ماخوذ (ماہنامہ محاسن اسلام ملتان)

ادب درحقیقت کہنا ماننا ہے

داراشکوہ اور عالم گیر رحمتہ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ دونوں کو تاج وتخت کی آرزو تھی... گو ایک کو دنیا کیلئے اور ایک کو ترقی دین کیلئے... کیونکہ عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ بزرگ تھے ان کو طمع دنیا کے لئے سلطنت کی خواہش نہ ہوگی... بہرحال دونوں کو بزرگوں سے دعا کرانے کا خیال دامنگیر تھا...

اور داراشکوہ کو تو ہر طرح کے فقیروں سے بہت ہی اعتقاد تھا... مگر ایسا ہی جیسا آج کل کے بدعتیوں کو ہوتا ہے کہ بھنگڑوں سنگڑوں کو ہی بزرگ سمجھتے ہیں... چنانچہ ایک دفعہ خبر ملی کہ کوئی بزرگ آئے ہوئے ہیں اور وہ واقعی بزرگ تھے... داراشکوہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے... بزرگ نے شہزادہ کی خاطر کی اور اس کے لئے اپنی مسند چھوڑ دی اور فرمایا شہزادے یہاں بیٹھو...

داراشکوہ نے تواضعاً عذر کیا... انہوں نے دوبارہ فرمایا... جب بھی عذر کیا کہ میری کیا مجال ہے جو بزرگوں کی جگہ قدم رکھوں فرمایا بہت اچھا... اور وہ اپنی مسند پر بیٹھ گئے... چلتے ہوئے دعا کی درخواست کی... مجھے گدی مل جائے فرمایا شہزادے ہم تو آپ کو گدی دے رہے تھے....

مگر افسوس! کہ تم نے اس کو رد کر دیا... اب تو داراشکوہ کو بڑا رنج ہوا کہ میں نے بڑی غلطی کی جوان کے اصرار کے بعد بھی مسند پر نہ بیٹھا... اب فکر یہ ہوئی کہ کسی طرح عالمگیر کو اس واقعہ کی خبر نہ ہو اور وہ ان کے پاس نہ آئے...

مگر عالمگیر بھی حاضر خدمت ہوئے... بزرگ نے ان کے واسطے بھی مسند

چھوڑ دی اول تو انہوں نے بھی عذر کیا... مگر جب انہوں نے دوبارہ کہا تو چونکہ صاحب علم تھے....

اس لئے الامر فوق الادب کہہ کر امتثال امر کیا اور مسند پر جا بیٹھے... چلتے ہوئے انہوں نے بھی تاج وتخت کے لئے دعا کی درخواست کی... تو بزرگ نے فرمایا کہ تخت تو آپ کو مل گیا مبارک ہو... یہی مسند تخت ہے باقی تاج میرے قبضہ میں نہیں ہے... پوچھا...

حضرت وہ کس کے قبضہ میں ہے کہا کہ وہ آپ کے ایک ملازم کے قبضہ میں ہے جو آپ کو وضو کراتا ہے اگر وہ اپنے ہاتھ سے آپ کے سر پر عمامہ یا ٹوپی رکھ دے تو تاج بھی آپ کو مل جائے گا...

عالمگیر نے سوچا کہ یہ کیا مشکل ہے وہ تو ملازم ہے اور بزرگ ومتقی آدمی عقدا جارہ کے لوازم سے انکار نہیں کرسکتا... جب ان کے سپرد ہی یہ کام ہے کہ وضو کرائیں اور کپڑے پہنائیں تو میرے کہنے سے وہ ضرور سر پر بھی ٹوپی یا دستار رکھ دیں گے (چنانچہ انہوں نے رکھ بھی دی جیسا آگے آتا ہے)

دوسرے خدا کو منظور ہی یہ تھا کہ عالم گیر کو تخت وتاج دونوں مل جائیں ورنہ ویسے کسی بادشاہ کی کیا مجال جوان حضرات پر زبردستی کرسکے... دیکھئے ظاہر میں تو یہ شخص عالمگیر کا نوکر تھا... مگر باطن میں اتنا زبردست کہ عالمگیر حصول تاج میں انکی نظر عنایت کے محتاج ودست نگر تھے۔

مبیں حقیر گدایان عشق راکیں قوم شہاں بے کمر وخسرواں بے کلہ اند

عشق کے فقیروں کو.... حقیر خیال نہ کرو... یہ لوگ بے کمر بادشاہ....اور بے تاج کے سلطان ہیں...''

غرض! عالمگیر اپنے مکان پر پہنچے اور تھوڑی دیر پھر اٹھے اور اسی ملازم کو آواز دی جو وضو کراتا تھا...وہ وضو کا پانی لے کر حاضر ہوا...عالمگیر نے عمامہ اتار کر وضو کرنا شروع

کیااور وضو کر کے حکم دیا کہ یہ عمامہ ہمارے سر پر رکھ دو اس نے عذر کیا کہ میری مجال جو آپ کے سر تک ہاتھ لے جاؤں کہا نہیں ہمارے سر پر رکھنا ہوگا... مجبور ہو کر ان کے سر پر عمامہ رکھ دیا... اوراس فقیر کا نام لے کر بہت کوسا کہ اس کمبخت نے میرا پردہ فاش کیا ...اس کے بعد وہ دہلی ہی سے غائب ہو گئے...

یہ حکایت میں نے اس پر بیان کی ہے کہ امتثال امر سب سے بڑا ادب ہے جیسا عالمگیر نے امتثال امر کیا اوراس کی برکت سے بادشاہ ہو گئے اور راز اس میں یہ ہے کہ ادب بھی تو اسی واسطے مطلوب ہے تا کہ محبوب کو یا اپنے معظم کو راحت ہو یا اس کا حق ادا ہو اور بعض وقت اس کو امتثال امر ہی میں خوشی ہوتی ہے گو بظاہر خلاف ادب ہو تو اس وقت امتثال امر ہی لازم ہے...(خطبات حکیم الامت ج ۹)

ادب جاننا اور ادب کرنا

تفسیر کبیر کے مصنف امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ کسی بزرگ نے ان کے بارے میں فرمایا ''ادب ندارد'' یعنی وہ ادب نہیں رکھتے' جب یہ اطلاع امام رازی رحمہ اللہ کو ملی تو امام رازی رحمہ اللہ نے ادب پر ایک ضخیم کتاب تصنیف کی اور اس بزرگ کی خدمت میں بھیج دی' کتاب دیکھ کر اس بزرگ نے فرمایا کہ وہ ادب جانتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے' اس لیے میں نے کہا ''ادب ندارد'' یہ نہیں کہا ''ادب نہ دانند''..(راہ علم کا مسافر)

علم میں برکت بزرگان سلف کے ادب سے ہوتی ہے

فرمایا کہ علمی تحقیقات پر زور دینے سے زیادہ فکر بزرگان سلف کے ادب واحترام کی کرنا چاہئے....اس سے اللہ تعالیٰ انسان میں ایک خاص بصیرت اور تحقیق کی شان بھی پیدا فرما دیتے ہیں... (ملفوظات ج ۲۴)

استاذ و شیخ کا ادب

حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی کی کسی کتاب میں نظر سے گزرا ہے کہ شیخ الاسلام محی الدین نووی شارح مسلم جب اپنے استاد کی خدمت میں حاضر ہوتے تو راستہ میں یہ دعا کرتے جاتے تھے کہ یا اللہ شیخ کے کسی عیب وکمزوری پر میری نظر نہ پڑے....

تاکہ ان سے استفادہ میں خلل نہ آئے... طالب مرید کے لئے یہ نصیحت بہت اہم ہے.... لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ استاد یا پیر سے کھلے طور پر گناہ کبیرہ اور حرام چیزوں کا ارتکاب دیکھتا رہے اور اعتقاد میں فرق نہ آئے...

ایسے حالات میں اس کی بزرگی کا اعتقاد حرام اور اس سے بیعت فسخ کرنا واجب ہے... حضرت رحمہ اللہ نے ایک اور موقع پر ایسے ہی معاملے میں فرمایا تھا کہ ایسے حال میں عقیدہ کا زائل ہو جانا واجب ہے.... مگر اس کی بھی بے ادبی سے اور گستاخی سے بچنا چاہئے... (محمد شفیع)

(ملفوظات حکیم الامت)

باب دوم

واقعات اسلاف

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں... حدیث میں آیا ہے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم مجمع میں اس طرح بیٹھتے کہ کوئی ناواقف آتا تو اس کو پوچھنا پڑتا من محمد فیکم صحابہ کہتے ھذا الابیض المتکئی متکے کے معنی ٹیک لگانے والے کے ہیں کسی وقت حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ہاتھ ٹیکے بیٹھے ہوں گے اس وقت یہ لفظ کہا گیا ہے اور اس کے یہ معنی نہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم تکئے پر بیٹھتے تھے... کیونکہ عربی زبان میں اتکا کے معنے مطلق ٹیک لگانے کے ہیں اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ اور مسند پر بیٹھا کرتے تو آنے والا شناخت ہی نہ کر لیتا کیونکہ ظاہر ہے کہ مجلس میں جو تکیہ پر بیٹھا ہوتا ہے وہی بڑا ہوتا ہے...

اور ہجرت کے واقعہ میں ہے کہ جب مسجد قبا میں آنے والے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دھوکہ میں مصافحہ کرتے رہے جب دھوپ چڑھ آئی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چادر تان کر کھڑے ہو گئے تب معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں... سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر سادگی سے رہتے تھے اب یہاں قابل لحاظ یہ بات ہے کہ معلوم ہونے پر دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے مصافحہ نہیں کیا نیز یہ کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف سے بچانے کے لئے خود ہی سب سے مصافحہ کیا...

کیا ادب ہے حقیقی ادب اس کو کہتے ہیں کس جان نثاری سے لوگ آئے تھے اور ان کے لئے مصافحہ کس درجہ نعمت غیر مترقبہ تھی مگر اپنی خواہش پوری کرنے کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کا زیادہ پاس کیا آج کل کا مصافحہ نہ تھا...آج کل تو لوگ غضب ہی کرتے ہیں ایک مرتبہ میں گردن جھکائے وظیفہ پڑھتا تھا ایک شخص آئے اور مصافحہ کے لئے کھڑے رہے میں نے آنکھیں بند کرلیں تاکہ وہ چلے جائیں مگر وہ اس پر بھی نہ گئے اور پکار کر کہا کہ مصافحہ میں نے بھی کہہ دیا کہ وظیفہ اور بعض لوگ کندھا پکڑ پکڑ کر کھینچتے ہیں کہ مصافحہ کرلیجئے مصافحہ کیا ہوا کہ بلائے جان ہوگیا اور پھر کتنا ہی کہئے کوئی سنتا نہیں ابھی ایک شخص کو منع کیا اور دوسرا اسی طرح مصافحہ کرنے کو تیار فرمایا اور یہ رسم بھی قابل اصلاح ہے کہ مسافر چلتے وقت جبکہ اسباب باندھتا ہوتا ہے اس وقت اس کو گھیرتے ہیں اس وقت اس کو مخلی بالطبع چھوڑ دینا چاہئے جب تک اسباب باندھے اس سے ہٹ کر ایک طرف بیٹھ جانا چاہئے ہاں اس کی اعانت کے واسطے اگر ایک دو آدمی پاس رہیں جن سے بے تکلفی ہو تو خیر جب تہیہ سفر کرچکے تو اطمینان سے مل لیں فقط...(ملفوظات حکیم الامت ج ۲۰)

سفر ہجرت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ادب

فرمایا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی ہے تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوئے ہیں... جب مدینہ پہنچے تو بغرض زیارت انصار جوق در جوق آنا شروع ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کرنا شروع کیا چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ معلوم ہوتی تھی اس لئے وہ لوگ یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہی ہیں... حضرت صدیق رضی اللہ عنہ برابر مصافحہ کرتے رہے اور انکار نہیں کیا کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تھکے ہوئے تھے...آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف سے بچایا...جب حضور صلی اللہ

علیہ وسلم پر دھوپ آئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی چادر سے سایہ کیا تب لوگ سمجھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں... حضرت یہ ہے خدمت کا طریقہ یہ باتیں ہیں جن سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے علوم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خلوص معلوم ہوتا ہے... آج کل لوگوں نے صرف جوتا اٹھا کر رکھ دینے کا نام محبت رکھا ہے چاہے اس سے تکلیف ہی پہنچے مگر اپنا دل راضی ہو جائے (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۵)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب

سفر ہجرت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب دیکھئے کہ مصافحہ سے انکار نہ کیا جو ان سے مصافحہ کرتا اس سے مصافحہ کر لیتے تھے اور یہ نہ کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہیں راحت رسانی اس کو کہتے ہیں ...اگر کوئی دوسرا اہم سوال ہوتا تو خود کبھی مصافحہ نہ کرتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو تکلیف دیتا سادگی یہ تھی جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے فعل سے ظاہر ہوتی ہے کہ ایسے موقعہ پر بڑوں کو کلفت سے بچانا چاہئے خود ہی مصافحہ کر لیا تو کیا حرج ہوا...

بزرگوں کی راحت رسانی کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے مگر آج کل تعظیم میں ایسا غلو کیا جاتا کہ راحت پہنچانے کی مطلق فکر نہیں کی جاتی غرض کہ لوگ آتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے جاتے تھے اور مصافحہ کرتے جاتے تھے اس وقت تک سب لوگ یہی سمجھتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی ہیں یہاں تک جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آنے لگی اس وقت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر ایک کپڑا لے کر آپ پر سایہ کرنے لگے جب صحابہ کو خبر ہوئی کہ آقا یہ ہیں اور جن سے ہم مصافحہ کرتے تھے وہ غلام ہیں پھر صحابہ کا ادب یہ تھا کہ دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرنے کا قصد نہیں کیا اگر آج کل کے لوگ ہوتے تو یہ معلوم کر کے کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے مصافحہ نہیں کیا بلکہ آپ کے خادم اور رفیق سے کیا ہے دوبارہ پھر آپ سے مصافحہ کرتے مگر حضرات صحابہ ان تکلفات سے بری تھے... تو اس واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ظاہر ہوا ہے اس سے غایت درجہ اتحاد معلوم ہوتا ہے کیونکہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو السلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے اور انہی سے مصافحہ کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا... (خطبات حکیم الامت ج ۲۱)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ادب

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے تاہم عمر میں کوئی زیادہ فرق نہ تھا... ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: "ء انت اکبر منی"...... (کیا آپ مجھ سے زیادہ بڑے ہیں؟)...... یہ الفاظ سنتے ہی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تڑپ اُٹھے اور عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم انت اکبر و اعظم انا اسن"

(اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بڑے ہیں اور مرتبہ والے ہیں، البتہ میری عمر زیادہ ہے)... اسی طرح کا ایک واقعہ اور بھی منقول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر کا تذکرہ کرتے ہوئے کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، تم بڑے ہو یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم؟ انہوں نے جواباً کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بڑے ہیں البتہ میں پیدائش میں ان سے پہلے ہوں... (کشف الغمہ للشعرانی)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام گفتگو میں بھی کوئی ایسا لفظ استعمال کرنا پسند نہیں کرتے تھے جس سے بے ادبی کا شائبہ ہو... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا جذبہ ان کے انگ انگ میں اس طرح سما چکا تھا کہ روانی کلام میں بھی خلاف ادب کوئی لفظ زبان سے نہیں نکلتا تھا... (باادب بانصیب)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دربار رسالت کا ادب

پہلا واقعہ

شمائل ترمذی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر کسی شدید ضرورت اور تقاضے کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا تو وہ ازراہ ادب اپنے ناخنوں سے کھٹکھٹایا کرتے تھے... مقصد یہ ہوتا کہ اطلاع بھی ہوجائے اور زیادہ آواز کہیں طبیعت میں گرانی کا باعث بھی نہ بنے...

دوسرا واقعہ

قریش مکہ کے سردار ابوسفیان کی بیٹی اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہوئیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی زوجیت میں قبول فرمالیا... ابوسفیان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے... جب معاہدہ حدیبیہ ختم ہونے کا وقت آیا تو قریش مکہ نے اس کی مدت میں توسیع کروانی چاہی... اس اہم کام کے لیے ان کی نظر انتخاب ابوسفیان پر پڑی... چنانچہ ابوسفیان قریش کے سفیر بن کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور اپنی بیٹی اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر وارد ہوئے...

ایک چارپائی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک بستر بچھا ہوا تھا... ابوسفیان نے جونہی اس پر بیٹھنے کا ارادہ کیا تو اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جلدی سے بستر سمیٹ دیا اور خالی چارپائی کی طرف اشارہ کیا کہ ابا جان تشریف رکھیں... ابوسفیان اس صورتحال کو صحیح طرح سمجھ نہ سکے... لہٰذا بیٹی سے پوچھا، کیا یہ بستر میرے قابل نہ تھا یا میں اس بستر کے قابل نہ تھا؟ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، ابا جان یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا ہے... ابوسفیان نے کہا، پھر کیا ہوا وہ تیرے شوہر ہیں تو میں تیرا باپ ہوں... اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا یہ تو ٹھیک ہے مگر آپ مشرک ہیں اور نبی علیہ

السلام کا بستر پاک ہے... مجھے گوارا نہیں کہ آپ کا نجس بدن میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لگے... اس واقعہ سے عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آداب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے...

تیسرا واقعہ

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خطبہ دینے کے لیے لکڑی کا ایک منبر بنایا گیا جس کے تین درجے تھے... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دینے کے لیے سب سے اوپر کے درجے پر بیٹھتے تو درمیانی درجے پر پاؤں مبارک رکھتے... جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو خطبہ دینے کے لیے درمیانی درجے پر بیٹھتے جبکہ پاؤں مبارک نچلے درجہ پر رکھتے... جب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو خطبہ دینے کے لیے سب سے نچلے درجے پر بیٹھتے جبکہ پاؤں زمین پر رکھتے... جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے منبر شریف کے درجات زیادہ کردیئے... جب خطبہ دینے کی ضرورت پیش آتی تو آپ رضی اللہ عنہ زیادت کے پہلے درجے پر کھڑے ہوا کرتے تھے... خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا یہ عمل ادب کے معاملے میں سند رکھتا ہے...

چوتھا واقعہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وصال مبارک سے پہلے جب مرض کا غلبہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں نمازوں کی امامت کروائیں... چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ میں سترہ نمازیں پڑھانے کا شرف نصیب ہوا... وصال مبارک سے دو روز قبل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز ظہر کی امامت کروا رہے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شدید علالت کے باوجود حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے کندھوں کا سہارا لے کر جماعت میں شمولیت کے لیے مسجد تشریف

لائے... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب اندازہ ہوا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں تو وہ دوران نماز مصلے سے پیچھے ہٹے...

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا ''پیچھے مت ہٹو'' پھر نبی علیہ السلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر بیٹھ کر نماز ادا فرمانے لگے... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے اور دوسرے تمام صحابہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرتے اور اس طرح یہ نماز مکمل ہوئی...

نماز سے فراغت حاصل ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا، آپ دوران نماز پیچھے کیوں ہٹے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''**ما کان لابن ابی قحافة ان یصلی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم**'' ...... (ابوقحافہ کے بیٹے کو یہ زیب نہیں دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نماز پڑھے)...

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عمل کے ذریعے یہ ثابت کر دیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ''**لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ**'' کے فرمان الٰہی پر کس بے ساختگی سے عمل کرتے تھے...

پانچواں واقعہ

ایک مرتبہ حضرت فضیلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ورع رضی اللہ عنہ تیر اندازی میں باہم مقابلہ کر رہے تھے... کسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو تیر اندازی میں مشغول دیکھ کر خوش ہوئے... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضیلہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے بنی اسماعیل! تم تیر اندازی کرو چونکہ تمہارا باپ تیر انداز تھا... تم تیر

پھینکتے جاؤ میں ابن ورع رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں...'' یہ الفاظ سنتے ہی حضرت فضیلہ رضی اللہ عنہ نے کمان رکھ دی اور عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابن ورع رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں تو ادب کی بنا پر میں مقابلے میں تیر نہیں پھینک سکتا... یعنی مقابلے کا لفظ برابری کے زمرے میں آتا ہے مجھے کہاں زیب دیتا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کروں گو کہ وہ تیر پھینکنے ہی میں کیوں نہ ہو... (بخاری شریف)

چھٹا واقعہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دسترخوان پر حاضر ہوتے تو اس وقت تک طعام کو ہاتھ نہ لگاتے جب تک نبی علیہ السلام شروع نہ فرماتے... چونکہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں غلام کا کسی کام میں پہل کرنا بے ادبی سمجھی جاتی ہے... اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کھانا کھانے میں بھی پہل نہ کیا کرتے تھے...

ساتواں واقعہ

ترمذی شریف کی ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ محفل نبوی کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں: ''جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کلام شروع فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم اس طرح سر جھکا لیتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں... جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو جاتے تب حاضرین میں سے کوئی ایک کلام کرتا اور دوران گفتگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث مباحثہ نہ کرتے...''

دُنیا کے بڑے بڑے امراء کی مجالس میں ان آداب کا مشاہدہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ان آداب کا تعلق قلبی محبت وعقیدت سے ہے... اہل دُنیا کو یہ نعمت کہاں نصیب... (باادب بانصیب)

امام مالک رحمہ اللہ کا ادب

پہلا واقعہ

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زندگی مدینہ منورہ میں بسر کی... جب قضائے حاجت کی ضرورت پیش آتی تو آپ شہر سے باہر حدود حرم تک جاتے اور اس طرح بیٹھ کر فراغت حاصل کرتے کہ جسم تو حدود حرم میں رہتا تاہم فضلہ حدود سے باہر گرتا... کسی کے پوچھنے پر فرمایا کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں مدینہ منورہ سے باہر میری موت واقع نہ ہو جائے... ایک طرف تو دیار حبیب سے اتنا لگاؤ اور دوسری طرف ادب کی یہ انتہا کہ اپنے جسم کی نجاست مدینہ منورہ کی مٹی میں شامل کرنا گوارہ نہیں... محبت و ادب کا یہ امتزاج بہت کم دیکھا گیا ہے...

دوسرا واقعہ

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں سے گزرتے ہوئے راستہ کے درمیان چلنے کے بجائے دیواروں کے قریب چلتے... پوچھنے پر فرمایا ممکن ہے کہ ان راستوں پر نبی علیہ السلام کے مبارک قدموں کے نشان موجود ہوں... اگر میرے قدم ان نشانوں پر آ گئے تو سخت بے ادبی ہوگی...

ایک شاعر نے کتنے خوبصورت الفاظ میں اپنا مافی الضمیر بیان کیا ہے:

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر　　نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

(آسمان کے نیچے عرش الٰہی سے بھی زیادہ نازک یہ ادب گاہ (روضۂ اقدس) ہے... جنید و بایزید رحمتہ اللہ علیہما جیسی ہستیاں بھی یہاں سانس روک کر حاضری دیتی ہیں)...

گویا اس بارگاہِ اقدس میں زور سے سانس لینا بھی بے ادبی ہے... حضرت نثار فتحی نے بھی کیسا خوبصورت شعر کہا ہے:

یہ شور تنفس بھی ہمیں بار ہوا ہے

تیسرا واقعہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا... آپ ہم سے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمارہے تھے... قرأت حدیث کے دوران آپ کا رنگ زرد ہورہا تھا مگر آپ نے حدیث مبارک کو قطع نہ کیا... جب آپ روایت حدیث سے فارغ ہوئے تو مجھے فرمایا تھا کہ ذرا میری کمر دیکھو؟ میں نے کپڑا اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بچھو نے سولہ مرتبہ ڈسا تھا... میں نے پوچھا کہ آپ نے بتا کیوں نہ دیا؟ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے لیے صبر کیا... (مواہب والشفاء بحوالہ باادب بانصیب)

چوتھا واقعہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ علم دین کی بے حد تعظیم وتوقیر فرمایا کرتے تھے جب کوئی حدیث بیان کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے وضو کرتے مجلس درس کے صدر مقام پر تشریف رکھتے، داڑھی کے بالوں میں کنگھی کرتے، خوشبو لگاتے، پُروقار بیٹھتے، پھر حدیث بیان فرماتے، لوگوں نے اس اہتمام حدیث سے متعلق استفسار کیا تو فرمایا کہ میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتا ہوں، آپ کا قول ہے کہ علم ایک نور ہے اللہ جسے چاہتا ہے یہ نور عطا کرتا ہے، کثرت روایت سے یہ نور حاصل نہیں ہوتا، علم کی یہ تعظیم وتوقیر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ کے جلال کی پوری معرفت حاصل تھی... (طلبا کیلئے تربیتی واقعات)

کتابوں کے احترام کی وجہ سے بخشش

ابوایوب سلیمان بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد کسی بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے کہا بخش

دیا، پوچھا کس بات پر؟ کہا میں ایک دفعہ اصبہان جا رہا تھا، راستے میں اچانک بارش نے گھیر لیا، میرے پاس کتابیں تھیں اور وہاں کوئی چھت یا سایہ دار جگہ نہ تھی، میں اپنی کتابوں کو بچانے کے لیے ان پر لیٹ گیا اور پوری رات اسی طرح گزار دی، صبح ہوئی تو بارش ہلکی ہو چکی تھی، خدا نے مجھے اسی بات پر بخشش کا پروانہ عطا فرما دیا...(طلبا کیلئے تربیتی واقعات)

خیر القرون میں عشق وادب کے نظارے

نبی اکرم و اجمل صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر قیام فرمایا، اس مکان کی دو منزلیں تھیں... حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ مع اہل و عیال اوپر والی منزل میں ٹھہرے جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نچلی منزل میں قیام پذیر ہوئے...

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ رات کو محو خواب تھے، اچانک آنکھ کھلی تو معاً دل میں خیال آیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیچے ہیں اور میں اوپر ہوں یہ تو صریحاً بے ادبی ہے... چنانچہ بستر سے اُٹھ کر کمرے کی دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑے رہے حتیٰ کہ صبح ہوگئی... جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری ہوئی تو بصد اصرار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر والی منزل میں ٹھہرایا اور خود مع اہل و عیال نیچے آ گئے...

ترمذی شریف کی ایک روایت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ محفل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشہ یوں بیان کرتے ہیں: ''جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کلام شروع فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس طرح سر کو جھکا لیتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں... جب آپ خاموش ہو جاتے تب حاضرین میں سے کوئی ایک کلام کرتا اور دورانِ گفتگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مباحثہ بھی نہ فرماتے...''

دُنیا کے بڑے بڑے امراء و سلاطین کی مجالس میں ان آداب کا مشاہدہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ان آداب کا تعلق قلبی محبت و عقیدت سے ہے، اہل دُنیا کو یہ نعمت کہاں نصیب!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے گفتگو فرماتے تھے پھر جب آپ کھڑے ہوتے تو ہم بھی (از راہِ ادب) کھڑے ہو جایا کرتے تھے... (نسائی، ابوداؤد)

امام بخاری اپنی کتاب ''الادب المفرد'' میں نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دو شخص نبی اطہر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت کی ظاہری نشانیوں کے متعلق دریافت کیا... جب نبی کریم علیہ السلام نے نشانیاں بیان فرما دیں تو انہوں نے آپ کے دونوں ہاتھ اور پاؤں ادب و محبت سے چومے اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں... (اس حدیث اور دیگر ایسی احادیث کی وجہ سے والدین یا اکابر کے ہاتھ چومنا تو بالاتفاق درست ہے پاؤں چومنے کے بارے میں بعض وجوہ سے اختلاف ہے)...

حضرت زراعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وفد عبدالقیس کے لوگ جب مدینہ طیبہ آئے تو جلدی جلدی اپنے کجاووں سے نکل کر نبی اکرم واطہر صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں اور پاؤں کو (وفورِ ادب و محبت سے) چومنے لگے... (احمد، ابوداؤد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں تشریف لائے اور منبر نبوی پر جو جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی تھی اسے ہاتھ سے مس کیا اور تبرکاً اس ہاتھ کو اپنے چہرے پر پھیر لیا... (شفاء، طبقات ابن سعد)

حضرت ابودُجانہ انصاری صحابی ہیں... رضی اللہ عنہ... دشمن کے تیروں کی جانب اپنی پشت کر کے اس طرح کھڑے ہو جاتے ہیں تاکہ کوئی تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان نہ پہنچا دے... یہاں تک کہ ان کی کمر چھلنی ہو جاتی ہے، اور گر پڑتے ہیں...

حضرت مصعب بن عمیر نشانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند کیے ہوئے ہیں، دشمن کے وار سے ہاتھ کٹ جاتا ہے تو دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں جب وہ ہاتھ بھی

کٹ جاتا ہے تو دونوں کٹے ہوئے ناتمام ہاتھوں سے علم نبوت کو سینے سے لگا کر تھام لیتے ہیں اور جب تک دشمن ان کو شہید نہیں کر دیتا علم گرنے نہیں دیتے... یہ حقیقت تھی اس شرابِ محبت کی جوان کے شفاف دلوں میں چھلک رہی تھی...

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈھال ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے...اس خوف سے ڈھال اُٹھانے کے لیے نہیں جھکتے کہ کہیں وہ جھکیں اور کوئی وار ان کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو جائے ہر وار کو اپنے ہاتھ پر ہی روکتے ہیں... یہاں تک کہ عاشق صادق کے دونوں ہاتھ زخموں سے شل ہو جاتے ہیں...

یہ عشق ان کے رگ و پے میں سما چکا تھا...فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا پاس تھا کہ جو لفظ زبانِ مبارک سے نکلتا اس کا پورا کرنا ان کا ایمان بن جاتا تھا...رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُلفت واتباع ان کا نصب العین تھا، آپ کی دل جوئی ان کی زندگیوں کا مقصد تھا...رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ان کا دشمن تھا اور آپ کا دوست ان کا دوست تھا...

"الحبُّ للّٰہ والبغض للّٰہ" کے حقیقی مصداق بن چکے تھے جس چیز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرتے تھے اس سے جمیع صحابہ محبت کیا کرتے تھے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفرت ہوتی صحابہ رضی اللہ عنہم بھی نفرت فرماتے...آپ کے وضو کا پانی ان کے لیے آب حیات تھا اور آپ کا لعاب دہن انہیں شفا بخشتا تھا، جب آپ باہر تشریف لے جاتے تو صحابیات آپ کی سلامتی کی دُعائیں مانگتیں اور عافیت واپسی کے لیے منتیں اور نذریں مانتی تھیں ان کی زندگی کی کل کائنات اللہ تعالیٰ کے بعد بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو تھے...

یہ کیفیت اسے ملتی ہے جسکے ہے مقدر میں مئے اُلفت نہ خم میں ہے نہ شیشہ میں نہ ساغر میں

(عشق رسول اور علماء دیوبند)

حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ کے ادب وخدمت کا انعام

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے...فرمایا اللہ پاک کو وہ بندہ پسند ہے جو متقی ہو اور مخلص اور اس کا دل ہدایت کا نور ہو، بال بکھرے ہوئے ہوں اور چہرہ گرد آلود... صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ بندہ کون ہے؟ فرمایا اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ ایسے لوگوں میں سے ہیں... صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اس کی کیا نشانیاں ہیں؟ فرمایا آنکھیں نیلگوں، بال سرخی مائل، سینہ چوڑا، قد میانہ، رنگ گندمی، نگاہ سجدے کی جگہ، لباس میں دو کمبل ہوں گے... اہل زمین میں گمنام ہوں گے مگر اہل آسمان میں ان کی شہرت ہوگی...

اگر اللہ تعالیٰ کی ذات پر قسم اُٹھالیں تو اللہ تعالیٰ اس کی لاج رکھیں گے... ان کے بائیں مونڈھے پر چھوٹا سا سفید داغ ہوگا... اللہ پاک ان کی شفاعت سے ربیعہ اور مضر قبیلوں کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر لوگوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے... اے عمر اور اے علی رضی اللہ عنہما جب تم ان سے ملو تو اپنے حق میں دُعا کرانا... اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائیں گے...

حضرت عمر رضی اللہ عنہ دورِ خلافت میں دس سال تک اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ کی تلاش میں رہے... جب آخری حج پر آئے تو لوگوں کو خطبہ دیا کہ اہل یمن کو بلائیں... یمن کے لوگ آپ کے پاس آگئے، فرمایا تم میں مقام قرن والے کھڑے ہو جائیں، باقی بیٹھ جائیں... ایک بوڑھا کھڑا رہا... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم خاص قرن کے ہو، جی ہاں... فرمایا کہ تم اویس کو جانتے ہو، کہا کہ نہیں... البتہ اس نام کا میرا ایک بھتیجا ہے لیکن وہ تو بہت گمنام، بے حیثیت اور بے وقعت ہے وہ شتر بانی کرتا ہے اور اس کو ہم کوئی اہمیت نہیں دیتے... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا اب وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ وہ اس وقت عرفات میں ہے...

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبارکباد دی کہ معلومات مل گئیں... پھر دونوں حضرات جلدی سے عرفات پہنچ گئے... دیکھا کہ ایک جگہ اویس کھڑا ہے اور نماز پڑھ رہا ہے، دونوں نے سلام کیا... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے نام کا پوچھا تو آپ بولے میرا نام عبداللہ ہے... حضرت عمر بولے عبداللہ تو ہر ایک ہے... ماں نے کون سا نام رکھا ہے؟

فرمایا کہ آخر آپ کو مجھ سے کیا کام ہے؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اویس قرنی کے بارے میں جو نشانیاں بتلائی تھیں وہ ساری دیکھ لیں، اب آپ بایاں مونڈھا دکھائیں... حضرت فاروق اور مرتضٰی رضی اللہ عنہما نے وہ سفیدی چوم لی اور فرمایا آپ یقیناً اویس ہیں... فرمایا ہمارے حق میں دُعا فرمائیں... آپ نے فرمایا کہ میں تو پوری انسانیت کے لیے دُعا کرتا ہوں اور آپ کے لیے بھی...

اویس نے فرمایا کہ اب آپ بھی اپنا تعارف فرمائیں... سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور میں علی بن ابی طالب ہوں یہ سن کر اویس ادب سے کھڑے ہو گئے... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں مکہ سے آپ کے لیے ضرورت کا سامان بھجواتا ہوں... فرمایا اس کی ضرورت نہیں یہ دو کمبل میرے لیے کافی ہیں اور اونٹوں کی اُجرت میرے لیے کافی ہے... پھر فرمایا ہمارے سامنے دُشوار گزار گھاٹی ہے... اس کو وہ شخص پار کرے گا جو ہلکا پھلکا ہو گا (یعنی دولت مند نہ ہو) پھر فرمایا کہ حضرت یہ آپ کی اور میری آخری ملاقات ہے... پھر میرے پاس تشریف نہ لانا کیونکہ اس سے مجھے شہرت مل جائے گی، پھر لوگ مجھے تنگ کریں گے، پھر اویس نماز میں مشغول ہو گئے... اویس قرنی جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑے اور شہید ہو گئے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اویس خیر التابعین میں سے ہے... (حوالہ از روح الریاحین از امام عبداللہ یافعی بحوالہ درنایاب)

علم کیلئے مجاہدہ وادب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ زمانہ طالب علمی میں ایک دن سبق میں غیر حاضری ہوگئی، اُستاذ کو تعجب ہوا، فکر ہوئی کہ کیوں نہیں آئے، وہ تو کبھی ناغہ کرتے نہیں تھے اس زمانے میں آج کی طرف دارالاقامہ کی شکل کے مدرسے تو تھے نہیں طلبہ رہنے کھانے کا انتظام اپنا خود کرتے تھے، اللہ جل شانہ نے آج کل مدرسوں کی یہ سہولتیں پیدا فرما دیں، اس پر شکر یہ ادا کرنا چاہیے... الغرض امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی غیر حاضری کی وجہ سے اُستاذ کو فکر ہوئی، ایک شاگرد کو بھیجا تحقیق کر کے آؤ کیا بات ہے، کیوں نہیں پڑھنے آئے، معلوم ہوا کہ ان کے پاس کپڑے نہیں، ننگے بدن کیسے آئیں؟ بدن پر جو کپڑے تھے ایک شخص سے قرض لیا تھا پاس میں پیسے نہیں، انہیں کپڑوں سے قرض ادا کر دیا...

حدیث پاک پڑھی تھی کہ مقروض کا انجام اچھا نہیں ہوگا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقروض کی نماز جنازہ نہ پڑھتے تھے، قیامت کے روز قرض والے کو مقروض کی نیکیاں دلا دی جائیں گی، میں نے سوچا کہ اسی حال میں میرا انتقال ہوگیا تو میرا کیا حشر ہوگا... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث پر اتنا عمل اور موت کا اتنا استحضار تھا جو پڑھتے جاتے اس پر عمل کرتے جاتے، یہ سوچا کہ یہاں تو قرض میں روپیہ دینا ہوگا اور وہاں نیکیاں لی جائیں گی، ادائیگی قرض کے لیے میرے پاس پیسے تو تھے نہیں بس یہی ایک جوڑا کپڑا تھا اسی سے قرض ادا کر دیا، اب پہننے کے لیے کپڑے نہیں کیسے پڑھنے آؤں اور کسی سے کچھ مانگنے اور احسان لینے کو غیرت گوارہ نہیں کرتی... ان سے پوچھا گیا آپ ہی بتائیں کیا شکل کی جائے؟ فرمایا مجھ سے کچھ کام لے لیں کچھ لکھوالیں اور اس کی اُجرت مجھ کو دے دیں، چنانچہ یہ صورت اختیار کی گئی...

یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جن کے تقویٰ کا یہ عالم تھا مقروض بھی ہوتے تھے تو کیا

کھانے پینے کی وجہ سے؟ قلم ودوات کی وجہ سے مقروض ہوئے ہوں گے... آج طلبہ مقروض ہوتے ہیں جلیبی، پکوڑی، تمباکو، چائے، پان کے کھانے کی وجہ سے قرض کو آسان سمجھ رکھا ہے... اگر آج ہم نیک بننا چاہیں تو کیا نہیں بن سکتے، تقویٰ دیانت شرط ہے، مدارس خالی پڑے ہیں، تقویٰ دیانت داری کے بغیر محض علم سے کچھ نہیں ہوتا، محض بلب سے کیا ہوتا ہے جب کنکشن نہ ہو... (طلبا کیلئے تربیتی واقعات)

ادب واحترام کے انوار وبرکات

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی ''الجامع الصحیح'' کے اندر کتاب العلم کے تحت ایک باب رقم کیا ہے جس کا عنوان ہے ''باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اللّٰھمّ علمه الکتاب'' جس کا مطلب ہے ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دُعاء دینا کہ اے اللہ! تو اس کو قرآن کریم کا علم عطا فرما...'' اس دُعائیہ جملے کے پس نظر میں ایک واقعہ ہے جس کی طرف اشارہ کر کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ

نہ کتابوں سے، نہ مدرسہ سے، نہ زر سے پیدا علم ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

یعنی حضراتِ اساتذہ کرام کی توجہ اور ان کی مشفقانہ مقبول دُعاؤں کی برکت سے علم حاصل ہوتا ہے... چنانچہ واقعہ کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما علم حاصل کرنے کے لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بھی خوب کیا کرتے تھے اور واضح رہے کہ عموماً اساتذہ کرام کی دُعائیں خدمت کے نتیجے ہی میں ملتی ہیں... چنانچہ ایک بار نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام رات کے وقت قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے... حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پانی کا لوٹا بھرا اور لے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کے لیے قریب ہی رکھ دیا... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تقاضے سے فارغ ہوئے تو موقعہ ضرورت پر پانی رکھا ہوا دیکھا، آپ علیہ السلام نے طہارت حاصل فرمائی... (طلبا کیلئے تربیتی واقعات)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کیلئے علم کی دُعاء

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس خدمت پر خوش ہو گئے اور پھر اپنے سینہ اطہر سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو چمٹا لیا اور یہ دُعاء فرمائی: "اے اللہ! اس کو قرآن کریم کا علم عطا فرما..." چنانچہ یہ دُعاء پیغمبر کی دُعاء تھی جو بلاشبہ مقبول تھی، ایسی مؤثر بات ہوئی کہ اللہ جل شانہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو رئیس المفسرین بنا دیا... چنانچہ قرآنی علوم سے متعلق کبار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ سے رجوع کیا کرتے تھے... (حوالہ بالا)

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا ادب

صحابہ ایسے مودب تھے کہ جو ضروری باتیں پوچھنا بھی چاہتے تھے تو کئی کئی دن تک نہ پوچھتے... یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے بعض دفعہ فرشتہ کو بصورت انسان بھیجا اور اس نے وہ سوالات کئے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں تھے تاکہ لوگوں کو علم ہو یہ ان کے ادب کی برکت تھی کہ حق تعالیٰ نے خود ان سوالات کو حل فرما دیا چنانچہ حدیث جبریل ایک مشہور حدیث ہے جس کا خلاصہ یہی ہے کہ جبرئیل بصورت انسان آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کئے اور اس سے غرض یہی تھی کہ لوگوں کو ان باتوں کا علم ہو جائے... ادب کی یہ برکت ہے کہ خود خدا تعالیٰ کی طرف سے ضرورت پوری کی گئی (خطبات حکیم الامت ج ٦)

کمال ادب

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیس سال تک حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا... خلوت وجلوت میں آپ کو دیکھا... مگر آپ کو کبھی ننگے سر نہ دیکھا... اور نہ آپ کو آرام کے لیے پاؤں پھیلاتے دیکھا... میں نے ایک روز عرض کیا کہ اگر خلوت میں آپ آرام کے لیے پاؤں پھیلا لیں تو کیا حرج ہے؟ فرمایا خلوت میں خدا کے ساتھ ادب سے رہنا زیادہ مناسب ہے (یادگار واقعات)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے یہاں مخالف مسلک کا احترام

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نکسیر پھوٹنے اور حجامت (پچھنے) لگوانے سے وضو ضروری ہو جاتا ہے.... ان سے ایک بار پوچھا گیا کہ امام کے بدن سے خون نکلا اور اس نے وضو نہیں کیا.... کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

آپ نے جواب دیا: ''امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیچھے میں کیسے نماز نہ پڑھوں؟'' (اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب صفحہ ۱۰۹)

اہلِ علم کا ادب واحترام

امام ابوعبید القاسم بن سلّام المتوفی ۲۲۴ھ نے اپنی طالب علمی کے زمانہ کے حالات میں لکھا ہے کہ میں جب بھی کسی محدّث یا عالم کے پاس حاضر ہوا کبھی باہر سے آواز یا دستک نہیں دی بلکہ ہمیشہ باہر کھڑے ہو کر ان کے از خود باہر تشریف لانے کا انتظار کیا... اور میں نے اہلِ علم کے احترام کا یہ طریقہ قرآن کریم کی اس آیت سے سیکھا ہے...

وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْراً لَّهُمْ (الحجرات: ۵)

(اور اگر یہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود باہر ان کے پاس آ جاتے تو یہ ان کیلئے بہتر ہوتا)

جیسا کہ علامہ داودی کی ''طبقات المفسرین'' میں لکھا ہے کہ یہ اہل علم کا بہت اچھا ادب ہے اس میں حضرت عبداللہ بن عباس کو سبقت حاصل ہے کہ آپ حضرت زید بن ثابت کے گھر کے دروازے کے پاس ان کے انتظار میں کھڑے رہے باوجودیکہ تیز ہوا آپ کے چہرہ کو گرد آلود کر رہی تھی.... جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اگر آپ پیغام بھیج دیتے تو میں آپ کے پاس آ جاتا تو حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا ''علم کے پاس چل کر آیا جاتا ہے''... (فضائل القرآن لابی عبید القاسم)

اللہ رب العزت کے نام کا ادب

ایک بزرگ حضرت بشر بن حافی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ آپ کی اللہ کے ہاں مقبولیت کا کیا سبب ہے اس لئے کہ آپ کا نام لوگوں میں اس طرح مشہور ہے جیسے کسی نبی کا نام ہوتا ہے... فرمانے لگے:

یہ محض اللہ رب العزت کا فضل ہے اس میں میرا کوئی کمال نہیں... میں ایک گناہگار اور عیاش طبیعت آدمی تھا... ایک مرتبہ راستے سے گزرتے ہوئے ایک کاغذ پر نظر پڑی... میں نے وہ کاغذ اٹھا کر دیکھا تو اس میں...

... بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ... لکھا ہوا تھا... میں نے اس کاغذ کو صاف کر کے اپنی جیب میں رکھا... میرے پاس اس وقت صرف دو درہم تھے اور ان دو درہموں کے علاوہ میں کسی اور چیز کا مالک نہ تھا... میں عطر فروش کی دکان پر گیا اور ان دو درہموں سے میں نے... غالیہ... خوشبو خریدی... (غالیہ ایک خوشبو ہے جو مشک... عنبر... عود اور دُہن سے ملا کر بنائی جاتی ہے) اور وہ خوشبو اس کاغذ میں مل دی... اس رات جب میں سویا تو خواب میں میں نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا:

یَا بِشۡرَبۡنَ الۡحَارِثِ! رَفَعۡتَ اسۡمَنَا عَنِ الطَّرِیۡقِ وَطَیَّبۡتَہٗ لَأُطَیِّبَنَّ اسۡمَکَ فِیۡ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ...

ترجمہ: اے بشر بن حارث! تو نے ہمارے نام کو راستے سے اٹھا کر صاف کر کے معطر کیا ہے... ہم تیرے نام کو دنیا و آخرت میں معطر کریں گے... (کتاب التوابین للعلامہ مقدسی: ۲۲۶)

حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کا ادب

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ زمین پر ننگے پیر پھرا کرتے تھے جوتے اس لیے نہیں پہنتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرش ہے اس پر جوتے پہن کر چلنا بے

ادبی ہے جب سے انہوں نے ننگے پیر پھرنا شروع کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی خاطر سب چرندوں اور پرندوں کو حکم دے دیا کہ شہر بغداد کے اندر کوئی بیٹ نہ کرے... کسی بزرگ نے ایک دن بیٹ پڑی دیکھی تو فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آج بشر حافی کا انتقال ہوگیا... چنانچہ بعد کو تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ اسی وقت انتقال ہوا تھا بس ادھر انتقال ہوا اُدھر پرندہ سے بیٹ کی قید اُٹھ گئی... (ملفوظات حکیم الامت ج۹)

ادب کی برکت

حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کی توبہ کی ابتدا اس طرح سے ہوئی کہ ایک روز جوانی کی مستی میں اٹھکیلیاں کرتے ہوئے جارہے تھے کہ زمین پر ایک کاغذ پڑا ہوا پایا اٹھا کر دیکھا تو اس پر بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ لکھا ہوا تھا... آپ تعظیم کے ساتھ اسے لے گئے اور معطر کر کے پاک جگہ پر رکھ دیا... رات کو خواب میں دیکھا کہ اللہ رب العزت آپ سے فرمارہا ہے... "اے بشر تو نے میرے نام کی تعظیم کی اور اسے معطر کیا مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تیرے نام کی خوشبو دنیا اور آخرت دونوں میں پھیلا دوں گا"... آپ نے اٹھ کر نافرمانی اور آوارگی کی راہ سے توبہ کی اور اخلاص کے ساتھ بندگی اور تقویٰ کی راہ اختیار کر کے بزرگی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے... (ماہنامہ محاسن اسلام ملتان)

اللہ تعالیٰ کے نام کا ادب

معروف بزرگ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کی جوانی عام دنیادار آزاد منش آدمی کی طرح بسر ہوئی ہمہ وقت نشہ میں سرشار اور شراب و کباب میں گرفتار رہتے...

ایک مرتبہ آپ راستہ سے گزر رہے تھے کہ ایک کاغذ پڑا ہوا دیکھا جس پر اللہ کا نام لکھا ہے آپ نے جلدی سے اٹھایا اور ادب و احترام سے اسے صاف کیا، چوما اور آنکھوں سے لگالیا اور فرمایا یہ نام نامی میرے مالک محسن کریم ورحیم کا ہے... پھر اسے مشک

خالص سے معطر کر کے عمدہ کپڑے میں لپیٹ کر دیوار کی بلند و محفوظ جگہ میں رکھ دیا...

بشر حافی رحمہ اللہ کی یہ ادا اللہ کریم کو پسند آئی... خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ اے بشر! تم نے ہمارے نام کو خوشبو سے معطر کیا ہم تمہارے نام کو دنیا و آخرت میں معطر کر دیں گے... بعض کتب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو الہام (دل میں خدائی خیال) ہوا کہ جلدی جاؤ اور بشر حافی کو خوشخبری سناؤ کہ تم نے ہمارے نام کی تعظیم کی اور گرد و غبار سے صاف کر کے عمدہ مقام پر رکھ دیا ہم نے تجھ کو گناہوں کے گرد و غبار سے پاک کر کے فرش تا عرش تیرا نام بلند کر دیا...

آپ کی رحلت کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ ایک باغ میں ہیں دستر خوان بچھا ہوا ہے اور بشر حافی اس پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے ہیں... خواب دیکھنے والے نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم فرمایا اور بخش دیا اور مجھے حکم دیا کہ تمام جنت میں جہاں چاہو رہو اور کھاؤ پیو، کیونکہ دنیا میں تم اپنے نفس کو خواہشات کی پیروی سے روکتے تھے... (ماہنامہ محاسن اسلام ملتان)

باادب شہزادہ

ابو محمد الیزیدی نے بیان کیا کہ میں مامون الرشید کا اتالیق تھا جب کہ وہ سعید الجوہری کی گود میں (یعنی زیر تربیت) تھا میں ایک دن آیا جب کہ وہ محل کے اندر تھا میں نے اس کے پاس اس کے ایک خادم کو بھیجا کہ میرے موجود ہونے کی اس کو اطلاع کر دے مگر اس نے آنے میں دیر کی پھر میں نے دوسرا بھیجا تو اس نے پھر دیر کی تو میں نے سعید سے کہا کہ یہ لڑکا اکثر اوقات کھیل میں لگا رہتا ہے اور آنے میں دیر کرتا ہے اس نے کہا ہاں اور اس کے ساتھ ایک حرکت یہ بھی کہ جب وہ آپ سے جدا ہوتا ہے تو اپنے خدمت گاروں کے سر ہو جاتا ہے اور وہ اس سے سخت تکلیف

اٹھاتے ہیں تو آپ اس کو ادب سکھائیں.. میں انتظار میں بیٹھا رہا.. جب وہ باہر نکلا تو میں نے حکم دیا کہ اس کو اٹھالائیں تو میں نے اس کے سات درّے مارے کہ وہ رونے کے لئے اپنی آنکھوں کو ملنے لگا..

اتنے میں اطلاع پہنچی کہ جعفر بن یحییٰ (برمکی وزیر) آ گئے تو مامون نے فوراً رومال لے کر اپنی دونوں آنکھیں پونچھیں اور اپنے کپڑوں کو ٹھیک کر کے فرش کی طرف بڑھا اور اس پر چوکڑی لگا کر بیٹھ گیا.. پھر خدام سے کہا اس کو آنا جانا چاہئے اور میں مجلس سے اُٹھ کر باہر آ گیا.. مجھے یہ ڈر ہو گیا کہ یہ جعفر سے میری شکایت کرے گا تو وہ میرے ساتھ تکلیف دہ معاملہ کرے گا.. (وزیر جعفر اندر آ کر مامون سے ملا) تو اسکی طرف منہ کر کے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ اس کو بھی ہنسایا اور خود بھی ہنستا رہا.. پھر جب (وزیر کے ساتھ) سیر کے لئے جانے کا ارادہ کیا تو اپنا گھوڑا طلب کیا اور اپنے غلاموں کو تو وہ سب اس کے سامنے دوڑ بھاگ کرنے لگے پھر میرے بارے میں سوال کیا تو میں آیا تو مجھ سے کہا میرا بقیہ سامان (تعلیم کا) آپ لے لیجئے..

میں نے کہا اے امیر اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے مجھے یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ تم میری شکایت جعفر بن یحییٰ سے کرو گے اور اگر تم نے ایسا کیا تو اسکا طرزِ عمل مجھ سے سخت ہوگا تو جواب ملا کہ اے ابو محمد کیا تم نے مجھے دیکھا ہے کہ میں نے ہارون الرشید کو بھی کبھی ایسے امور سے باخبر کیا ہو تو جعفر بن یحییٰ سے کیسے قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ میں اس کو اطلاع دیتا اس میں کوئی شک نہیں کہ میں ادب کا حاجتمند ہوں.... ایسی صورت میں اللہ تمہاری خطائیں معاف فرمائے تمہارا گمان کس قدر بعید از قیاس اور تمہارا دل غلط وہم میں مبتلا ہے.. آپ اپنا کام کیجئے جو خطرہ آپ کے دل میں پیدا ہوا ایسا آپ کبھی نہ دیکھیں گے خواہ آپ اس عمل کا اعادہ روزانہ سو مرتبہ کریں.. (کتاب الاذکیاء بحوالہ یادگار واقعات)

ادب سے مغفرت

ایک بزرگ کی وفات کے بعد ایک دن کسی نے انہیں خواب میں دیکھا اور پوچھا ..اللہ تعالیٰ ۔ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا..اللہ نے میری مغفرت فرمادی.. پوچھا کس عمل پر؟ انہوں نے جواب میں فرمایا ایک روز میں اصفہان جارہا تھا.. راستے میں زور کی بارش شروع ہوگئی..مجھے سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ میرے ساتھ کچھ کتابیں ہیں..اگر وہ ضائع ہوگئیں تو میری ساری پونجی لُٹ جائے گی.. قریب میں کوئی ایسا سائبان یا چھت نہ تھی جس کے نیچے پناہ لی جاسکے..

چنانچہ میں نے اپنے جسم کو دہرا کر کے کتابوں پر سایہ کردیا تا کہ وہ حتی الامکان بارش سے محفوظ رہیں.. بارش ساری رات جاری رہی اور میں ساری رات اسی حالت میں بیٹھا رہا..صبح کے وقت بارش رُکی تو میں سیدھا ہوا..بس اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی وجہ سے میری مغفرت کی..یہ بزرگ امام ابوایوب سلیمان بن داوٗد شاذ رحمۃ اللہ علیہ تھے..(ماخوذ از تراشے)

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا کمال ادب

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے ان کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک دن ان سے کہا کہ آپ میرے ساتھ کھانا کیوں نہیں کھاتے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں اس لئے نہیں کھاتا کہ کھاتے وقت میں لقمہ پہلے اٹھالوں یا زیادہ اٹھالوں اور بے فرمانوں میں شمار ہوجاؤں...

حضرت حسن رضی اللہ عنہ والدہ محترمہ کا اس قدر ادب فرماتے پھر ان کو والدہ صاحبہ نے اجازت دیدی تھی کہ لقمہ پہلے اٹھانے اور زیادہ کھانے کی میری طرف سے اجازت ہے...(ہزار پر تاثیر واقعات)

قرآن کریم کا ادب اور اس کا صلہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ ایک بزرگ نے سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد انہیں خواب میں دیکھا' پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا' جواب دیا کہ ایک رات میں کسی قصبہ میں مہمان تھا..... جس مکان میں ٹھہرا تھا وہاں طاق پر قرآن شریف کا ایک ورق رکھا تھا..... میں نے خیال کیا یہاں ورق مصحف رکھا ہوا ہے' سونا نہ چاہیے..... پھر دل میں خیال آیا کہ ورق مصحف کو کہیں اور رکھوا دوں اور خود یہاں آرام کروں پھر سوچا کہ یہ بڑی بے ادبی ہوگی کہ اپنے آرام کی خاطر ورق مقدس کی جگہ تبدیل کروں' اس ورق کو دوسری جگہ منتقل نہیں کیا اور تمام رات جاگتا رہا میں نے کلام پاک کے ساتھ جو ادب کیا اس کے بدلے حق تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا..... (دلیل العارفین مجلس پنجم ص ۲۲)

تلاوت قرآن کا ادب

امام ابو یوسف رحمہ اللہ' امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ قدس سرہ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے انہیں فقہ' قضا اور افتاء میں رسوخ اور مثالی ملکہ حاصل تھا.....

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے درس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ حفظ قرآن کے بغیر اپنے درس میں کسی کو شریک ہونے کی اجازت نہیں دیتے تھے امام ابو یوسف ؒ بھی حافظ قرآن تھے' قرآن کا ادب واحترام بھی انہوں نے استاد سے سیکھا تھا ایک بار کہیں جا رہے تھے' راستہ میں دو آدمی خرید و فروخت کرنے میں جھگڑا کر رہے تھے ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میری اور تمہاری مثال تو قرآن کی اس آیت کے مطابق ہے

ان ھٰذا اخی له' تسع و تسعون نعجة ولی نعجة واحدة فقال اکفلنیھا

''یہ میرا بھائی ہے جس کے پاس ۹۹ دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی

ہے یہ کہتا ہے کہ یہ ایک بھی مجھے دے دو“.....

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے یہ سنا تو ان پر غصہ اور افسوس سے ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی قریب تھا.... کہ بے ہوش ہو جائیں.... جب ذرا یہ کیفیت دور ہوئی تو اس شخص سے بڑے درشت لہجہ میں کہا.....

”تو اللہ سے ذرا بھی نہیں ڈرتا‘ کلام الٰہی کو تو نے معمولی بات چیت بنالیا ہے‘ قرآن کے پڑھنے والے کو چاہئے کہ وہ اس کو نہایت خشوع وخضوع اور خوف وہیبت کے ساتھ پڑھے ایسا نہ ہو کہ وہ ناراضگی کا سبب بن جائے‘ میں تجھ میں یہ کیفیت بالکل نہیں پاتا کیا تیری عقل جاتی رہی ہے کہ تو نے کلام الٰہی کو لہو ولعب بنالیا ہے“.....(تحفۂ حفاظ)

سیدہ کے احترام پر قاتل کی رہائی

ابراہیم بن اسحٰق کوتوال بغداد کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ قاتل کو قید خانے سے رہا کر دے؟ بیدار ہونے پر میں نے دریافت کیا کہ قید خانہ میں کیا کوئی ملزم قتل کا ہے معلوم ہوا ہے کہ ہے اور اس کو میرے سامنے پیش کیا گیا..... میں نے اس سے احوال بیان کرنے کو کہا..... اس نے کہا کہ میں اس گروہ سے ہوں جو ہر رات حرام کاری کیا کرتے ہیں.....ایک بڑھیا ہم نے مقرر کر رکھی تھی جو حیلے بہانے اور دھوکے سے عورتوں کو ہمارے پاس لے آتی تھی ایک روز ایک نہایت خوبصورت حسینہ کو لائی.....

جس نے نہایت عاجزی سے کہا کہ میری عصمت کو داغدار نہ بناؤ میں سیدانی ہوں..... میرے نانا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ماں حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا ہیں..... خدا کے واسطے مجھے پناہ دو..... اس بڑھیا نے مجھے دھوکا دیا ہے..... میرے دل پر اس کی باتوں کا اثر ہوا مگر میرے ساتھی بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ تو ہم کو فریب دے کر اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے..... میں نے انہیں بہت سمجھایا..... مگر

جب دیکھا کہ وہ اس حسینہ کی عزت و آبرو لوٹنے پر تلے بیٹھے ہیں تو میں نے ان کا مقابلہ کیا..... چھری میرے ہاتھ میں تھی اور میں زخمی ہو گیا..... لیکن اس شیطان کو جو اس حسینہ کی عصمت دری پر ادھار کھائے بیٹھا تھا قتل کر ڈالا..... میں نے حسینہ کو اشارہ کیا..... وہ ہمیں لڑتا ہوا دیکھ کر چپ چاپ فرار ہو گئی..... غل غپاڑہ سن کر لوگ جمع ہو گئے..... خون آلود چھری میرے ہاتھ میں اور ایک لاش دیکھ کر سپاہی مجھے گرفتار کر کے لے گئے..... کوتوال نے یہ واقعہ سن کر ملزم سے کہا کہ خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں میں نے تجھ کو رہا کیا..... اس کے بعد وہ ملزم جملہ افعال قبیحہ سے بھی تائب ہو گیا..... (دینی دسترخوان جلد اوّل)

احترامِ علم

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ قاضی شریک رحمہ اللہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ انکے پاس خلیفہ مہدی کا بیٹا آیا اور ٹیک لگا کر ان سے حدیث پوچھی آپ نے اسکی طرف کوئی توجہ نہیں کی، اس نے دوبارہ پوچھا آپ نے پھر بھی کوئی توجہ نہیں کی لڑکے نے کہا آپ خلفاء کی اولاد کی توہین کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ بات نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ میں علم کی ناقدری نہیں کرتا، اسکا احترام کرتا ہوں شہزادہ سمجھدار تھا سمجھ گیا اور گھٹنے ٹیک کر حدیث دریافت کی، قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ”ھٰکَذَا یُطْلَبُ الْعِلْمُ“ ہاں اس طرح علم حاصل کیا جاتا ہے (جواہر پارے)

بادشاہ ہارون الرشید رحمہ اللہ اور علم کا احترام

ہارون الرشید بادشاہ نے حضرت معاویہ ضریر رحمہ اللہ کی دعوت کی جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو ہارون الرشید نے خود ہی حضرت معاویہ رحمہ اللہ کے ہاتھ دھلائے چونکہ حضرت معاویہ رحمہ اللہ نابینا تھے.. تو وزیر فضل نے حضرت معاویہ رحمہ اللہ سے

پوچھا..اور کہا آپ کے ہاتھ کس نے دھلائے؟ حضرت معاویہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں تو بینائی سے معذور ہوں..معلوم نہیں کہ کون تھا؟ وزیر نے کہا کہ خود ہارون الرشید خلیفہ وقت نے لوٹا لے کر آپ کے ہاتھ دھلائے..حضرت معاویہ رحمہ اللہ نے بڑی پیاری دعا دی کہ امیر المومنین! **اکرمت العلم اکرمک اللہ** کہ بادشاہ صاحب میں تو ایک ناتواں اور کمزور ومعذور آدمی ہوں..آپ نے علم کا اکرام کیا اللہ پاک تجھے عزت واکرام نصیب فرمائیں..(کنز المدفون از علامہ سیوطی رحمہ اللہ)

احترام علم

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کو مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم سے بہت سی چیزوں میں اختلاف ہے..قیام، عرس، میلاد وغیرہ مسائل میں اختلاف رہا مگر جب مجلس میں ذکر آتا تو ''مولانا احمد رضا خان مرحوم'' فرماتے...

ایک دفعہ مجلس میں بیٹھنے والے ایک شخص نے کہیں بغیر مولانا کے صرف احمد رضا خان کہہ دیا تو حضرت نے ڈانٹا اور خفا ہو کر فرمایا کہ عالم تو ہے اگرچہ اختلاف رائے ہے تم منصب کی بے احترامی کرتے ہو یہ کس طرح جائز ہے..

ف: رائے کا اختلاف اور چیز ہے اور اس عالم کی عزت کرنا اور چیز ہے تو بہر حال وہ حجت سے اختلاف کرنا الگ چیز ہے..یہ الگ بات ہے کہ ہم ان کو خطاء سمجھتے ہیں اور صحیح نہیں سمجھتے مگر ان کی توہین اور بے ادبی کرنا برا ہے..اسی لئے مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے مولانا کا لفظ نہ کہنے پر برا مانا حالانکہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے مقابل جو مولانا تھے وہ انتہائی گستاخی کیا کرتے تھے..مگر مولانا تھانوی رحمہ اللہ اہل علم میں سے تھے وہ تو نام بھی کسی کا آیا تو ادب ضروری سمجھتے تھے چاہے بالکل معاند ہی کیوں نہ ہو مگر ادب کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹتا..(الحق ص ۱۷)

اذان کا ادب کیجئے

زبیدہ خاتون ایک نیک ملکہ تھی... اس نے ''نہر زبیدہ'' بنوا کر مخلوقِ خدا کو بہت فائدہ پہنچایا... اپنی وفات کے بعد وہ کسی کو خواب میں نظر آئی... اس نے پوچھا کہ زبیدہ خاتون! آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟

زبیدہ خاتون نے جواب دیا کہ اللہ رب العزت نے بخشش فرمادی... خواب دیکھنے والے نے کہا کہ آپ نے ''نہر زبیدہ'' بنوا کر مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچایا' آپ کی بخشش تو ہونی ہی تھی... زبیدہ خاتون نے کہا نہیں! نہیں! جب ''نہر زبیدہ'' والا عمل پیش ہوا تو پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ کام تو تم نے خزانے کے پیسوں سے کروایا' اگر خزانہ نہ ہوتا تو نہر بھی نہ بنتی...

مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے میرے لیے کیا عمل کیا... زبیدہ نے کہا' میں تو گھبرا گئی کہ اب کیا بنے گا مگر اللہ رب العزت نے مجھ پر مہربانی فرمائی... مجھے کہا گیا کہ تمہارا ایک عمل ہمیں پسند آ گیا... ایک مرتبہ تم بھوک کی حالت میں دستر خوان پر بیٹھی کھانا کھا رہی تھی کہ اتنے میں اللہ اکبر کے الفاظ سے اذان کی آواز سنائی دی.. تمہارے ہاتھ میں لقمہ تھا اور سر سے دوپٹہ سرکا ہوا تھا' تم نے لقمے کو واپس رکھا' پہلے دوپٹے کو ٹھیک کیا' پھر لقمہ کھایا' تم نے لقمہ کھانے میں تاخیر میرے نام کے ادب کی وجہ سے کی' چلو ہم نے تمہاری مغفرت فرمادی...

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے ...کہ انسان جب اذان کی آواز سنے تو ادب کی وجہ سے خاموش ہو جائے.... اذان کا جواب دے اور آخر میں مسنون دعا پڑھے...

میرا تجربہ ہے کہ اذان کے ادب کی وجہ سے اسے موت کے وقت کلمہ پڑھنے کی توفیق نصیب ہوگی... (نماز کے اسرار و رموز' صفحہ ۵۵)

والدین کے ادب واطاعت کے ثمرات

بنی اسرائیل کا ایک یتیم بچہ ہر کام اپنی والدہ سے پوچھ کر ان کی مرضی کے مطابق کیا کرتا تھا... اس نے ایک خوبصورت گائے پالی اور ہر وقت اس کی دیکھ بھال میں مصروف تھا... ایک مرتبہ ایک فرشتہ انسانی شکل میں اس بچے کے سامنے آیا اور گائے خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا... بچے نے قیمت پوچھی تو فرشتے نے بہت تھوڑی قیمت بتائی... جب بچے نے ماں کو اطلاع دی تو اس نے انکار کر دیا...

فرشتہ ہر بار قیمت بڑھاتا رہا اور بچہ ہر بار اپنی ماں سے پوچھ کر جواب دیتا رہا... جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو بچے نے محسوس کیا کہ میری والدہ گائے بیچنے پر راضی نہیں ہیں... لہٰذا اس نے فرشتے کو صاف انکار کر دیا کہ گائے کسی قیمت پر نہیں بیچی جا سکتی... فرشتے نے کہا تم بڑے خوش بخت اور خوش نصیب ہو کہ ہر بات اپنی والدہ سے پوچھ کر کرتے ہو... عنقریب تمہارے پاس کچھ لوگ اس گائے کو خریدنے کیلئے آئیں گے تو تم اس گائے کی خوب قیمت لگانا...

دوسری طرف بنی اسرائیل میں ایک آدمی کے قتل کا واقعہ پیش آیا اور انہیں جس گائے کی قربانی کا حکم ملا وہ اسی بچے کی گائے تھی... چنانچہ بنی اسرائیل کے لوگ جب اس بچے سے گائے خریدنے کیلئے آئے تو اس بچے نے کہا کہ اس گائے کی قیمت اس کے وزن کے برابر سونا ادا کرنے کے برابر ہے... بنی اسرائیل کے لوگوں نے اتنی بھاری قیمت ادا کر کے گائے خرید لی... تفسیر عزیزی اور تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن میں لکھا ہے کہ اس بچے کو یہ دولت والدین کے ادب اور ان کی اطاعت کی وجہ سے ملی... تفسیر طبری میں بھی اسی طرح کا واقعہ منقول ہے... اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت وادب کا کچھ صلہ اس دنیا میں بھی دیدیا جاتا ہے...

ایک نوجوان اپنے والدین کا بڑا ادب کرتا تھا اور ہر وقت ان کی خدمت میں

مشغول رہتا تھا... جب والدین کافی عمر رسیدہ ہو گئے تو اس کے بھائیوں نے مشورہ کیا کہ کیوں نہ اپنی جائیداد کو والدین کی زندگی میں ہی تقسیم کرلیا جائے تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ کھڑا ہو...

اس نوجوان نے کہا کہ آپ جائیداد کو آپس میں تقسیم کرلیں اور اس کے بدلے مجھے اپنے والدین کی خدمت کا کام سپرد کردیں... دوسرے بھائیوں نے برضا ورغبت یہ کام اس کے سپرد کردیا... یہ نوجوان سارا دن محنت مزدوری کرتا پھر گھر آکر بقیہ وقت اپنے والدین کی خدمت اور بیوی بچوں کی دیکھ بھال میں گزارتا... وقت گزرتا رہا حتیٰ کہ اس کے والدین نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا...

ایک مرتبہ یہ نوجوان رات کو سو رہا تھا کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا اسے کہہ رہا ہے، اے نوجوان! تم نے اپنے والدین کا ادب کیا، ان کو راضی وخوش رکھا، اس کے بدلے تمہیں انعام دیا جائے گا... جاؤ فلاں چٹان کے نیچے ایک دینار پڑا ہے وہ اٹھالو... اس میں تمہارے لئے برکت رکھ دی گئی ہے...

یہ نوجوان صبح کے وقت بیدار ہوا تو اس نے چٹان کے نیچے جاکر دیکھا تو اسے ایک دینار پڑا ہوا مل گیا... اس نے دینار اٹھالیا اور خوشی خوشی گھر کی طرف روانہ ہوا... راستے میں ایک مچھلی فروش کی دکان کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے خیال آیا کہ اس دینار کے بدلے میں ایک بڑی مچھلی خرید لی جائے تاکہ بیوی بچے آج اس کے کباب بناکر کھائیں...

چنانچہ اس نے دینار کے بدلے ایک بڑی مچھلی خرید لی... جب گھر واپس آیا تو اس کی بیوی نے مچھلی کو پکانے کیلئے کاٹنا شروع کیا... پیٹ چاک کیا تو اس میں سے ایک قیمتی ہیرا نکلا... نوجوان اس ہیرے کو دیکھ کر خوشی سے پھولا نہ سمایا... جب بازار جاکر اس ہیرے کو بیچا تو اس کی اتنی قیمت ملی کہ اس کی ساری زندگی کا خرچہ پورا ہوگیا... (بکھرے موتی)

خدمت سے خدا ملتا ہے

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک شرابی کو دیکھا جو مدہوش زمین پر گرا ہوا تھا اور اپنے شراب آلودہ منہ سے اللہ اللہ کہہ رہا تھا....

حضرت سری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہیں بیٹھ کر اس کا منہ پانی سے دھویا اور فرمایا...

''اس بے خبر کو کیا خبر؟... کہ ناپاک منہ سے کس پاک ذات کا نام لے رہا ہے....''

منہ دھو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے...

جب شرابی کو ہوش آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ

''تمہاری بے ہوشی کے عالم میں حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ یہاں آئے تھے اور تمہارا منہ دھو کر گئے ہیں....''

شرابی یہ سن کر بڑا پشیمان اور نادم ہوا اور رونے لگا اور نفس کو مخاطب کر کے بولا.... بے شرم! اب تو سری (رحمۃ اللہ علیہ) بھی تجھے اس حال میں دیکھ گئے ہیں....

خدا عزوجل سے ڈر اور آئندہ کیلئے توبہ کر....

رات کو حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا....

''اے سری رحمۃ اللہ علیہ! تم نے شرابی کا ہماری خاطر منہ دھویا.... ہم نے تمہاری خاطر اس کا دل دھویا....''

حضرت سری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تہجد کے وقت مسجد میں گئے تو اس شرابی کو تہجد پڑھتے ہوئے پایا....

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا.. تم میں یہ انقلاب کیسے آ گیا....؟ تو وہ بولا.... ''آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں... جب کہ اللہ عزوجل نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بتا دیا ہے....'' (مخزن اخلاق)

عالم ربانی کا ادب کرنے پر مغفرت کا واقعہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کسی نہر پر وضو کرنے بیٹھے اوران سے قبل اوپر کی طرف ایک اور شخص وضو کر رہا تھا....

وہ ادباً امام صاحب کے پائیں میں جا کر بیٹھ گیا

کسی شخص نے مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا' پوچھا کیا حال ہے کہا اللہ تعالیٰ نے اس پر مغفرت فرمائی کہ ایک روز میں نہر پر وضو کر رہا تھا اور میرے پائیں میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وضو فرمانے لگے جس سے میرے وضو کا پانی ان کی طرف جاتا تھا...

میں ادباً وہاں سے ہٹ کر ان کے پائیں بیٹھ کر وضو کرنے لگا... جب خدا تعالیٰ کے سامنے میری پیشی ہوئی تو حکم ہوگیا کہ جا ہم نے تجھ کو محض اس بات پر بخش دیا کہ تو نے ہمارے ایک مقبول بندہ کا احترام کیا...

ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جب ایسے بہانوں سے مغفرت ہو جاتی ہے تو اب کسی کو کیا حقیر سمجھے...

میرے خیال میں عذاب اس شخص کو ہوگا جو کسی طرح پسیجے ہی نہیں اور خود چاہے کہ مجھے عذاب ہو اس کا تو کوئی علاج ہی نہیں ورنہ حق تبارک وتعالیٰ کی رحمت تو بہانہ ڈھونڈتی ہے...

رحمت حق بہانہ مے جوید رحمت حق بہانمی جوید

صاحبو! وہاں ذرا ذرا سی بات پر مغفرت ہو جائیگی... (اس پر احقر جامع کا ایک شعر ہے... جامع)

میں کیسے مان لوں کہ معذب کرو گے تم تم کو تو اپنے بندوں پہ بے حد پیار ہے

(جامع) (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۱)

مہمان کو کھانا کھلانے کا ایک ادب

میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کا سفرنامہ دیکھا ہے اس میں مذکور ہے کہ جب وہ امام مالک رحمہ اللہ کے یہاں مہمان ہوئے تو خادم نے اول ان کے ہاتھ دھلوانا چاہا امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا اول ہمارے ہاتھ دھلواؤ... اسی طرح کھانا خادم نے پہلے امام شافعی رحمہ اللہ کے سامنے رکھنا چاہا امام مالک رحمہ اللہ نے پہلے اپنے سامنے رکھوایا اور خود کھانا شروع کر کے کہا آپ بھی کھایئے کتاب میں تو فقط یہ قصہ لکھا ہے اور وجہ نہیں لکھی کہ امام صاحب نے ایسا کیوں کیا جو بظاہر اکرام ضیف کے خلاف معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان بزرگوں کے فیض سے اور ان کی صحبت کی برکت سے میری سمجھ میں اس کی وجہ آ گئی اور بزرگوں کا فیض وفات کے بعد بھی ہوتا ہے... (خطبات حکیم الامت ج ۲۸)

حدیث شریف کا ادب

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاد امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ (المتوفی ۱۹۸ھ) کا یہ معمول تھا کہ جب ان کے سامنے حدیث پاک پڑھی یا سنائی جاتی تو وہ لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور فرماتے "لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ" کہ اپنی آوازوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو اور یہ بھی فرماتے کہ حدیث شریف پڑھتے پڑھاتے وقت خاموش رہنا اسی طرح لازم ہے جس طرح آپ کے دُنیا میں ارشاد فرماتے وقت لازم تھا... (مدارج النبوۃ)

روایت حدیث کا ادب

رئیس التابعین حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۹۳ ہجری) بیمار ہونے کی وجہ سے ایک پہلو پر لیٹے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص نے ان سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا، وہ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے اور حدیث بیان کی... سائل نے کہا

کہ آپ نے اتنی تکلیف کیوں کی؟ فرمایا: میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کروٹ کے بل لیٹے لیٹے بیان کروں... (مدارج النبوۃ' جلد ا' صفحہ ۵۴۱)

امام مالک رحمہ اللہ کا اہتمام ادب

جب لوگ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس علم حاصل کرنے کے لیے آتے تو ایک خادمہ ان لوگوں سے پہلے دریافت کرتی کہ حدیث مبارک کے لیے آئے ہو یا فقہی مسائل معلوم کرنے کے لیے؟ اگر وہ کہتے کہ مسائل معلوم کرنے کے لیے آئے ہیں تو امام مالک فوراً نکل آتے... اگر وہ کہتے کہ ہم حدیث مبارک کی سماعت کے لیے آئے ہیں تو امام مالک غسل کر کے خوشبو لگاتے اور نیا لباس زیب تن کر کے باہر تشریف لاتے... آپ کے لیے ایک تخت بچھایا جاتا جس پر بیٹھ کر آپ حدیث بیان فرماتے... اثنائے روایت مجلس میں عود (خوشبو) کی دھونی دی جاتی... کسی طالب علم نے اس اہتمام کی وجہ پوچھی تو فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اس طرح سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کروں... (بکھرے موتی)

والدہ کے ادب کا عجیب واقعہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ادب کی وجہ سے امام اعظم بنے... حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی والدہ کا بہت ادب واحترام کیا کرتے تھے' جب کبھی ان کی والدہ صاحبہ کو مسئلہ معلوم کرنا ہوتا تو وہ ایک سن رسیدہ فقیہ سے دریافت کرتیں' ایسے موقع پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی والدہ کو اونٹ پر سوار کرتے اور خود نکیل پکڑ کر پیدل چلتے...

جب لوگ دیکھتے تو ادب و احترام کی وجہ سے راستے کے دونوں طرف کھڑے ہو کر سلام کرتے... امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ ان

سے مسئلہ دریافت کرتیں، کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ معمر فقیہ کو مسئلہ کا صحیح حل معلوم نہ ہوتا تو وہ زیرلب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھ لیتے... پھر اونچی آواز سے آپ کی والدہ کو بتادیتے... امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع اور ادب کا یہ عالم تھا کہ ساری زندگی اپنی والدہ پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ جومسائل آپ ان سے پوچھتی ہیں وہ میں ہی تو بتاتا ہوں... یہ سب اس لیے تھا کہ والدہ صاحبہ کی طبیعت جس طرح مطمئن ہوتی ہے ہونی چاہیے... اس ادب و احترام کے صدقے ہی امام اعظم بنے...

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ جل شانہ ہم سب کو حدیث اور صاحب حدیث کا ادب کرنے کی بھرپور توفیق عطا فرمائے، اس لیے کہ ادب ہی سے انسان درجۂ کمال کو پہنچتا ہے اور بےادب محروم رہتا ہے... (بکھرے موتی)

احترام علم

علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) تحریر فرماتے ہیں: ''بغوی نے ''جعدیات'' میں حمدان اصفہانی سے نقل کیا ہے... وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ قاضی شریک رحمہ اللہ (م ۱۹۷ھ) کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اُن کے پاس خلیفہ مہدی کا بیٹا آیا اور ٹیک لگا کر اُن سے حدیث پوچھی،

آپ نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، اُس نے دوبارہ پوچھا آپ نے پھر بھی کوئی توجہ نہیں کی... لڑکے نے کہا: آپ خلفاء کی اولاد کی توہین کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ بات نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ میں علم کی ناقدری نہیں کرتا، اس کا احترام کرتا ہوں شہزادہ سمجھ دار تھا سمجھ گیا اور گھٹنے ٹیک کر حدیث دریافت کی، قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: ''هٰكَذَا يُطْلَبُ الْعِلْمُ'' ہاں اس طرح علم حاصل کیا جاتا ہے...'' (تاریخ الخلفاء بحوالہ حاصل مطالعہ)

احترام اُستاذ

شیخ برہان الدین زرنوجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''خلیفہ ہارون رشید نے اپنے لڑکے (مامون رشید) کو علم وادب کی تعلیم کے لیے امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سپرد کردیا تھا ایک دن (اتفاقاً ہارون وہاں جا پہنچے) دیکھا کہ اصمعی رحمہ اللہ وضو کرتے ہوئے اپنے پاؤں دھورہے ہیں اور شہزادہ پاؤں پر پانی ڈال رہا ہے، ہارون نے بڑی برہمی سے فرمایا: میں نے تو اس کو آپ کے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ آپ اس کو ادب سکھائیں گے، آپ نے شہزادے کو یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالے اور دوسرے ہاتھ سے آپ کا پاؤں دھوئے... (تعلیم المتعلم عربی ص:۳۴)

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی احترام استاذ کا ایک واقعہ اور سنتے چلیں...

شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ہمارے اُستاذ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی) ہدایہ کے مصنف یہ حکایت بیان کیا کرتے تھے کہ کبار آئمہ بخاری میں سے ایک امام مجلس درس میں تشریف رکھتے تھے، کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ دورانِ درس آپ کھڑے ہوجاتے، شاگردوں نے اس کی وجہ پوچھی، فرمایا: میرے اُستاذ کا بیٹا بچوں کے ساتھ گلی میں کھیلتا ہے (اور کبھی کبھی کھیلتا ہوا مجلسِ درس کے دروازہ پر آجاتا ہے) جب میں اس کو دیکھتا ہوں تو اپنے اُستاذ کے احترام میں کھڑا ہوجاتا ہوں...'' (تعلیم المتعلم، بحوالہ جواہر پارے جلد دوم)

حدیث شریف کا احترام

چھٹی صدی ہجری کے عباسی خلیفہ ''مُقْتَضِیُ لِاَمْرِ اللّٰہ'' کے وزیراعظم ابن ہبیرہ کے تاریخ میں عجیب وغریب حالات ملتے ہیں... ایک واقعہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کا مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے...

انہی کی زبانی ملاحظہ فرمایئے: ''حدیث نبوی کے احترام کے سلسلہ میں لوگوں نے لکھا ہے کہ ''افصاح'' پڑھا رہے تھے کہ وزیر کے زنان خانے سے گریہ وبُکا کی آواز بلند ہوئی، کتاب بند کر کے اندر گئے... تھوڑی دیر بعد واپس آئے اور حکم دیا کہ درس جاری رہے، جب درس ختم ہوا تو لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا قصہ تھا، تب انہوں نے خبر دی میرے ایک بچے کا انتقال ہوگیا، یہ شور و ہنگامہ اسی لیے برپا ہوا تھا... آخر میں مجلس سے وہ کہہ رہے تھے...

لولا تعين الامر علی بالمعروف فی الانکار علیهم ذالک الصياح لما قمت عن مجلس رسول الله صلی الله علیه وسلّم

عورتوں کی چیخ وپکار کا روکنا میرے فرائض میں نہ ہوتا تو میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مجلس سے اُٹھ کر کبھی اندر نہ جاتا..'' (مقالات احسانی، بحوالہ جواہر پارے جلد دوم)

مثالی استاذ باکمال شاگرد

فاتح عالم سکندر ایک بار اپنے استاذ ارسطو کے ساتھ گھنے جنگل سے گزر رہے تھے راستے میں ایک بہت بڑا برساتی نالا آگیا نالا بارش کی وجہ سے طغیانی پر آیا ہوا تھا استاذ اور شاگرد کے درمیان بحث ہونے لگی' خطرناک نالا پہلے کون پار کرے سکندر مصر تھا کہ پہلے وہ جائے گا کچھ ردوقدح کے بعد آخر ارسطو نے اس کی بات مان لی' پہلے سکندر نے نالا عبور کیا' پھر ارسطو نے' شاگرد کو احتراماً استاذ کے پیچھے چلنا چاہئے لہٰذا نالا عبور کر کے ارسطو نے سکندر سے پوچھا کہ تم نے آگے چل کر میری بے عزتی نہیں کی؟

سکندر نے ادب سے جواب دیا نہیں استاذ! میں نے اپنا فرض پورا کیا ارسطو رہے گا.... تو ہزاروں سکندر تیار ہو جائیں گے.... لیکن سکندر ایک بھی ارسطو تیار نہیں کرسکتا.. (خزینہ)

اللہ تعالیٰ کے نام کا ادب

حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے مکان کے سامنے ایک لوہار رہتا تھا.... بال بچوں کی کثرت کی وجہ سے وہ سارا دن کام میں لگا رہتا....اس کی عادت تھی کہ اگر اس نے ہتھوڑا ہوا میں اٹھایا ہوتا کہ لوہا کوٹ سکے اور اسی دوران اذان کی آواز آجاتی تو وہ ہتھوڑا لوہے پر مارنے کی بجائے اسے زمین پر رکھ دیتا اور کہتا کہ اب میرے پروردگار کی طرف سے بلاوا آ گیا ہے میں پہلے نماز پڑھوں گا پھر کام کروں گا.....جب اس کی وفات ہوئی تو کسی کو خواب میں نظر آیا اس نے پوچھا کہ کیا بنا؟

کہنے لگا کہ مجھے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نیچے والا درجہ عطا کیا گیا....اس نے پوچھا کہ تمہارا علم وعمل اتنا تو نہیں تھا؟

اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کے نام کا ادب کرتا تھا اور اذان کی آواز سنتے ہی کام روک دیتا تھا تا کہ نماز ادا کروں....اس ادب کی وجہ سے اللہ رب العزت نے مجھ پر مہربانی فرما دی....(نماز کے اسرار و رموز)

ادب

امام احمد ابن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت ابراہیم بن طہمان کا ذکر آیا...امام احمد رحمتہ اللہ علیہ بیماری کی وجہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، یکدم سیدھے بیٹھ گئے، فرمانے لگے ”صالحین اور نیک لوگوں کے تذکرے کے وقت ٹیک لگا کر بیٹھنا مناسب نہیں...“ (الانساب للسمعانی، ج:۱ص:۲۵۷ بحوالہ کتابوں کی درس گاہ میں)

سیّدہ کے احترام کی برکت

مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ فرماتے ہیں...خراسان میں ایک آلِ رسول میں سے کسی شخص کا انتقال ہوا...فاقے آئے...بیوی نے فاقہ چھپانے کے لیے

ہجرت کی... سمرقند پہنچی... وہاں ایک والی سمرقند سے کہا کہ مجھے ٹھکانہ چاہیے... بچوں کے لیے خوراک چاہیے' میں آل رسول میں سے ہوں... اُس نے کہا کوئی گواہ لاؤ کہ تم آل رسول میں سے ہو...

یہاں ہر دوسرا آدمی کہتا ہے کہ میں آل رسول میں سے ہوں... وہ پریشان ہوئی... کسی نے کہا کہ فلاں پارسی بڑا سخی ہے اس کے پاس چلی جا اس کو بتایا کہ میں آل رسول میں سے ہوں اور پردیسی ہوں مجھے دو تین دن کے لیے ٹھکانہ چاہیے... اُس نے اُس کو ٹھکانہ دے دیا..

رات کو والی سمرقند نے خواب دیکھا کہ وہ جنت میں ہے اور ایک عالیشان محل ہے جس کے دروازے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور یہ آ کر کہتا ہے کہ اے اللہ کے رسول یہ کس کا گھر ہے تو فرمایا یہ ایک مسلمان کا گھر ہے تو اس نے کہا... اے اللہ کے رسول میں بھی مسلمان ہوں تو آپ نے فرمایا اپنے اسلام پر گواہ پیش کرو... وہ ایسے کانپ گیا پھر آپ نے فرمایا... میری بیٹی آئی تو تو نے کہا گواہ پیش کر تو آج تو بھی اپنے اسلام پر گواہ پیش کر...

آل رسول کائنات کا افضل ترین خاندان... پھر والی سمرقند کی آنکھ کھلی تو چیخ و پکار... کہ وہ فلاں عورت جو آئی تھی... وہ کہاں ہے... بتایا گیا کہ وہ پارسی سردار اُس کو لے گیا ہے... والی نے صبح ہی جا کر پارسی کا دروازہ کھٹکھٹایا... کہ منہ مانگا انعام لے لو اور وہ خاندان مجھے واپس کر دے تو اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے... کہ آقا اُس وقت سودا بن دیکھے تھا... ہو جاتا تو ہو جاتا دیکھنے کے بعد سودا نہیں ہے... اُس عورت کو پناہ دیتے ہی اللہ نے میرا دل کھولا میں مسلمان ہو گیا... میری بیوی بچے مسلمان ہو گئے... میں کل شام تک پارسی تھا لیکن جس وقت تم خواب دیکھ رہے تھے... میں بھی اسی وقت خواب دیکھ رہا تھا... جب تمہیں دھتکارا جا رہا تھا... تو مجھے اللہ کے رسول فرما رہے تھے یہ محل تجھے دیتا ہوں... (ماہنامہ محاسن اسلام ملتان)

باب سوم

ادب اور اس کے متعلقات پر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی گراں قدر تعلیمات

ادب کا مفہوم

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات میں ہے... فرمایا ادب کے معنی حفظ حدود ہے... تعظیم نہیں ہے...

اس کے ضمن میں فرمایا کہ ایک عجیب بات ہے مکہ مکرمہ کے جانوروں میں بھی ادب پایا جاتا ہے کہ اجنبی کی طرف مکہ کے کتے بھی نہیں بھونکتے... جب بھونکیں تو سمجھو کہ کوئی نصرانی آ گیا...

بیت اللہ کے اندر کتے داخل نہیں ہوتے (احقر عرض کرتا ہے کہ) حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند نے ذکر فرمایا کہ بکثرت دیکھا گیا کہ پرندے... جانور... کبوتر وغیرہ کی کوئی ٹکڑی ہوا میں اڑتی ہوئی... جب بیت اللہ کی محاذات میں پہنچی تو دو حصوں میں منقسم ہو کر بیت اللہ کے دائیں بائیں پرواز کی... بیت اللہ کے اوپر سے نہیں گزری... جس سے معلوم ہوتا ہے... کہ بیت اللہ کی عظمت کا ان کو بھی احساس ہے... (بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ)

مدینہ منورہ کا ادب

فرمایا کسی ہندوستانی نے مدینہ منورہ میں مدینہ کے دہی کو ناپسند کہا کہ یہاں کا دہی اچھا نہیں ہے ... خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہندوستان میں جا کر دہی کھاؤ ... بے ادبی کا یہ نتیجہ ہوا ... (ملفوظات حکیم الامت)

باپ کا ادب

فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد صاحب کافر تھے ... لیکن بار بار وہ قرآن پاک میں یا ابت یا ابت سے خطاب کرتے ہیں ورنہ ایک دفعہ کافی تھا ... یہ باپ کا ادب ہے جو باوجود کافر ہونے کے بھی ملحوظ رکھا گیا ہے ... (حوالہ بالا)

بڑوں کے سامنے ادب ضروری ہے

فرمایا تکلف تو کسی کے ساتھ نہ ہونا چاہئے باقی بڑوں کے ساتھ گو تعظیم نہ ہو مگر ادب ضرور ہونا چاہئے ایسا بے تکلف ہونا جو مساوات کا رنگ پیدا کرے ... یہ بے تکلفی نہیں بلکہ گستاخی ہے اور اتنا بے تکلف ہونا جو بے ادبی کے درجہ کو پہنچ جائے کبر سے ناشی ہے ... اور حالاً یہ دوسروں پر ظاہر کرنا ہے کہ مجھ کو اس قدر قرب حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں اس لئے اس کا منشاء کبر ہے ...

ادب کی برکت

فرمایا ایک شخص جاری پانی پر بیٹھا ہوا وضو کر رہا تھا .. اسے معلوم ہوا کہ بائیں طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وضو کر رہے ہیں اور میرا غسالہ (استعمال شدہ پانی) انکی طرف جارہا ہے یہ تو انکی بے ادبی ہے ... ادب کی خاطر دائیں طرف سے اٹھ کر امام صاحب رحمہ اللہ کی بائیں جانب جا بیٹھا حق تعالیٰ نے اسی ادب کی وجہ سے اس کی مغفرت فرمادی .. ادب بڑی چیز ہے

ادب تاجیست از فضل الٰہی   بنہ برسر برو ہر جا کہ خواہی

(ادب اللہ تعالیٰ کے فضل کا ایک تاج ہے .. اسے سر پر پہن لو اور جہاں چاہے چلے جاؤ) (حوالہ بالا)

عالم' سید اور بوڑھے کا ادب

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں... سب سے خدمت لیتے تھے مگر عالم اور سید اور بوڑھے سے خدمت نہ لیتے تھے اور ان صفات کا خاص ادب فرماتے تھے... کیونکہ ہر چیز کے لئے ان کے یہاں میزان عدل ہوتی ہے...
(حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

شیخ کے حکم کا ادب

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جس وقت کانپور سے آیا کچھ مقروض تھا تو میں نے حضرت رحمہ اللہ سے دعا کے لئے عرض کیا تو حضرت نے دعا کے علاوہ شفقت کی راہ سے استفسار فرمایا کہ مدرسہ دیوبند میں ایک تدریس کی ملازمت ہے اگر کہو تو تحریک کروں...

مگر مجھ کو حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کا حکم تھا کہ اگر کبھی کانپور سے دل برداشتہ ہو تو اور کہیں تعلق مت کرنا....

بلکہ تھانہ بھون میں قیام کرنا.... تاکہ اللہ کی مخلوق کو نفع پہنچے... چنانچہ میں نے حضرت مولانا گنگوہی سے عرض کیا کہ حضرت کا یہ ارشاد ہے.... لیکن اگر آپ حکم دیں.... تو اس کو بھی حضرت ہی کا حکم سمجھوں گا... اور یہ سمجھوں گا کہ حضرت کے دو حکم ہیں .... ایک مقدم اور ایک موخر تو میں پہلے کو منسوخ اور دوسرے کو ناسخ سمجھوں گا باقی اس وقت تو مقصود صرف دعا کرانا تھا....

یہ سن کر حضرت مولانا پر ایک حالت طاری ہوگئی اور فرمایا کہ نہیں نہیں اگر حضرت کا حکم ہے... تو خلاف نہ کرنا چاہئے.... اور میں دعا کروں گا چنانچہ بحمد اللہ قرض ادا ہو گیا... (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

ادب کے حصول کے اسباب

حکیم الامت نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یا تو طبیعت سلیم ہو یا کسی کامل کی صحبت ہو یا صحیح تعلیم ہو ادب ان چیزوں سے پیدا ہوتا ہے مگر یہ تینوں باتیں نہیں رہیں بلکہ جہل کا نام تعلیم رکھا ہے....

سو کہاں تک ان بے ہودگیوں کی تاویلات کروں کوئی بات بھی تو آدمیوں کی سی نہیں ایک عالم کا عالم ان خرافات پر متفق ہو گیا ہے آخر کہاں تک برداشت کروں اور کب تک تغیر نہ ہو پتھر تو نہیں ہوں احساس تو ہوتا ہی ہے....

لوگ چاہتے یہ ہیں کہ نہ خوشی کی بات سے خوشی ہو اور نہ رنج کی بات سے رنج ہو بت کی طرح بیٹھے رہنے کو بزرگی سمجھتے ہیں ایسے پیر بھی بکثرت ہیں کہ وہ بت بنے ہوئے ہیں اور آنے والوں سے اپنی پرستش کراتے ہیں وہیں جاؤ یہاں بلایا کس نے تھا...(حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

ادب کی حقیقت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں...فرمایا، میرے نزدیک ادب کی حقیقت ہے ''راحت رسانی'' جس میں مخدوم کو راحت ہو وہ کام کرے اس واسطے میں کہتا ہوں کہ مسلمین تو بہت ہیں مگر مصلحین کم ہیں اس واسطے اصلاح نہیں ہوتی...

(حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

حروفِ کلمات کا ادب

ایک چمڑہ کا بیگ تھا.. کسی مخلص خادم نے بنوایا تھا..اور چمڑہ میں لفظ (محمد اشرف علی) کندہ کرا دیا تھا اس کا حضرت (تھانوی) اتنا ادب کرتے تھے کہ حتی الامکان نیچے اور جگہ بے جگہ نہ رکھتے تھے..(حسن العزیز)

کتابوں کا ادب

آج کل طبیعتوں میں ادب بالکل نہیں رہا.. مولانا احمد علی سہارنپوری نے لکھا ہے کہ یہ جو بعض طلباء بائیں ہاتھ میں دینی کتابیں اور دائیں ہاتھ میں جوتے لے کر چلتے ہیں بہت مذموم ہے کیونکہ خلاف ادب ہے اور صورۃً کتب دینیہ پر جوتوں کو فوقیت دینا ہے.. (الافاضات الیومیہ)

روشنائی کا ادب

ایک لفافہ پر روشنائی گر گئی تھی تو اس پر یہ لکھ دیا کہ "بلا قصد روشنائی گر گئی" اور وجہ بیان فرمائی کہ یہ اس لئے لکھ دیا کہ قلتِ اعتناء پر محمول نہ کریں جس کا سبب قلت احترام ہوتا ہے.. (الفصل للوصل)

سارے طریق کا خلاصہ ادب ہے

اس راہ میں ناشکری بہت ہی مضر ہے... یہ طریق بس بالکل ادب ہی ادب ہے سارے طریق کا خلاصہ بس ادب ہے بے ادبی سے بڑھ کر اس طریق میں کوئی چیز مضر نہیں... یہاں تک کہ بعض حیثیتوں سے معصیت بھی اتنی مضر نہیں کیونکہ معصیت کا تعلق ایسی ذات سے ہے جو انفعال سے پاک ہے اور بے ادبی کا تعلق شیخ سے ہے جو بشر ہے اور جس کو بے ادبی سے تکدر ہوتا ہے جو مرید کے حق میں سم قاتل ہے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۲۲)

شیخ کی مجلس میں باتیں کرنا خلاف ادب ہے

مجلس میں بیٹھ کر آپس میں بات چیت کرنا خلاف آداب مجلس ہے... اس کی حضرت والا ممانعت فرماتے رہتے ہیں کہ اگر بات چیت کرنی ہو تو مجلس سے باہر جا کر

کریں، اگر کسی سے بہت ضروری اور مختصر مجلس ہی میں کہنے کی مجبوری ہو تو چپکے چپکے نہ کہیں بلکہ اس طرح کہیں کہ حضرت والا بھی سن سکیں نہ تو سرگوشی کریں نہ بہت پکار کر کہیں، متوسط آواز سے اور ذرا کھل کر کہیں... (ملفوظات حکیم الامت ج ۲۲)

غلو فی الادب جانبین کا ایذادہ ہے

بعض کو ادب میں بھی بہت غلو ہوتا ہے میں چاہتا ہوں کہ سب بے تکلف ہو کر رہیں اور اس کے ساتھ اپنی راحت کا بھی خیال رکھیں اور میری راحت کا بھی... اس سے آگے بڑھنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اور جانبین کو تکلیف بھی ہوتی ہے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۲۲)

بے ادبی شیخ کی زیادہ مضر ہے معصیت سے

اہل اللہ کے دل دکھانے والے اور ان کے ستانے والوں کا اکثر یہی انجام ہوتا ہے کہ وہ مبتلائے آلام و مصائب ظاہری و باطنی کر دیئے جاتے ہیں جس کا بعض اوقات خود ان کو بھی احساس ہونے لگتا ہے اور پھر ان میں سے بعض متنبہ ہو کر تائب بھی ہو جاتے ہیں بالخصوص تعلق ارادت قائم کر لینے کے بعد پھر گستاخی اور بے ادبی کرنا تو خاص طور سے زیادہ مؤجب وبال ہوتا ہے...

چنانچہ اس تعلق میں بعض اعتبارات سے معصیت اتنی مضر نہیں جتنی بے ادبی مضر ہو جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ معصیت کا تعلق تو حق تعالیٰ سے ہے اور چونکہ وہ تاثیر وانفعال سے پاک ہیں اس لیے توبہ سے فوراً معافی ہو جاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ویسا ہی تعلق پیدا ہو جاتا ہے....

بخلاف اس کے بے ادبی کا تعلق شیخ سے ہے اور وہ چونکہ بشر ہے اس لیے طالب کی بے ادبی سے اس کے قلب میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے جو مانع ہو جاتی ہے تعدیہ فیض سے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۲۲)

محکومین کا بھی احترام چاہیے

گھر میں کھانا کھا کر میں کبھی نہیں کہتا کہ برتن اُٹھالو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ برتن اُٹھوا لو گو وہ محکوم ہیں لیکن ان کی حاکمیت کا جو ان کو گھر میں اپنے محکومین پر حاصل ہے لحاظ رکھتا ہوں کیونکہ محکومین کا بھی احترام کرنا چاہیے پھر چاہے وہ خود اُٹھالیں یا کسی اور اسے اٹھوالیں میں نوکرانی سے بھی خود کسی کام کے لیے نہیں کہتا بلکہ میں تو گھر میں کہتا ہوں اور وہ نوکرانی سے کہتی ہیں کیونکہ نوکرانی براہ راست اُنہیں کی محکوم ہے اس میں بھی ان کی حاکمیت کو محفوظ رکھتا ہوں... نیز اجنبی عورت سے بلاضرورت خطاب بھی ایک درجہ میں خلاف حیاء ہے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۲۲)

مستحبات بھی قابل احترام ہیں

اگر آپ کو مستحبات کے ثمرات معلوم ہو جائیں تو ان کا بھی کافی اہتمام کرنے لگیں... گو یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ مستحبات سے ضرورت کو اٹھالیا' اس وجہ سے ہم لوگوں میں ہمت کم ہے اگر سب کو فرض کر دیا جاتا تو غالباً ہم مستحبات ہی کو نہیں بلکہ فرائض کو بھی چھوڑ دیتے... یہ مانا کہ ضرورت کو اسی سے اٹھالیا گیا مگر جو ثمرات اور درجات ان مستحبات پر بھی تو بلا ان کے نہ ملیں گے مستحبات کی مثال احکام کے اندر ایسی ہے جیسے دعوت کے کھانوں میں چٹنی کو چٹنی کسی معنی کر زائد ہی ہے نہ اس پر بقائے حیات موقوف ہے اور نہ پیٹ بھرنا موقوف ہے... پھر دیکھئے چٹنی کا بھی کتنا اہتمام ہوتا ہے کہ فرمائش کر کے چٹنی منگوائی جاتی ہے' صرف فرائض و موکدات ادا کر لینے سے ضرورت کا مرتبہ تو پورا ہو جائے گا اور آخرت میں عذاب بھی نہ رہے گا لیکن بلا مستحبات کے جنت سونی سونی رہے گی اس کے جنت کا حصہ دوسروں کے حصہ کی نسبت ایسا رہے گا جیسا کہ کم درختوں کے باغ زیادہ درختوں والے باغ کے

سامنے... چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیغام جو شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت پہنچایا گیا ہے...

"الجنة قیعان و غراسها سبحان اللّٰہ و الحمدللّٰہ"

اس میں تعلیم ہے کہ فرائض پر بس مت کرلینا آگے بھی ہمت کرنا... غرض مستحبات اہتمام کے قابل چیزیں ہیں، زوائد نہیں ہیں جب کہ مستحبات بھی زوائد نہیں تو فرائض وواجبات کا کیا پوچھنا... پھر دین میں اختصار کیسے ہوسکتا ہے...

عاشق کو جو تکلیف محبوب کی طرف سے پہنچے تکلیف ہی نہیں بلکہ سراسر راحت ہے... اسی طرح اگر تعلق مع اللہ صحیح معنوں میں پیدا ہوگیا تو تمام احکام خداوندی بجالانے میں لذت ہی لذت آئے گی اور کوئی بھی تکلیف محسوس نہ ہوگی... (ملفوظات حکیم الامت ج ۲۲)

استفاضہ علم میں تقویٰ اور ادب کو زیادہ دخل ہے

ادب اور تقویٰ کو زیادہ دخل ہے استفاضہ علم میں... چنانچہ ایک شخص نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے متعلق پوچھا تھا کہ مولانا (آخر الذکر) نے یہی کتابیں پڑھی تھیں جن کو سب پڑھتے ہیں ان کو یہ علم کہاں سے آیا مولانا (سابق الذکر) نے فرمایا کہ اس میں کئی چیزوں کو دخل ہے اور مولانا میں وہ سب جمع تھیں... ایک تو مولانا طب کی رو سے معتدل مزاج تھے اس لئے ان پر نفس کامل فائض ہوا... دوسرے یہ کہ استاد بڑے کامل ملے یعنی مولانا مملوک علی صاحب جن کا علم وفضل مخفی نہیں... تیسری بات یہ ہوئی کہ متقی اعلیٰ درجہ کے تھے... پھر ان میں استاد کا ادب بہت تھا اور پھر پیر بڑے کامل ملے یعنی حضرت حاجی صاحب ان باتوں کے جمع ہونے سے یہ برکت ہوئی...

ادب کی یہ کیفیت تھی کہ جب مولانا ذوالفقار علی صاحب بیماری میں آپ کے پاس جاتے تھے تو آپ اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے ایک مرتبہ مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ آپ

ایسا کیوں کرتے ہیں تو فرمایا کہ حضرت آپ میرے استاد ہیں... انہوں نے کہا میں کہاں سے استاد ہو گیا تو فرمایا کہ مولانا مملوک علی صاحب ایک دفعہ کسی کام میں تھے تو آپ سے فرمایا تھا کہ ذرا ان کو کافیہ کا سبق پڑھا دیجیو... چنانچہ میں نے آپ سے سبق پڑھا تھا...

دوسرا قصہ یہ تھا کہ تھانہ بھون کا ایک گندھی جس کو اہل علم سے محبت تھی مجھ سے کہتا تھا کہ وہ ایک بار دیوبند مولانا کی مجلس میں حاضر ہوا... مولانا نے فارغ ہو کر پوچھا کہاں سے آئے ہو اس نے کہا کہ تھانہ بھون سے آیا ہوں... یہ سن کر گھبرا گئے اور کہا کہ بے ادبی ہوئی وہ تو میرے پیر کا وطن ہے آپ آئے اور میں بیٹھا رہا مجھ کو معاف کیجئے... وہ گندھی کہتا تھا کہ میں مولانا کی اس حالت کو دیکھ کر شرمندگی سے مرا جاتا تھا...

ایک دفعہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا کے ادب کا ذکر فرماتے تھے کہ میں نے اپنا ایک مسودہ نقل کے لئے مولانا کو دیا ایک مقام پر املا میں غلطی ہو گئی مولانا اس مسودہ کو نقل کرنے لائے تھے تو اس لفظ کی جگہ بیاض چھوڑ دی... صحیح بھی نہیں لکھا اور کہا کہ اس جگہ پڑھا نہیں گیا اور غرض یہ تھی کہ دیکھ کر غلطی درست کر دیں مگر کس عنوان سے کہا... یہ نہیں کہا کہ غلطی ہو گئی ہے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۲۳)

تلاوت قرآنی کا ایک اہم ادب

آداب تلاوت تو بہت ہیں مگر میں ایک ہی ادب بیان کرتا ہوں جس میں سب آجائیں اور وہ یہ ہے کہ یوں خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمائش فرمائی ہے کہ تم پڑھو ہم سنتے ہیں تو جس طرح کسی کو سنانے کے وقت خاص اہتمام سے سنوار سنوار کر پڑھتا ہے ویسا پڑھنا چاہیے اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس طرح سنانے کے وقت تو مخلوق کو خوش کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہ ریاء ہے تو تلاوت میں گویا معصیت سے اعانت لی گئی...

جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ مخلوق کو خوش کرنا دو طرح سے ہوتا ہے... ایک یہ کہ خوش

ہو کر میرے معتقد ہو جائیں اور ان سے کچھ مجھ کو اس وجہ سے نفع پہنچے تو یہ ریا ہے...

دوسرے یہ کہ مسلمان کا جی خوش کرنا عبادت ہے... پس اگر اپنے پڑھنے میں مخلوق کی دوسری قسم کی خوشی ملحوظ رکھے تو جائز ہے....

بلکہ موجب اجر ہے جیسا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ رات تم قرآن پڑھ رہے تھے اور میں سن رہا تھا... انہوں نے عرض کیا کہ اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو لَحَبَّرْتُ تَحْبِیْرًا یعنی میں اس کو اور بھی زیادہ سنوار کر پڑھتا...

پس یہ پڑھنا ان کا جس کا عزم انہوں نے ظاہر کیا اگر ریاء منہی عنہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی قراءت سے منع فرما دیتے مگر آپ کا منع نہ فرمانا دلیل ہے کہ کسی کا دل خوش کرنے کو پڑھنا ریاء نہیں...

تلاوت قرآن عزیز کا یہ ادب مجھ کو بہت عرصہ کے بعد معلوم ہوا... اب رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کہاں فرمائش کی ہے کہ یہ تلاوت کرے اور میں سنوں اس کا جواب یہ ہے کہ جا بجا اس کے متعلق ارشاد فرمایا ہے... چنانچہ ارشاد ہے اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ...

اسی طرح حدیث شریف میں ہے.... ماأذن اللّٰه لشیء ماأذن لنبیٍ یتغنی بالقرآن... اور ظاہر ہے کہ یہ کان کا لگانا نبی ہونے کی بناء پر نہیں.... بلکہ تغنی بالقرآن کی وجہ سے ہے... پس اس سے ثابت ہوا کہ ہم گویا اللہ میاں کو اس کی فرمائش کے بعد قرآن سنا رہے ہیں...

پھر اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح سنوار کر پڑھنے سے پھر جلدی تلاوت نہ ہو سکے گی تو تلاوت کی مقدار کم ہوگی... اس کا جواب یہ ہے کہ پڑھنے والا یوں خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی یوں فرمایا ہے کہ جلدی جلدی پڑھو یعنی بدوں ترسیل کے خواہ ترتیلاً یا حدراً... (ملفوظات حکیم الامت ج ۲۶)

حکام کا ادب ضروری ہے

حکام کا ادب میں ضروری سمجھتا ہوں... ترک ادب کام کی بات نہیں بلکہ اس میں شرارت نفس یعنی شیخی ہے کہ ہم ایسے ہیں حاکم سے بھی نہیں دبتے نہ دبنا کیا معنی جب اس کو خدا تعالیٰ ہی نے حاکم بنایا ہے...

یوں نہ دبو گے تو دبائے جاؤ گے اور رعایا ہو کر نہ دبنے سے کیا کوئی عقلمند یہ کہہ دے گا کہ رعایا ہونے سے نکل گئے رعایا مخالف ہوں خصوصاً علماء کے لئے کہ یہ ان کی وضع کے بالکل خلاف علماء کو تو گوشہ نشین ہونا چاہئے...

لیکن اگر ملنا ہو یا کوئی کام پڑ جائے تو ادب کرنا ضروری سمجھتا ہوں... اور بے ادبی اور منہ زوری کو شرارت نفس سمجھتا ہوں... (ملفوظات حکیم الامت ج ۲۰)

ادب کا مفہوم

ادب کے معنی حفظ حدود ہے، تعظیم نہیں ہے... اس کے ضمن میں فرمایا کہ ایک عجیب بات ہے مکہ مکرمہ کے جانوروں میں بھی ادب پایا جاتا ہے کہ اجنبی کی طرف مکہ کے کتے بھی نہیں بھونکتے...

جب بھونکیں تو سمجھو کہ کوئی نصرانی آ گیا... بیت اللہ کے اندر کتے داخل نہیں ہوتے... (احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند نے ذکر فرمایا کہ بکثرت دیکھا گیا کہ پرندے جانور، کبوتر وغیرہ کی کوئی ٹکڑی ہوا میں اڑتی ہوئی جب بیت اللہ کی محاذات میں پہنچی تو دو حصوں میں منقسم ہو کر بیت اللہ کے دائیں بائیں پرواز کی... بیت اللہ کے اوپر سے نہیں گزری جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ کی عظمت کا ان کو بھی احساس ہے... (بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ دیوبندی) (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۵)

عرفی ادب کی مثال

عرفی ادب سے جو حدود سے متجاوز ہو حضرت اقدس کو بڑی نفرت تھی اور اس سے حضرت اقدس کو بڑی اذیت ہوتی فرمایا کہ یہ ادب کیسا ہے جیسے بدعتیوں کی عبادت کہ وہ صورت میں تو عبادت ہے اور بہ نیت عبادت ہی کی بھی جاتی ہے... لیکن چونکہ اس میں غلو اور حدود سے تجاوز ہے اس لئے وہ مقبول نہیں بلکہ موجب گرفت ہے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا ادب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑی شان ہے... عارفین کاملین وہاں تو کامل ادب کیوں نہ کرتے... عارفین نے ان اللہ والوں کا بھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے... بڑا ادب کیا...

چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ اسود افضل ہیں یا علقمہ... فرمایا ہمارا منہ تو اس قابل بھی نہیں کہ ہم ان حضرات کا نام بھی لیں نہ کہ فضیلت کا فیصلہ کریں... ہم تو ان کے نام لینے کے بھی قابل نہیں

ہزار بار بشویم دہن بمشک وگلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

(میں ہزاروں مرتبہ اپنا منہ مشک اور گلاب سے دھوؤں اور اس کے بعد آپ کا نام لوں پھر بھی بے ادبی ہے) (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۵)

بے ادبی سے نسبت سلب ہونا

ایک صاحب کیفیت نے قبلہ کی طرف تھوک دیا تھا اس بے ادبی کی وجہ سے سب کیفیت سلب ہوگئی... واقعی بے ادبی بہت بری چیز ہے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۵)

آداب شیخ

اگر دفعۃ کوئی آجائے اور بات ہے اور جب اجازت لینے کا سلسلہ شروع ہو گیا تو بلا اجازت نہ آنا چاہئے... چاہئے تو دفعۃ بھی نہ آئے اس میں جانبین کو لطف رہتا ہے اور یہ قرآن سے ثابت ہے... دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے ذی رتبہ کون ہوگا اور پھر اللہ تعالیٰ کی اجازت بلکہ حکم ہے پھر بھی حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جا کر کہتے ہیں...

هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا کیا اب مجھے اجازت ہے ساتھ رہنے کا دیکھئے موسیٰ علیہ السلام اتنے بڑے اولوا العزم نبی اور خضر علیہ السلام جن کی نبوت میں بھی کلام ہے ان سے اجازت لیتے ہیں یہ کتنا ادب شیخ کا ہے جب وہ شیخ ہے تو اس کی اتباع کرنا چاہئے اور دیکھئے انہوں نے شرط کیا لگائی کہ جو کچھ میں کروں بولنا مت یہ نبی کیلئے سب سے بڑی شرط ہے مگر مان گئے اور پھر جب غلطی ہوئی تو یہ نہ کہنا کہ ایسی ہی ہونی چاہئے بلکہ میں بھول گیا غلطی ہوئی... یہاں تک تیسری بار کہہ دیا اگر پھر ہوا تو ساتھ نہیں رہوں گا... یہ شبہ نہ ہو کہ اجازت کیوں لی جب اللہ میاں نے کہہ دیا... نہیں اللہ میاں کا بھی مطلب یہی ہے کہ جاؤ اور ان سے اجازت لے کر ہی رہو... کیا کیا ادب ہے شیخ کا...

دیکھئے اگر کوئی علامہ ہے فلسفی بھی ہے ہر فن کے اندر کمال رکھتا ہے اور ایک بڑھئی کے پاس نجاری سیکھنے گیا تو اس وقت گردن جھکا ہی دے گا... کیونکہ اس فن میں تو وہ شیخ ہے... حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ہیں عاصم رحمہ اللہ قرأت میں جب وہ بوڑھے ہو گئے تو امام کے پاس جاتے تھے اور کہتے تھے... **یا ابا حنیفه قد جئتنا صغیرا وقد جئتنا کبیرا** اور مودب بیٹھتے تھے... شاگرد سے بھی وہی ادب جو شیخ سے کرنا چاہئے کیونکہ اس فن میں وہ شیخ ہیں... میں ایک صاحب سے فارسی پڑھتا تھا اور وہ مجھ سے عربی پڑھتے تھے... جب میں فارسی پڑھتا تھا ادب کرتا تھا اور جب وہ عربی پڑھتے تھے مجھ سے ادب کرتے تھے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۵)

فضائل کے بیان میں کسی نبی کی سوءادبی نہ کرے

بعض لوگ اس کی کوشش کیا کرتے ہیں کہ جو فضیلت کسی نبی کے لئے ثابت ہو اس کو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی اس سے زیادہ مرتبے میں ثابت کریں... حالانکہ اس کی ضرورت نہیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاءؑ پر فضیلت کلی ثابت ہے اور دوسرے انبیاء کے لئے فضائل جزئیہ ثابت ہو جانا اس میں قادح نہیں، نیز اس کوشش سے نصوص کے خلاف لازم آتا ہے... چنانچہ حدیث میں ہے: **فاذا هو اعطى شطر الحسن**... اگرچہ اس حدیث کی ایسی تاویل بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے ہر دو امر کی رعایت ہو جائے...

وہ اس طرح کہ حسن دو قسمیں ہیں... ایک تو وہ کہ دفعتاً تو دیکھنے والے کو متحیر بنا دے لیکن تامل کے بعد اسکے دقائق متناہی ثابت ہوں...

اس کو حسن صباحت کہتے ہیں اور دوسرا وہ کہ دفعتاً تو متحیر نہیں بناتا لیکن رفتہ رفتہ اس میں قوت انجذاب ترقی پذیر ہو... پس اول کو جمال یوسفیؑ اور ثانی کو جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کہنا بے جانہ ہوگا...

لیکن حضور کی فضیلت کلی ثابت ہونے کے بعد ہم کو اس تاویل کی ضرورت کچھ بھی نہیں... اسی طرح بعضے لوگ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اور اِنَّ مَعِیَ رَبِّی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ثابت کیا کرتے ہیں... میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ اگر دونوں حضرات تشریف فرما ہوتے پھر بھی کسی کی یہ مجال ہوتی ہرگز نہیں... کیونکہ یہ امر دونوں حضرات کے خلاف مزاج ہوتا...

باقی حقیقت اس کی یہ ہے کہ حسب اختلاف وارد کے یہ ارشاد مختلفہ صادر ہوئے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۴)

ادب کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں

ایک صاحب مجلس میں دونوں گھٹنے ٹیک کر کے پنجے آگے بڑھا کر بیٹھے تھے ان کو اس پر تنبیہ فرمائی اور مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایک مرتبہ دولڑ کے چار پائی پر لیٹے تھے میں ان کے پاؤں کی طرف فرش پر بیٹھ کر کام کرنے لگا' وہ مجھے دیکھ کر اُٹھنے لگے تو میں نے کہا کہ لیٹے رہو انہوں نے کہا یہ تو ادب کے خلاف ہے میں نے کہا کہ جب ادب کا وقت ہوگا ہم خود بتلائیں گے اس وقت بے ادبی کرو گے تو مرمت ہوگی جب وہ بڑے ہو گئے تو بڑے مہذب تھے...(ملفوظات حکیم الامت ج۱۱)

پرانے لوگوں میں بزرگوں کا ادب

پرانے لوگوں میں دین کا بزرگوں کے ادب کا پھر بہت اثر تھا اس وقت کے بگڑے ہوئے ان نئے سنورے ہوؤں سے اچھے تھے مولوی شبلی صاحب کا واقعہ ہے کانپور میں ان کا لیکچر ہوا تھا مولوی فاروق صاحب جو ان کے استاد تھے وہ اس وقت کانپور کے ایک مدرسہ میں مدرس تھے وہ بھی اس بیان میں شریک تھے جب بیان ختم ہو چکا تو استاد کے پاس آ کر بیٹھ گئے استاد نے محض سادگی سے پیر پھیلا دیئے کہ شبلی پیر رکھ گئے ہیں ذرا دبا دیجیو بس دبانے لگے اور کوئی اثر ناگواری کا ظاہر نہیں ہوا یہ اثر تھا پرانے ہونے کا اور پہلے بزرگوں کی صحبت کا اب یہ باتیں کہاں یورپ کے مذاق نے پاس کر دیا نہ ادب رہا نہ تہذیب مسلمانوں نے بھی وہی طرز معاشرت اختیار کر لیا حتیٰ کہ اعتراف جرم پر بھی جو معافی مانگی جاتی ہے وہ بھی معافی نہیں صرف واپس لینے کے الفاظ پڑھ دیئے جاتے ہیں یہ اس تعلیم انگریزی کے کرشمے ہیں حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے ایک حکایت سنی ہے کہ ایک باپ بیٹے کرسی پر آمنے سامنے بیٹھے تھے بیٹے نے انگڑائی لی اس میں جو پیر پھیلائے تو اس کے جوتے باپ کی داڑھی

میں لگ گئے کسی نے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے باپ ہیں تو بیٹے ابھی کچھ نہ بولے تھے خود باپ ہی بولے کہ حرج کیا ہوا یہاں تک بے حسی بڑھ گئی ہے...(ملفوظات حکیم الامت ج ٦)

ادب کی حقیقت

ادب تو اس زمانہ میں آیا گیا ہو گیا تعظیم و تکریم کو ادب سمجھتے ہیں حالانکہ ادب کی حقیقت کا حاصل راحت رسانی ہے کیونکہ اصل حقیقت حفظ حدود ہے اور حفظ حدود کے لوازم میں سے راحت مگر اب تو ادب کی تفسیر صرف یہ رہ گئی ہے کہ جھک کر سلام کرنا مخدوم کی طرف پشت نہ کرنا پچھلے پیروں ہٹنا نگاہ کو نیچے سے اوپر نہ کرنا... بولنے کی ضرورت ہو تو اس قدر آہستہ بولے کہ اپنا کہا ہوا آپ بھی بمشکل سن سکے اور اسی قسم کی لغویات ہیں حالانکہ اصل ادب اور حقیقت ادب وہی ہے جو ابھی مذکور ہوا یعنی حفظ حدود و ادائے حقوق جس کو باعتبار حاصل کے راحت رسانی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں اور اس معنے کے اعتبار سے یہ ادب صرف چھوٹوں ہی کے ذمہ نہیں کہ وہ بڑوں کے حقوق کو ادا کیا کریں بلکہ بڑوں کے ذمہ بھی ہے کہ چھوٹوں کے حقوق ادا کریں...

غرض تعظیم و تکریم اور چیز ہے ادب اور چیز ہے اور تعظیم و تکریم بھی اگر محل اور حد پر ہو تو اچھی اور ضروری چیز ہے...ادب کے اس نوع پر ایک حکایت یاد آ گئی ایک سب جج صاحب کسی مقام پر تعینات تھے مگر ایک مدت سے گھر پر خرچ نہ بھیجتے تھے وجہ اس کی یہ تھی کہ وہاں کسی عورت سے تعلق پیدا ہو گیا تھا اس میں غلطاں پیچان ہو گئے تھے ان کے باپ زندہ تھے وہ غصہ میں اس مقام پر پہنچے جہاں یہ تعینات تھے اول مکان پر پہنچے محلہ والوں سے تحقیق ہوئی کہ واقعہ سچا ہے اس وقت سب جج اجلاس پر تھے باپ نے صبر بھی نہ کیا کہ اجلاس سے تو آنے دیتے وہیں اجلاس پر پہنچے ہاتھ پکڑ کر کرسی پر سے زمین پر ڈال کر جوتا بجانا شروع کیا لوگ دوڑے تو سب جج کہتے ہیں کہ خبردار کوئی کچھ نہ بولے یہ میرے قبلہ و کعبہ ہیں... میرے والد ہیں ان کو ہر قسم کا حق ہے... جب

فراغت ہوئی تو عورت سے قطع تعلق کیا... والد صاحب سے معافی چاہی اور خرچ بھیجنا شروع کر دیا... اس موقع کا ادب بھی تھا... ایک واقعہ سنا ہے کہ کسی بندرگاہ پر سمندر کے کنارے ویسرائے کی کسی تقریب کا جلسہ تھا ایک جہاز آ کر کھڑا ہوا اور مسافر اتر کر چلنے شروع ہوئے راستہ مسافروں کے گزرنے کا جلسہ گاہ کے سامنے ہی سے تھا...

دفعتہً ویسرائے کے میر منشی مسافروں کی طرف دوڑے ایک لنگوٹی بند مسافر کے قدموں پر جا گرے اور نہایت تعظیم سے اپنے ساتھ لائے... سب لوگوں کو حیرت ہوگئی کہ یہ کون شخص ہے جس کے اثر سے میر منشی نے اتنے بڑے جلسہ کو چھوڑ کر ویسرائے کی موجودگی میں یہ معاملہ کیا... ویسرائے نے ان میر منشی صاحب سے دریافت کیا یہ کون ہیں... عرض کیا کہ حضور یہ میرے باپ ہیں معلوم ہوا کہ کہیں راستہ میں کسی جزیرہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا تھا ویسرائے کے دل میں اس واقعہ سے میر منشی کی بڑی وقعت ہوئی اور گورنمنٹ سے ترقی کی سفارش کی اور جلسہ گاہ سے اپنی گاڑی میں باپ بیٹے کو بٹھلا کر اپنی کوٹھی یا بنگلہ تک پہنچایا... (ملفوظات حکیم الامت ج ۶)

آج کل حقیقی ادب مفقود ہے

آج کل استادوں کا ادب اور احترام بالکل ہی جاتا رہا تو ویسی ہی علم میں خیر و برکت رہ گئی... عادۃ اللہ یہ ہے کہ استاد خوش اور راضی نہ ہو علم نہیں آ سکتا اور استاد ہی کی کیا تخصیص ہے اب تو وہ زمانہ ہے کہ نہ باپ کا ادب ہے نہ پیر کا ادب ہے اور اگر ہے بھی تو رسمی ادب باقی حقیقی ادب کا نام و نشان نہیں... اور یہ بھی یاد رکھو کہ تعظیم کا نام ادب نہیں ادب نام ہے راحت رسانی کا... اس میں عوام تو کیا خواص تک کو ابتلا ہے میں ایسی ہی باتوں پر متنبہ کرتا ہوں تو مجھ سے خفا ہوتے ہیں...

مزاحاً فرمایا کہ اگر میں بھی اوروں کی طرح خفا رکھتا حقائق کو ظاہر نہ کرتا تو مجھ سے بھی خوش رہتے لیکن اس وقت میرا یہ فعل ان کی رضا کے واسطے ہوتا خدا کی رضا کے

واسطے نہ ہوتا نیز اصلاح نہ ہوتی... اگر طبیب مریض کے لئے اس کی مرضی کے موافق نسخہ لکھے محض اس خیال سے کہ یہ خوش اور راضی رہے تو بس مرض جا چکا اور تندرست ہو چکا بلکہ ایسا طبیب خائن ہے اور ایسا مریض احمق مجھ میں بحمد اللہ رسمی باتوں کا نام و نشان نہیں اور یہ میں فخر سے نہیں کہتا بلکہ اس کو ایک نعمت خداوندی اور فضل ایزدی سمجھ کر اس کا اظہار کرتا ہوں جس پر بھی حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے فضل فرمائیں... **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشا واللہ ذوالفضل العظیم** استادوں کے ادب پر یاد آیا فلاں مولانا میرے ابتدائی کتابوں کے استاد تھے ایک دفعہ مجھ کو زیادہ مارا اس پر خاندان اور قصبہ میں بہت کچھ قصہ ہوا مگر انقیاد کا یہ اثر ہوا کہ بعد فراغ درسیات ایک روز مولانا نے مجھ سے بایں عنوان معافی چاہی کہ ہم تم ایک مدت تک ساتھ رہے ہیں ایسی حالت میں کچھ حقوق میں کوتاہی بھی ہو جاتی ہے مجھ سے بھی ہو گئی ہو تم معاف کر دو...

میں نے عرض کیا کہ میں سمجھ گیا جس چیز کی آپ معافی چاہتے ہیں مگر کیا وہ معافی کی چیز ہے وہ تو ایک دولت تھی اور رحمت تھی اسی کی بدولت تو آج دو حرف نصیب ہو گئے فرمایا کہ اس سے تسلی نہیں ہوتی میں نے عرض کیا کہ حضرت حکم فرماتے ہیں اس وجہ سے میں عرض کرتا ہوں کہ معاف ہے الامر فوق الادب مولانا کی یہ حالت تھی انکسار اور سادگی اور بزرگی کی یہ ہے شان عبدیت کی پہلے استادوں کا شاگردوں کے ساتھ یہ معاملہ تھا اب شاگردوں کا بھی استادوں کے ساتھ یہ معاملہ نہیں پھر کہاں علم اور کہاں برکت میں مولانا کی برکت کے متعلق کہا کرتا ہوں کہ سب سے بڑی دولت امتی کے واسطے یہ ہے کہ قلب میں دین کی محبت ہو عظمت ہو چاہے عمل میں کوتاہی ہو سو یہ دولت مجھ کو مولانا کی صحبت کی برکت سے نصیب ہوئی اس لئے کہ بچپن میں شروع تعلیم انہیں سے ہوئی شروع ہی میں اس کی ضرورت ہے کہ استاد بھی صاحب محبت ہوں تاکہ شاگردوں کے جذبات اور خیالات پر ان کا اثر ہو اور شروع ہی سے صحیح تربیت اور اصلاح ہو پھر فرمایا کہ دین کی محبت اور اپنے بزرگوں کی محبت کے علاوہ اور میرے پاس ہے ہی کیا...

مولانا کی وفات کے بعد ایک مرتبہ میں کانپور سے آیا مولانا کے ایک داماد تھے انہوں نے میری دعوت کی اور بیان کیا کہ مولانا نے خواب میں ان سے فرمایا کہ یہ مرغ جو گھر میں پھر رہا ہے یہ ذبح کر کے اس کو دعوت میں کھلاؤ انہوں نے مجھ سے کہا میں نے سن کر کہا کہ میں اب ضرور کھاؤں گا یہ تو مولانا کی طرف سے دعوت ہے مولانا میں بہت ہی سادگی تھی ایک دفعہ مدرسہ میں چٹائیاں نہ رہی تھیں تو مدرسہ کے بچوں سے بنوائیں جس پر رؤسا وقصبہ اعتراض بھی کیا کرتے تھے ایک مرتبہ مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ دیوبند تشریف لائے انہوں نے دیکھا کہ بچوں سے یہ کام لیتے ہیں انہوں نے مصالح پر نظر کر کے بطور نصیحت کے فرمایا کہ آپ شریفوں کے بچوں سے ایسے کام لیتے ہیں اسی واسطے قصبہ کے معزز لوگ آپ سے ناراض ہیں آئندہ شریفوں کے بچوں سے ایسا کام ہرگز نہ لیا جائے پھر آئندہ یہ کام بچوں سے نہیں لیا اور اس مشورہ سے ذرہ برابر ناگواری کا اثر نہیں ہوا کیا ٹھکانا ہے اس بے نفسی کا اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اول ہی دن سے ایسے استاد اور بزرگ نصیب فرمادیئے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۶)

نعمت ادب پر اظہار تشکر

مجھ کو نہ ایسا علم ہے نہ اس درجہ کا عمل ہے البتہ ایک چیز ہے جو خدا تعالیٰ نے دی ہے خواہ اس کو کوئی دعویٰ بھی سمجھ لے وہ ایک چیز یہ ہے کہ مجھ میں ادب ہے یہ خدا کی بڑی نعمت ہے جو مجھ کو عطاء فرمائی گئی ہے... کسی مشرب کسی مسلک کے اللہ اللہ کرنے والے ملے مجھ سے سب خوش رہے اور سب نے دعائیں دیں... میں غیر مسلک کے اللہ اللہ کرنے والوں سے بھی ملا ہوں... گو اعتقاد سے نہ ملتا تھا مگر ادب سے ملتا تھا... اعتقاد اور چیز ہے ادب اور چیز ہے... ادب میں سب کا کرتا ہوں باقی اعتقاد یہ جس سے ہے اس سے ہے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۸)

ادب کس طرح حاصل ہوتا ہے

کہ یا تو طبیعت سلیم ہو یا کسی کامل کی صحبت ہو یا صحیح تعلیم ہو...ادب ان چیزوں سے پیدا ہوتا ہے مگر یہ تینوں باتیں نہیں رہیں بلکہ جہل کا نام تعلیم رکھا ہے...سو کہاں تک ان بے ہودگیوں کی تاویلات کروں کوئی بات بھی تو آدمیوں کی سی نہیں...ایک عالم کا عالم ان خرافات پر متفق ہو گیا ہے...آخر کہاں تک برداشت کروں اور کب تک تغیر نہ ہو پتھر تو نہیں ہوں احساس تو ہوتا ہی ہے...لوگ چاہتے یہ ہیں کہ نہ خوشی کی بات سے خوش ہو اور نہ رنج کی بات سے رنج ہو بت کی طرح بیٹھے رہنے کو بزرگی سمجھتے ہیں...ایسے پیر بھی بکثرت سے ہیں کہ وہ بت بنے ہوئے ہیں اور آنے والوں سے اپنی پرستش کراتے ہیں...وہیں جاؤ یہاں بلایا کس نے تھا...(ملفوظات حکیم الامت ج ۸)

بزرگوں کے ادب حاصل کرنے کا طریقہ

ایک بار حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ اس کے متعلق ارشاد فرما رہے تھے کہ مرید کو شیخ سے نفع باطنی حاصل ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ اس کو شیخ سے اعتقاد ہو اور شیخ کو اس مرید کی طرف سے تکدر نہ ہو اس کے بعد یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے جس کا جواب ضروری ہے وہ یہ کہ اگر مرید کو شیخ کے کسی فعل پر کوئی شبہ واقع ہو جائے تو اس اپنے شبہ کو وہ مرید آیا حل کرے یا نہ کرے کیونکہ وہ حل کرتا ہے تب تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ کہیں شیخ کا قلب اس شبہ کو سن کر مرید کی طرف سے مکدر نہ ہو جائے کیونکہ مرید کا وہ شبہ خود اس شیخ ہی کے فعل پر ہے اور اگر اس شبہ کو حل نہیں کیا جاتا تو اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اس مرید کے اعتقاد میں خلل نہ پڑ جائے اور تکدر شیخ یا مرید کے اعتقاد میں خلل...

ان دونوں کا نتیجہ مرید کے لیے محرومی ہے تو ایسی صورت میں وہ مرید کیا کرے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طالب کو یہ چاہیے کہ اپنے اس شبہ کو تو حل کرے مگر اپنے شیخ سے حل نہ کرے بلکہ شیخ کے متعلقین میں سے کسی سمجھ دار شخص سے اس شبہ کو بیان کرے اور اس سے اس شبہ کو حل کر لے اس طریقہ سے طالب کا شبہ بھی حل ہو جائے گا اور اس طالب کی طرف سے اس کے شیخ کا قلب بھی مکدر نہ ہوگا... اس پر ایک اہل علم نے عرض کیا کہ اگر طالب کے قلب میں اپنے شیخ کے متعلق کوئی اعتراض اور شبہ تو نہ ہو بلکہ صرف کوئی وسوسہ پیدا ہو شیخ کے کسی فعل کے متعلق اور اس وسوسہ کے مقتضاء پر وہ طالب عمل بھی نہ کرے تو کیا اس وسوسہ کو بھی شیخ پر ظاہر نہ کرنا چاہیے اور کیا اس وسوسہ کا اظہار بھی جس کے مقتضاء پر عمل نہ ہو موجب تکدر قلب شیخ ہوگا... اس کے جواب میں حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ وسوسے گو ان کے مقتضاء پر عمل نہ ہو دو قسم کے ہوتے ہیں...

ایک قسم تو یہ ہے کہ طالب کے قلب میں وسوسہ آیا اور اس طالب کو اس وسوسہ سے ناگواری بھی ہوئی... اب خواہ وہ ناگواری اور حزن جو اس وسوسہ پر ہوا طبعی تھا یا عقلی اور عقلی ناگواری اور حزن یہ ہے کہ گو اس کو اس وسوسہ سے ناگواری نہیں ہوئی مگر وہ طالب اس وسوسہ کو اعتقاداً اور عقلاً برا سمجھتا ہے... بس یہ اعتقاداً اور عقلاً ناگوار سمجھنا ہی عقلی ناگواری ہے... غرض یہ کہ اس وسوسہ سے ناگواری اور حزن بھی ہوا اس طالب کو... پھر وہ وسوسہ آنے کے بعد زیادہ باقی بھی نہیں رہا بلکہ خود بخود دفع ہو گیا اور نہ اس طالب نے اس وسوسہ کے مقتضاء پر عمل کیا تو ایسے وسوسہ کو شیخ سے کہنا اس طالب کے لیے کچھ مضر نہیں مگر بلاضرورت مفید بھی نہیں بلکہ اولیٰ یہی ہے کہ اس کو بالکل نیست و نابود ہی کر دیا جاوے اور دوسری قسم وسوسہ کی یہ ہے کہ وسوسہ آیا اور اس وسوسہ سے طالب کی طبیعت میں یہ اثر ہوا کہ اتار چڑھاؤ ہونے لگا...

گویا کہ اس وسوسہ کو اتنی قوت ہو گئی کہ اس وسوسہ کو ایک گونہ رائے کا درجہ حاصل ہو گیا اور وہ وسوسہ اس کو ناگوار بھی نہیں ہوا اور جب تک اس وسوسہ کو دلائل سے دفع نہیں کیا گیا وہ وسوسہ دفع بھی نہیں ہوا تو اگرچہ اس وسوسہ کے مقتضاء پر عمل

نہیں ہوا اور گو یہ درجہ بھی وسوسہ کا غیر اختیاری ہے نیز اس وسوسہ کے غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے طالب پر مواخذہ اخروی بھی نہ ہوگا مگر اس وسوسہ کو شیخ سے کہنا مناسب نہیں بلکہ خلاف ادب اور موجب تکدر شیخ ہے اس کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب یہ ایک وسوسہ ہے اور غیر اختیاری ہے تو پھر شیخ پر طالب کے اس وسوسہ کے اظہار سے شیخ کے تکدر کی کیا وجہ تو یہ ایک باریک ہے... لہٰذا اس کو ایک مثال سے سمجھنا چاہیے...

وہ مثال یہ ہے کہ مثلاً ایک باپ نے اپنے بیٹے کو اس کی کسی بدتمیزی پر ڈانٹا جب باپ ڈانٹ چکا اور باپ کا غصہ فرو ہو گیا تو اس کے بعد اس بیٹے نے باپ سے کہا کہ ابا جس وقت آپ مجھ کو میری بدتمیزی پر ڈانٹ رہے تھے تو میرے دل میں یہ وسوسہ آیا کہ میں آپ کو قتل کر دوں مگر وہ وسوسہ دفع ہو گیا تھا تو گو وہ باپ یہ بھی جانتا ہے کہ میرے بیٹے کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ مجھ کو قتل کر دے بلکہ صرف یہ ایک وسوسہ ہے جو اس کے دل میں آیا ہے اور غیر اختیاری ہے اور اس وسوسہ کی وجہ سے میرے بیٹے کو کچھ گناہ بھی نہ ہوگا مگر باوجود ان سب باتوں کے ذرا سوچئے اور غور کیجئے کہ کیا اس باپ کو اس سے ناگواری نہ ہوگی‘ ضرور ناگواری ہوگی اور باپ کو یہ خیال ہوگا کہ یہ کم بخت تو خطرناک ہے ساری عمر اس کی صورت نہیں دیکھنی چاہیے تو جب اس باپ کو بیٹے کی یہ بات سن کر ناگواری ہوگی تو اگر یہ وسوسہ شیخ کے لیے موجب تکدر ہو تو کیا تعجب کی بات ہے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۹)

ادب کا مدار عرف پر ہے

ایک ایسے غسل خانہ اور پاخانہ میں جو بعد تعمیر استعمال میں نہیں لایا گیا ہے کتب دینیہ رکھے جانے کا ذکر تھا‘ فرمایا کہ بظاہر تو یہ ناجائز نہیں‘ معلوم ہوتا ہے کیونکہ گو ابھی یہ استعمال میں نہیں لائے گئے لیکن وضع تو غسل اور قضاء حاجت ہی کے لیے کیے گئے

ہیں اس لیے کتب دینیہ کا ان میں رکھنا خلاف ادب معلوم ہوتا ہے... اس پر ایک صاحب علم نے جو اس تذکرہ کے وقت حاضر خدمت تھے عرض کیا کہ کیا اس میں قید استعمال کے بعد کی نہ ہوگی فرمایا کہ فقہاء کے الفاظ یہ ہیں **المعد لذلک**...

ان پر غور کرلیا جائے کہ آیا ان سے استعمال کے بعد کی قید نکلتی ہے یا نہیں؟ متبادر تو یہی ہے کہ مستعمل ہونے کی قید نہیں ہے بلکہ جو شے جس غرض کے لیے بنائی گئی ہو اور اسی ہیئت سے بنائی گئی ہو جو اس کے لیے مناسب ہے تو اسی کا اعتبار ہوگا خواہ ابھی اس کا استعمال اس غرض خاص کے لیے نہ کیا گیا ہو... مثلاً نئے جوتے کو جو ابھی استعمال نہ کیا گیا ہو کسی کتاب پر رکھنا جائز نہ ہوگا اھ... پھر فرمایا کہ ادب کا مدار عرف پر ہے... یہ دیکھا جائے گا کہ عرف میں یہ خلاف ادب سمجھا جاتا ہے یا نہیں؟ اسی سلسلہ میں یاد آیا کہ ایک بار ایک خادم کو تنبیہ فرمائی جنہوں نے ایک ہی ہاتھ میں ایک دینی کتاب اور جراب دونوں اس طرح لے رکھی تھیں کہ جراب کتاب سے مس ہوتی تھی... فرمایا کہ آج کل طبیعتوں میں ادب بالکل نہیں رہا... مولانا احمد علی صاحب سہارن پوری نے لکھا ہے کہ یہ جو بعض طلبہ بائیں ہاتھ میں کتب دینیہ اور داہنے ہاتھ میں جوتے لے کر چلتے ہیں بہت مذموم ہے کیونکہ خلاف ادب ہے اور صورۃً فوقیت دینا ہے جوتوں کو کتب دینیہ پر... (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۰)

عرفی ادب جو حدود سے متجاوز ہو باعث نفرت ہے

عرفی ادب سے جو حدود سے متجاوز ہو حضرت اقدس کو بڑی نفرت ہے اور اس سے حضرت اقدس کو بڑی اذیت ہوتی ہے... فرمایا کہ یہ ادب ایسا ہے جیسے بدعتیوں کی عبادت کہ وہ صورت میں تو عبادت ہی ہے اور بہ نیت عبادت ہی کی بھی جاتی ہے لیکن چونکہ اس میں غلو اور حدود سے تجاوز ہے اس لیے وہ مقبول نہیں بلکہ موجب گرفت ہے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۰)

میت کا ادب زندگی کی طرح کرنے کا حکم

فقہاء نے لکھا ہے کہ مردہ کے پاس جب اس کی قبر پر جائے تو وہی معاملہ کرے جو معاملہ کہ اس کی زندگی میں اس کے ساتھ کرتا یعنی مردہ کا ادب بھی اتنا ہی ہے جتنا زندہ کا... مگر فقہاء کے اس قول کی دلیل اب تک کوئی سمجھ میں نہیں آئی تھی مگر بحمد اللہ تعالیٰ اب سمجھ میں آ گئی اور وجہ اس مضمون کے بیان کی یہ ہوئی کہ آج کل کے بعض لوگوں کا یہ خیال معلوم ہوا ہے کہ وہ فقہاء کے اس قول کو بلا دلیل بتلاتے ہیں تو فقہاء کے اس قول کی دلیل اللہ تعالیٰ نے ذہن میں ڈال دی... وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے میرے حجرہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہوئے ہیں اس وقت سے میری عادت ہے کہ جب میں اس حجرہ میں داخل ہوتی ہوں تو حیاء من عمر یعنی بوجہ حیاء کے اپنا منہ ڈھانک لیتی ہوں اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ ہوتے اور اس حجرہ میں تشریف رکھتے ہوتے اور اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس حجرہ میں کسی ضرورت سے تشریف لاتیں تو جس وقت ان کو معلوم ہوتا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں تشریف رکھتے ہیں تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ضرور اپنا منہ ڈھانک لیتیں...

بس اسی طرح سے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد اپنی حالت بیان فرماتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد جب میں ان کی قبر کے نزدیک جاتی ہوں تب بھی ایسا کرتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ادراک میت کی قائل ہوتیں تب تو یہ بھی احتمال تھا کہ شاید یہ منہ چھپانا اس ادراک کی بناء پر ہو... اس صورت حال میں یہ استدلال تام نہ ہوتا مگر وہ اس ادراک کی بھی قائل نہیں بلکہ مخالف ہیں... پس اب تو یقیناً معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس فعل کی بناء پر عقیدہ نہیں کہ میت کو اس عالم کا ادراک ہوتا

ہے بلکہ اس کی بناء وہی ہے جو فقہاء کے قول کی ہے کہ میت کا ادب بعد موت بھی وہی ہے جو اس کی زندگی میں تھا... اسی وجہ سے میں کہا کرتا ہوں کہ بعض شراح حدیث نے جو اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے کہ اس سے ادراک میت کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے میرے نزدیک صحیح نہیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ عقیدہ ادراک میت کا نہ تھا لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس ارشاد سے یہ عقیدہ ادراک میت ثابت نہیں ہوسکتا... (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۰)

اصل ادب

ادب حقیقی اور رعایت حقوق جس کو اصل ادب کہتے ہیں وہ اہل اللہ کو میسر ہے اور لوگ تو صرف زبان ہی جمع خرچ رکھتے ہیں اور ادب کی حقیقت سے محض بے خبر اور نا آشنا ہیں اس پر ایک قصہ بیان فرمایا حضرت شاہ ابوالمعالی کے یہاں ان کے پیر شیخ محمد صادق صاحب محبوب الٰہی مہمان ہوئے شاہ صاحب موجود نہ تھے ان کی بیوی نے کچھ کھانے کا انتظام کرنا چاہا مگر گھر میں کچھ نہ تھا اور اس روز گھر میں فاقہ تھا ان بے چاری نے محلہ میں پڑوسی میں کسی کو بھیجا کہ کہیں سے کچھ مل جائے وہ خادم کئی بار آیا گیا شیخ نے اس آدمی سے دریافت کیا کہ تم بار بار کہاں آتے جاتے ہو جو بات تھی اس نے کہہ دی شاہ صاحب نے ایک روپیہ دیا کہ اس کے گندم منگالو چنانچہ گندم لائے گئے...

آپ نے گھر میں سے ایک مٹکی منگا کر اس میں گندم بھر کر اور ایک تعویذ لکھ کر اس میں رکھ دیا اور فرمایا کہ جس قدر ضرورت ہوا کرے اس میں سے نکال لیا کرو اور کبھی پکانے کی رونق ہوگئی دس پانچ روز کے بعد شاہ ابوالمعالی صاحب مکان پر تشریف لائے دیکھا کہ گھر میں رونق ہورہی ہے وہ دریافت کی بیوی نے کہا کہ حضرت شیخ آئے تھے وہ ایک روپیہ کے گندم ایک مٹکی میں بھر کر اور ایک تعویذ لکھ کر اس میں رکھ گئے ہیں اس سے یہ سب کام چل رہے ہیں... اب شاہ صاحب کو خیال ہوا کہ تعویذ رہتا ہے تو توکل

کے خلاف اور اگر نہیں رکھتا تو شیخ کے عطیہ سے اعراض فرمایا کہ حضرت کے اس تبرک یعنی تعویذ کے تو ہم مستحق ہیں یہ مٹکی اور مکان اس کے مستحق نہیں یہ کہہ کر مٹکی منگا کر اس کو کوٹ کر تعویذ تو ٹوپی میں رکھ لیا اور اناج خیرات کر دیا... دیکھئے توکل اور شیخ کے تبرک دونوں کے ادب کو کیسے جمع کیا واقعی اہل اللہ ادب کے پتلے ہیں پھر ادب کی تفسیر کی کہ ادب کہتے ہیں رعایت حقوق کو مگر آج کل ادب تعظیم وتکریم کو اور سامنے نہ بولنے کو اونچی گردن کر کے اوپر نہ اٹھانے کو اور پچھلے پیروں ہٹنے کو ادب سمجھتے ہیں جو سب ڈھونگ ہے اصل چیز خلوص اور فکر ہے ان سے سب کام ٹھیک ہو جاتا ہے مگر آج کل یہی دونوں چیزیں لوگوں میں مفقود ہیں...

ادب اور خلوص پر ایک واقعہ یاد آ گیا دیوبند میں ایک صاحب تھے دیوانجی اللہ دیا... انہوں نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی حضرت مولانا نے فرمایا کہ گنگوہ جا کر مولانا سے بیعت ہو جاؤ عرض کیا بہت اچھا گنگوہ پہنچے اور حضرت گنگوہی سے بیعت ہو کر دیوبند آ گئے اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے پھر بیعت کی درخواست کی مولانا نے فرمایا کہ میں نے تو تم سے کہا تھا کہ گنگوہ جا کر مولانا سے بیعت ہو جاؤ عرض کیا کہ میں بیعت ہو آیا اور جہاں جہاں آپ فرمائیں گے...وہاں جا کر بیعت ہو آؤں گا مگر دل سے بیعت ہونگا آپ ہی سے کیا ٹھکانہ ہے اس تعلق اور محبت کا آخر حضرت مولنا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت فرما لیا...دیکھئے کیا لطیف ادب اور اطاعت ہے ایک اور واقعہ یاد آ گیا بلگرام کے ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کے مرید جو شاگرد بھی تھے حاضر ہوئے دیکھا کہ شیخ کا شہرہ مضمحل ہے قرینہ سے معلوم ہوا کہ کئی وقت کا فاقہ ہے اٹھ کر چلے گئے مکان پر گئے اور بہت سا کھانا اور کچھ نقد خوان میں لگا کر لیکر آئے اور پیش کیا شیخ نے فرمایا کہ تمہارا ہدیہ ایسے وقت میں آیا ہے کہ مجھے اس کی حاجت ہے مگر اس وقت لینا سنت کیخلاف ہے اس لئے حدیث میں یہ قید ہے...

ما اتاک من غیر اشراف نفس فخذہ اور یہاں پر یہ شرط نہیں پائی گئی

کیونکہ جس وقت تم اٹھ کر گئے تھے مجھے احتمال ہوا کہ شاید کچھ لینے جا رہے ہو اور اس احتمال کی وجہ سے مجھ کو انتظار رہا تو ہدیہ ایسے وقت آیا اس لئے میں نہیں لے سکتا مرید نے عرض کیا کہ بہت اچھا حضرت جیسے خوشی ہو یہ کہا اور ہدیہ اٹھایا اور لیکر چل دیئے لوگوں نے بڑے دانت پیسے کہ یہ کیسا ہدیہ لایا کچھ بھی تو اصرار نہ کیا کہتے ہی لیکر چل دیا مگر جب نظر سے اوجھل ہو گیا تو پھر لیکر آ گیا تو لیجئے حضرت اب تو انتظار نہ رہا تھا اب قبول فرما لیجئے اب بتلایئے دوسرا ایسا کر سکتا ہے ہرگز نہیں کر سکتا جن کے قلب میں ادب اور اطاعت کا نور ہو وہی کر سکتے ہیں بس یہ ہے حقیقی ادب میں سچ عرض کرتا ہوں کہ بادشاہوں کا ادب آسان ہے اور اہل اللہ کا ادب مشکل ہے... ایک شخص شاعر جو کانپور کے یہاں آئے تھے انہوں نے یہاں سے جا کر ایک رسالہ بطور سفر نامہ کے لکھا تھا اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ جو تہذیب ہم نے ساری عمر کی کوشش میں حاصل کی تھی وہ وہاں جا کر بدتہذیبی ثابت ہوئی... (ملفوظات حکیم الامت ج ۵)

ادب تعظیم کا نہیں راحت رسانی کا نام ہے

بعض آدمیوں میں فہم کا قحط ہوتا ہے ان کی تقریر اور تحریر سے دوسروں کو کلفت ہوتی ہے اگرچہ وہ اپنے نزدیک ادب ہی کا قصد کرتے ہیں بات یہ ہے کہ آجکل ادب نام رہ گیا ہے تعظیم کا... حالانکہ اصل ادب ہے راحت کا اہتمام اور جس چیز سے دوسرے کو تکلیف پہنچے اس کا نام ادب نہیں یہ سب رسموں کی خرابیاں ہیں...

ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ سختی سے منع فرمایا کرتے تھے کہ اپنی جگہ سے بیٹھے ہوئے میری تعظیم کیلئے مت اٹھا کرو... اس حالت میں یہ ہی ادب تھا کہ نہ اٹھا جائے پھر اسی سلسلہ میں مہمانی کے آداب کا تذکرہ ہونے لگا اس کے ذیل میں فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عام دستر خوان پر ایک بدوی بھی بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا دیہاتیوں کی طرح بڑے بڑے لقمے بنا کر کھا رہا تھا

...حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بوجہ خیر خواہی کے فرمایا کہ اے شخص اپنی جان پر رحم کر اور چھوٹا لقمہ بنا کر کھا کہیں گلے میں نہ اٹک جائے یہ کہنا تھا کہ فوراً دستر خوان سے وہ بدوی اٹھ گیا اور چل دیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو روکا اس نے کہا کہ زیبا نہیں کہ کوئی شریف آدمی آپ کے دستر خوان پر کھانا کھائے آپ مہمانوں کے لقمے تکتے ہیں کہ کون بڑا لیتا ہے اور کون چھوٹا... آپ کو اس سے کیا تعلق کہ کوئی کس طرح کھاتا ہے آپ کو دستر خوان پر مہمانوں کو بٹھلا کر اس طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا چاہئے البتہ کھانے کی کفایت کی نگرانی ضروری ہے یہ کہہ کر چلتا ہوا...

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بے حد اس کی کوشش کی کہ کھانا کھا کر جائے مگر وہ نہیں مانا فرمایا کہ آداب میزبانی کے خلاف ہے کہ مہمان کو کھاتے ہوئے تکنا اس سے اس پر شرم دامن گیر ہوتی ہے اور پیٹ بھر کر کھانا کھا نہیں سکتا... کیا ٹھکانہ ہے اس وقت کے بدوی ایسے ہوتے تھے آج کل یہ باتیں مدعیان تمدن بھی نہیں معمولی لوگ بے چارے تو کس شمار میں ہیں... (ملفوظات حکیم الامت ج ۱)

ادب کا مدار

حق تعالیٰ کی شان میں بعض علماء بھی ایسے الفاظ کہہ جاتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وہ استعمال نہیں کر سکتے... البتہ صیغہ واحد کا استعمال حق تعالیٰ کے لئے خلاف ادب نہیں کیونکہ اول تو یہ عرف عام ہو گیا ہے اور ادب کا مدار عرف ہی پر ہے... ورنہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے لطیفہ سے سب کو خاموش ہونا پڑے گا... جیسا ایک عالم کو آپ نے خاموش کر دیا تھا...

آپ نے اس سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص فرش پر بیٹھا ہو اور قرآن کو رحل پر رکھے ہوئے پڑھ رہا ہو اور دوسرا آدمی پلنگ پر پیر لٹکا کر بیٹھ جاوے یہ جائز ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب نے کہا جائز نہیں کیونکہ اس میں قرآن کی بے ادبی ہے... مولانا اسمٰعیل صاحب

نے فرمایا کہ اگر قرآن کے سامنے کوئی کھڑا ہو جائے تو یہ کیسا؟ کہا یہ جائز ہے مولانا نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں کیا فرق ہے... چارپائی پر بیٹھنے میں اگر بے ادبی پیروں کی ہے تو پیر تو پلنگ پر بیٹھنے والے کے بھی نیچے ہیں اور اگر بے ادبی سرین کے اونچے ہونے سے ہے تو سرین کھڑے ہونے والے کے بھی اونچے ہیں... وہ مولوی صاحب حیران ہو کر خاموش ہو گئے... اگر فقیہ ہوتے تو کہہ دیتے کہ ادب کا مدار عرف پر ہے اور عرف میں پہلی صورت کو بے ادبی اور دوسری کو ادب شمار کیا جاتا ہے مولانا اسمٰعیل شہید کے مزاج میں شوخی یعنی زندہ دلی بہت تھی اس لئے ان کے یہاں ایسے ایسے لطیفے اکثر ہوتے رہتے تھے جن کا جواب کوئی ان ہی جیسا دے سکتا تھا... ہر شخص نہ دے سکتا تھا...

اور ہمارے ماموں امداد علی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ شوخی مزاج کی، دلیل ہے نفس کے مردہ ہونے اور روح کے زندہ ہونے کی اور متانت دلیل ہے روح کے مردہ ہونے اور نفس کے زندہ ہونے کی... اکثر اہل اللہ شوخ مزاج یعنی زندہ دل ہوتے ہیں...

بہرحال ادب کا مدار عرف پر ہے فقہاء نے اس کو خوب سمجھا ہے چنانچہ **لا تقل لھما اُفٍ** کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ حقیقت اس نہی کی ایذاء والدین سے منع کرنا ہے جہاں تافیف موجب ایذاء ہو وہاں حرام ہے اور اگر کسی وقت عرف بدل جائے اور تافیف موجب ایذاء نہ ہو تو حرام نہیں اور فقہاء نے جو بعض احکام میں تغیر عرف کی وجہ سے بدلنے کا حکم فرمایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ احکام حقائق کے متعلق ہوتے ہیں... اور عرف کے بدلنے سے وہ حقیقت نہیں بدلتی جس سے تعلق حکم کا تھا صرف عرف سے اس حقیقت کی صورت تحقق بدل جاتی ہے... سو صورت مدار حکم نہیں... مثلاً جس حکم کا مدار ایذاء پر تھا وہ ایذاء ہی پر مرتب ہوگا... بدوں ایذاء کے حکم ثابت نہ ہوگا پس اگر ایک لفظ کسی قوم کے عرف میں موجب ایذاء ہے وہاں وہ تلفظ حرام ہوگا اور دوسری قوم کے نزدیک موجب ایذاء نہیں وہاں تلفظ حرام نہ ہوگا...

جیسے سر کا ہلانا ہمارے یہاں ایک ہیئت سے یعنی فوق وتحت کو اقرار کے لئے
اور ایک ہیئت سے یعنی یمین وشمال کو انکار کے لئے مگر حیدر آباد میں ہمارے یہاں
انکاری ہیئت بہت لطیف فرق سے اقرار کے لئے بھی ہے تو وہاں اس فرق کے جا
والے کی نظر میں اس سے اقرار ہی مفہوم ہوگا انکار مفہوم نہ ہوگا اور جو شخص وہاں
عرف سے ناواقف ہوگا وہ بڑا پریشان ہوگا...

چنانچہ ایک مدرس ہمارے اطراف کے وہاں پہنچ گئے... طلباء کے سامنے کتاب کی تقر
کر کے پوچھا سمجھ گئے انہوں نے اپنے قاعدہ کے موافق سر ہلا دیا جس کو انہوں نے ا
پر محمول کر کے دوبارہ تقریر کی اور پوچھا سمجھ گئے تو انہوں نے پھر اس طرح سر ہلا دیا... اب تو
بالکل مایوس ہو گئے اور ایک شخص سے شکایت کی کہ یہاں کے طلباء بڑے غبی ہیں... میں
تین دفعہ ایک مقام کی تقریر کی اور میرے پوچھنے پر یہی کہتے رہے ہم نہیں سمجھے...

وہ شخص عاقل تھا... دونوں مقامات کے عرف سے واقف تھا اس نے کہا
انہوں نے زبان سے کہا تھا کہ ہم نہیں سمجھے؟ کہا زبان سے تو نہیں بلکہ انکار
ہیئت سر ہلایا تھا جب انہوں نے بتلایا کہ یہاں کا عرف دوسرا ہے یہاں اقر
کے لئے بھی اسی طرح سر ہلاتے ہیں...

میں یہ کہہ رہا تھا کہ ادب کا مدار عرف پر ہے اور اس کو فقہاء نے سمجھا ہے اور ا
لئے جہاں حقائق نہیں بدلے صرف عرف بدلا ہے وہاں تبدل عرف سے احکام بد
جانے کا حکم فرما دیا ہے... مگر آج کل جہلا حقائق کو بدلنا چاہتے ہیں اور دقاحت یہ
کہ ایسے لوگ باوجود جاہل ہونے کے علماء کے سامنے احکام شرعیہ میں گفتگو کرتے
بس وہ حال ہے کہ

گربہ میر وسگ وزیر وموش را دیوان کنند ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

بلی بادشاہ، کتا وزیر، چوہا ہیڈ کلرک ہے اس طرح کے سلطنت کے ارکان ہی ملک
کو ویران کرتے ہیں..."

پچھلے دنوں سنا تھا کہ ایک غیر مسلم بڑا لیڈر جیل میں قرآن کا مطالعہ کر رہا ہے
وراس سے احکام کا استنباط کر رہا ہے... میں نے کہا واقعی یہ اجتہاد و استنباط سب سے
ڑھ کر ہوگا کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے معتقدین تو کبھی کسی مسئلہ میں امام صاحب
ی خطا کا بھی اقرار کر لیتے ہیں مگر اس لیڈر کے مسلمان معتقد بھی کبھی اس کی خطا کا
نکار نہیں کرتے اس کا استنباط سب سے بڑھ کر ہوگا (جس کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے
کہ جیل سے نکل کر اس نے ایک تقریر میں یہ کہا کہ میں نے قرآن کا مطالعہ بڑے غور
ے کیا مگر مجھے اس میں ذبح حیوانات کا حکم کہیں نہیں ملا... آپ کے غور کی تو یہ حالت
ہے کہ پہلے سپارہ میں ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ نظر نہ آیا... نہ معلوم بے غوری سے
مطالعہ کرتے ہیں اور کس کس چیز کا انکار کر دیتے...

یہ تقریر ادب پر چلی تھی کہ حق تعالیٰ کا ادب سب سے زیادہ ضروری ہے مگر پھر بھی
صیغہ واحد کا استعمال حق تعالیٰ کی جناب میں خلاف ادب نہیں کیونکہ عرف عام ہو گیا
ہے اور عرف میں اللہ تعالیٰ کے لئے صیغہ واحد غالباً اس لئے اختیار کیا گیا کہ اس میں
توحید پر زیادہ دلالت ہے اور صیغہ جمع میں توحید کی صراحت نہیں...

مگر مجھے اپنے استاد رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے صیغہ جمع کے استعمال کی عادت ہوگئی
ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ یونہی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ
اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں کیونکہ صیغہ جمع میں تعظیم زیادہ ہے... رہا یہ کہ اس میں توحید
کی رعایت نہیں... میں کہتا ہوں کہ توحید اس میں بھی محفوظ ہے کیونکہ علماء بلاغت نے لکھا
ہے موحد انبت الربیع البقل کہے تو اسناد مجازی ہوگی... اسی طرح یہاں سمجھ لو...

رہا یہ کہ قرآن میں بھی کہیں اس کی اصل موجود ہے یا نہیں... سو صیغہ تکلم میں تو
بکثرت صیغہ جمع اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اختیار فرمایا ہے اور خطاب کی صورت میں بھی
ایک جگہ صیغہ جمع آیا ہے قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنَ (پ ۱۸) اس میں اللہ کو صیغہ جمع کے ساتھ
خطاب ہے اور گو اس میں دوسرا احتمال بھی بیان کیا گیا ہے کہ جمع سے مراد تکرار فعل ہے

رب ارجع رب ارجع... مگر تکرار فعل کے لئے صیغہ جمع کالانا خلاف ظاہر ہے... اس لئے احتمال بعید ہے اور اگر بعید بھی نہ ہو تو دوسرا احتمال بھی امت کے نزدیک متلقی بالقبول اس لئے اس کا اعتبار واتباع بھی جائز ہے...

بہر حال اس کی اصل بھی موجود ہے اور اس لئے یہ بھی جائز ہے... مگر پھر بھی کسی ایک شق کو دوسری پر ترجیح نہیں دیتا کیونکہ ممکن ہے کہ اپنے استاد کی محبت کی سے اس شق کو پسند کرتا ہوں... (خطبات حکیم الامت ج۹)

آج کل کا رسمی ادب اور رسمی تعظیم

اس کا تو اکثر لوگوں کو خیال ہی نہیں کہ ہماری وجہ سے دوسرے کو اذیت تکلیف نہ پہنچے' البتہ رسمی ادب رسمی تعظیم یہ سب کچھ ہے بعض لوگ ادب کی وجہ پشت کی جانب آ کر بیٹھ جاتے ہیں جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے... قلب پر ایک ہوتا ہے... ایک صاحب آئے اور میری پشت کی جانب بیٹھ گئے' میں اس وقت پڑھا رہا تھا اس قدر قلب پر گرانی ہوئی کہ پورا کرنا مشکل ہو گیا... آخر میں نے میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر ان کی پشت کی طرف جا بیٹھا' اب وہ کسمائے اور اُٹھنا میں نے ڈانٹ کر کہا کہ خبردار جو یہاں سے جنبش کی' بیچارہ بیٹھا رہا' میں نے کہا کہ پتہ چلا کہ پشت پر بیٹھنے سے کیسی تکلیف ہوتی ہے' کہا ہاں میں تو آپ کو بزرگ سمجھ ادب کی وجہ سے پیچھے بیٹھ گیا تھا' میں نے کہا کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں آپ کو عا گنہگار' فاسق' فاجر سمجھتا ہوں' توبہ کی کہ اب کبھی پشت کی جانب نہ بیٹھوں گا' بدتمیزوں کے دماغ اسی طرح سیدھے ہوتے ہیں...

ڈھاکہ بلکہ کل بنگال میں ملاقات کے وقت پیر پکڑنے کی رسم ہے... جب ڈھاکہ گیا یہ ہی برتاؤ میرے ساتھ کیا' میں نے منع کیا مگر مانا نہیں' پھر میں نے اس علاج کیا کہ جو میرے پیر پکڑتا میں اس کے پیر پکڑ لیتا... حیدر آباد دکن میں بھی ا

رسمی تہذیب بہت زیادہ ہے جب وہاں گیا' خیال ہوا کہ جب میں ایسے تصنعات نہ برتوں گا تو بدتہذیب سمجھا جاؤں گا' اس لیے میں نے اعلان کر دیا کہ ہر جگہ کی تہذیب جدا ہے' میں یہاں کی تہذیب پر عمل نہ کروں گا بلکہ تھانہ بھون کی تہذیب پر عمل کروں گا' تو میں نے سادگی کو تہذیب کی فرد بنادی... حیدر آباد ہی کا واقعہ ہے ایک جج آئے میرے قدم چومنا چاہتے تھے' صورت یہ تھی کہ میں چلنے کی تیاری کر رہا تھا اور ایک چارپائی پر پیر لٹکائے ہوئے اسباب بندھوا رہا تھا وہ پیروں کی طرف بڑھے' میں نے کہا کہ ذرا ٹھہریئے میں آرام سے بیٹھ جاؤں' وہ رُک گئے' میں نے پیر سمیٹ کر پلنگ پر رکھ لیے اور قدموں کو ران کے نیچے چھپا لیے اور کہا کہ اب اجازت ہے آپ جو چاہیں کریں رہ گئے' اپنا سا منہ لے کر وہاں پر پیر تو اچھی خاصی پرستش کراتے ہیں حقائق تو ان جاہل پیروں کی وجہ سے بالکل ہی مستور ہو گئے' بس رسوم رسوم رہ گئے ہیں انہیں رسوم کو مٹانا چاہتا ہوں' اسی پر لوگوں سے آئے دن لڑائی رہتی ہے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۲)

دوسرے کو تکلیف سے بچانا حقیقی ادب ہے

میرے نزدیک ادب کی حقیقت یہ ہے کہ دوسروں کو جس چیز سے تکلیف ہو اس سے اجتناب کرنا چاہیے یہی ادب ہے' صرف تعظیم کا نام ادب نہیں' اس میں بڑوں کی بھی تخصیص نہیں' چھوٹوں کا ادب بھی یہی ہے کہ ان کو تکلیف نہ پہنچائی جائے... گو وہ فعل تکلیف کے لیے موضوع نہ ہو... ایک پیر صاحب کی حکایت ہے کہ مرید اپنی جوتیاں ڈھونڈ رہا تھا' پیر نے اُٹھا کر دے دیں' سو یہ فعل گو موضوع نہیں تکلیف دینے کے لیے مگر تاہم یہ بڑا ہی ظلم تھا' بے چارے مرید پر کہ اس کو تکلیف پہنچائی بڑی چیز علم صحیح اور عمل خالص ہے اس کے مقابلہ میں کہ ان کی کرامت کہاں کا کشف اور اگر کرامت ہی مطلوب ہے تو آفاقی کرامت کی ضرورت نہیں انفسی کرامت چاہیے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۲)

ادب تعظیم کا نہیں حفظ حدود کا نام ہے

ایک نوعمر شخص نے آ کر تعویذ مانگا اور یہ نہیں بتلایا کہ کس چیز کا تعویذ اس پر حضرت والا نے اس کو تنبیہ فرمائی... ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ بے خبری کا نتیجہ ہے' فرمایا کہ یہ بے خبری کا نتیجہ نہیں آپ کو تجربہ نہیں یہ خبر کا نتیجہ ہے جو فطری چیزیں ہیں... ان میں ضرورت نہیں' تعلیم کی خلاف فطرت میں ضرورت ہے تعلیم کی جس وقت گھر سے چلا ہوگا یہ تو ضرور معلوم ہوگا کہ کس چیز کا تعویذ لاؤں گا وہی آ کر ظاہر کر دیتا مگر اس کو خلاف پر تعلیم کی گئی ہوگی کہ جا کر چپ بیٹھ جانا جب تک وہ خود نہ پوچھیں تو خود کچھ مت بولنا اور اس کو ادب قرار دیا گیا ہوگا... اگر آپ کو شبہ ہے تو میں ابھی معلوم کرائے دیتا ہوں تاکہ آپ کو بھی تجربہ ہو جائے...

حضرت والا نے اس شخص کی طرف مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ اس نے اقرار کیا کہ یہ ہی مجھ سے کہا گیا تھا' فرمایا کہ مجھ کو تو شب و روز ایسے لوگوں سے سابقہ پڑتا رہتا ہے اس کے بعد فرمایا کہ جاؤ ایک گھنٹہ کے بعد آ کر پوری بات کہنا تب تعویذ ملے گا... وہ شخص چلا گیا' فرمایا کہ اب کبھی انشاء اللہ ادھوری بات نہ کہے گا... یہ طریق ہے اصلاح کا تاکہ ہمیشہ یاد رہے اب اس ہی واقعہ میں بتلایئے کہ میری کونسی مصلحت ہے اس کی ہی مصلحت ہے میں نے ایسا کیا اس پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے کہ بدخلق ہے آنے والوں کے اخلاق کو کوئی نہیں دیکھتا کہ وہ کیا برتاؤ کرتے ہیں... اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اس کو ادب سمجھتے ہیں کہ خاموش آ کر بیٹھ جائے کچھ بولے نہیں میرے نزدیک ادب تعظیم کا نام نہیں بلکہ ادب کا ایسا مفہوم ہے کہ جو چھوٹوں بڑوں میں سب میں مشترک ہے وہ یہ کہ ادب کے معنی ہیں حفظ حدود اور اس کے لیے لازم ہے کہ کسی کو ایذاء نہ پہنچنی چاہئے بڑا ہو یا چھوٹا' کافر ہو یا مسلمان ہو سو یہ سب کے لیے مساوی ہے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۲)

ادب وتکلف کا فرق

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں...احادیث میں آیا ہے کہ صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے ہوجاتے تھے لیکن پھر چھوڑ دیا **لما کنا نعرف من کراھة صلی اللہ علیہ وسلم** یعنی قیام اس وجہ سے ترک کردیا کہ ہم نے جانا کہ آپ کو ناگوار ہے آجکل لوگوں میں تکلف بہت آگیا ہے اور اس کا نام ادب رکھا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ کون ادب والا ہوگا...مگر یہ تکلفات ان میں نہ تھے اور لطف بھی اسی میں ہے بلکہ بعض جگہ بے تکلفی اس درجہ کو پہنچ جاتی ہے کہ صورۃً بے ادبی اور گستاخی معلوم ہوتی ہے...مگر محبوب کو اگر مطلوب ہے تو وہ بھی محبوب ہے...

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کا قصہ ہے کہ ان کا بچپن تھا اور ان کی مسجد میں ایک موذن تھے جو ظاہر میں خستہ اور شکستہ حال تھے لیکن باطنی دولت سے مالا مال تھے ...مرزا صاحب جب مسجد میں آتے تو ازراہ بچپن ان موذن صاحب کے ہمیشہ ایک ڈھول رسید کیا کرتے وہ بزرگ اپنی نظر بصیرت سے سمجھتے تھے کہ یہ بچہ ہونہار ہے کسی وقت کچھ ہوگا اس لئے کچھ نہ بولتے بلکہ خوش ہوا کرتے....جب مرزا صاحب کی آنکھیں کھلیں اور ان کو دیکھا کہ یہ بزرگ ہیں تو یہ عمل چھوڑ دیا اور معذرت کرنے لگے ...ان بزرگ نے فرمایا کہ مرزا اگر اپنی پونجی کی خیر منانی ہے تو وہ ہی ڈھول دھپے کا شغل رہے ورنہ سب چھین لوں گا...مجبوراً مرزا صاحب ہمیشہ ایک ڈھول لگاتے...

پس بڑی شے راحت قلب ہے ادب وہ ہے جس میں دل کو راحت ہو بعض مرتبہ تعظیم سے سخت تکلیف ہوتی ہے...

میرے پاس ایک شخص آئے آکر بت سے کھڑے ہیں بیٹھتے نہیں میں نے کہا کہ تم بیٹھتے کیوں نہیں کہنے لگے کہ بلا اجازت کس طرح بیٹھ جاؤں میں نے کہا کہ اچھا دو ہفتہ تک اجازت نہیں کھڑے رہو...فوراً بیٹھ گئے...پھر میں نے پوچھا کہ کب جاؤ گے

کس قدر ٹھہرو گے ... کہنے لگے کہ جب حکم ہوگا میں نے کہا کہ اچھا دو برس تک ٹھہرو گے... کہنے لگے کہ گھر کا کام ہے اس قدر تو نہیں ٹھہر سکتا... میں نے کہا بندہ خدا... پہلے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ اتنا ٹھہروں گا... اس تکلف سے کیا فائدہ اور اگر واقع میں تفویض محض کی نیت تھی تو پھر بدلی کیوں...

صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ باتیں نہ تھیں بالکل بے تکلف سب کے ساتھ ہنستے بولتے تھے آجکل بزرگی کے معنی یہ ہیں کہ منہ پھلا کر بیٹھ جاؤ نہ کسی سے بولو نہ ہنسو ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے مزاج میں مزاح تھا جہاں بیٹھتے تھے لوگوں کو ہنسایا کرتے تھے... ایک مرتبہ وہ کرتہ اتارے بیٹھے لوگوں کو ہنسا رہے تھے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کوکھ میں انگلی چبھو دی انہوں نے کہا کہ میں تو بدلہ لونگا... اردو کے وفات نامہ میں جو عکاشہ کا قصہ لکھا ہے وہ اسی کا بگاڑا ہوا ہے یہ وفات نامہ اور بعض دیگر رسائل جیسے معجزہ درخت، ساپن نامہ، نور نامہ آجکل عورتوں کے نصاب میں داخل ہیں جس میں اکثر موضوع ہیں ایسا ہی معجزہ آل نبی ہے ایک اور نظم ہے جس کو بعض واعظ پڑھتے ہیں اس میں بند کا مصرع یہ ہے...

''میری بار کیوں دیر اتنی کردی'' اس کا مضمون بڑا مہمل اور بیہودہ ہے مثلاً اس میں ایک مضمون یہ ہے کہ داؤد کو پیغمبری دی اور سلیمانؑ کو بادشاہی دی میری بار کیوں دیر اتنی کردی... گاؤں کے لوگ اس نظم کو بڑے شوق سے سنتے ہیں یہ سب کتابیں مہملات ہیں ان کو چھوڑنا چاہیے بجائے ان کے محققین علماء کی تصانیف دیکھنا چاہیے... غرض ان صحابی نے کہا کہ میں تو بدلا لونگا... آپ نے فرمایا لے لو... انہوں نے کہا کہ میرے بدن پر تو کرتہ نہ تھا... اور آپ کے بدن پر کرتہ ہے آپ نے کرتہ مبارک اٹھالیا وہ لپٹ گئے اور بدن مبارک پر بوسہ دینے لگے... اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا تو یہ مقصود تھا... دیکھئے! کہ ان کے اس کہنے سے کہ میں بدلا لوں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا برا نہیں مانا بلکہ بدلا دینے کیلئے تیار تھے اس کا نام ہے بے تکلفی...

آج کل پیرو مرید میں تکلف ہے ادب اور محبت اور بے تکلفی نہیں ہے...

مریدین پیروں کے سامنے بولتے نہیں... ہنستے نہیں بے اجازت بیٹھتے نہیں... یہ کیا ادب ہے... اچھا خاصہ جیل خانہ ہے اور جب تک تکلف رہتا ہے دل نہیں ملتا... اور جب تک دل نہیں ملتا تو نفع نہیں ہوتا...

بہر حال صحابہ کی محبت کی یہ کیفیت تھی... پس اس طاعت اور محبت کے ہوئے کیسے احتمال ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بات کی تاکید کرنے کی نوبت آئے اور صحابہ کی یہ کیفیت تھی کہ ان کو اگر ذرا بھی شبہ ہو جاتا تھا کہ حضورؐ فلاں بات سے ناراض ہیں خواہ کیسی ہی عزیز ہو وہ فوراً اس کو چھوڑ دیتے تھے... ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر مدینہ طیبہ کے کسی محلہ میں تشریف لے گئے راستہ میں ایک گنبد دار مکان دیکھا پوچھا کہ کس کا ہے کسی نے کہا کہ فلاں شخص کا ہے آپ سن کر کچھ نہیں بولے جب وہ شخص آئے اور انہوں نے السلام علیکم کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا انہوں نے دوسری طرف سے آکر سلام کیا ادھر سے بھی منہ پھیر لیا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رخ دیکھتے ہی ان کی گویا جان نکل گئی... اس لئے کہ وہ تو ہمیشہ نظر شفقت ورحمت کے دیکھنے والے تھے ؎

ہم نے الفت کی نگاہیں دیکھیں جانیں کیا چشم غضبناک کو ہم

حاضرین سے آہستہ سے پوچھنے لگے کہ کس بات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناخوش ہیں لوگوں نے کہا کہ یقینی بات تو کوئی معلوم نہیں اتنی بات البتہ معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر تمہارے مکان کی طرف ہوا صرف پوچھا تھا کہ یہ کس کا مکان ہے اس کے بعد کچھ نہیں فرمایا... دیکھئے حالانکہ کسی دلیل سے پورا یقین نہیں ہوا کہ وجہ ناراضی کیا ہے مگر محض احتمال پر جاتے ہی تمام مکان کو خدا جانے کس قدر لاگت کا ہوگا فوراً مسمار کرادیا اور کچھ تحقیق نہیں کیا ان حضرات کا تو اس پر عمل تھا ؎

بہرچہ از دوست دامانی چہ کفر آں حرف وچہ ایماں

بہرچہ از یار دور چہ زشت آں نقش وچہ زیبا

(یعنی جس چیز کی وجہ سے محبوب سے دوری ہو وہ قابل ترک ہے خواہ وہ کچھ ہی ہو)

اور ؎

چو در چشم شاہد نیاید زرت زر و خاک یکساں نماید برت

(جب محبوب کی نظر میں سونا مرغوب نہیں تو سونا اور خاک دونوں برابر ہیں)

اور پھر کمال پر کمال یہ ہے کہ آ کر جتلایا نہیں اطلاع نہیں کی نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ اور کسی سے... اس لئے کہ جانتے تھے کہ ہم نے جو کچھ کیا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کون سا احسان ہے اپنا ہی نفع ہے... حکیم جی سے کون جتلایا کرتا ہے... کہ ہم نے تمہارے کہنے سے فلاں چیز کھانا چھوڑ دی ہے.... اگر کہے گا تو حکیم جی کہیں گے کہ میاں مجھ پر کیا احسان جتلاتے ہو...

اتفاق سے ایک مرتبہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ مکان نہیں ہے فرمایا کہ وہ مکان کہاں گیا...

صحابہ رضی اللہ عنہم نے تمام قصہ عرض کیا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی کے احتمال پر اس کو منہدم کر دیا فرمایا کہ ہاں یہ تعمیر ضرورت سے زائد وبال ہے... (خطبات حکیم الامت ج۹)

باطنی بے ادبی کی باطنی سزا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عوارف میں لکھا ہے کہ اگر باطنی بے ادبی ہوتی ہے تو اس کی باطنی سزا ملتی ہے خواہ دیر میں ملے چنانچہ ایک بزرگ کے کسی خادم نے کسی امرد غلام کو نظر بد سے دیکھ لیا تھا...

ان کے شیخ نے فرمایا کہ اس کی سزا ملے گی چنانچہ ایک مدت کے بعد اس کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ وہ کلام مجید بھول گئے پھر فرمایا کہ یہ ہیں ادب کی باتیں نہ یہ کہ پچھلے پیر ہٹ گئے... (ملفوظات ج۱۶)

باب چہارم

حقیقی ادب پر مبنی اکابر کے واقعات

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے ادب کی انتہا

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں بیٹھا ہوا احادیث لکھ رہا تھا، قلم نہیں چل رہا تھا تو میں نے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے سے اس قلم کو ذرا درست کیا تو سیاہی لگ گئی... اسی حال میں مجھے تقاضا محسوس ہوا بیت الخلاء جانے کا، جب میں وہاں بیٹھنے لگا تو بیٹھتے ہی میری نظر انگوٹھے پر پڑی تو میں نے سیاہی دیکھی تو دل میں خیال آیا کہ اگر تقاضے سے فارغ ہوا تو ہاتھ دھوئیں گے اور پانی کی وجہ سے یہ سیاہی جو میں لکھنے میں استعمال کرتا ہوں اس گندے پانی میں شامل ہوگی جو ادب کے خلاف ہے، میں نے تقاضا کو دبایا اور بیت الخلاء سے باہر آیا اور آ کر میں نے سیاہی کو صاف جگہ پر دھویا جیسے ہی دھویا اسی وقت الہام ہوا کہ احمد سرہندی! ہم نے جہنم کی آگ کو تیرے اوپر حرام کر دیا ہے... جب علم بھی ہو اور ادب بھی ہو پھر نور علی نور ہوا کرتا ہے... (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات)

دربار شاہی میں مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی جرأت و ادب

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ جو ہندوستان کے شہر سرہند میں پیدا ہوئے ان کے دور میں اکبر نے دین کی شکل کو مسخ کر دیا تھا، دین الٰہی کے نام سے ایک نیا دین دُنیا کے سامنے پیش کر دیا تھا جو بدعات و رسومات کا ملغوبہ تھا، یہ وہ وقت تھا، جب اکبر کے بیٹے جہانگیر نے اپنی طاقت کے نشے میں آ کر علماء کو لکھا کہ مجھے

فتویٰ دو کہ بادشاہ کو سجدہ تعظیمی کرنا جائز ہے، جب لوگوں کے سامنے جیلوں کے دروازے کھل چکے تھے... جب ان کو دُرّے نظر آ رہے تھے کھالیں پیٹھ سے اُترتی نظر آ رہی تھیں، اس وقت کچھ ربانیین ایسے تھے، کچھ احبار ایسے تھے جنہوں نے جان کی پرواہ تک نہ کی، اس لیے کہ ان کا فرض منصبی دین کی حفاظت تھا... انہوں نے کہا:

جاں دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سجدہ تعظیمی حرام ہے قطعاً جائز نہیں، اس کلمۂ حق کی وجہ سے آپ رحمہ اللہ کو گوالیار کے قلعہ میں بند کر دیا گیا... آپ رحمہ اللہ کے پاؤں میں زنجیریں ڈال دی گئیں... آپ رحمہ اللہ نے پابند سلاسل رہنا تو قبول کر لیا مگر اس کی غلط بات کے آگے جھکے نہیں کیوں کہ ان کو رب کے سوا کسی کے آگے جھکنا نہیں آتا تھا... وہ ساری زندگی رب کے سامنے پیشانیاں جھکانے والے بھلا مخلوق کے سامنے کیسے جھک سکتے تھے... بالآخر ان کی استقامت کی بدولت رب العزت نے ایک وقت وہ بھی دکھلایا کہ جب جہانگیر بادشاہ کو جھکنا پڑا... سب امیر اس فقیر کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے، جو آپ کہیں گے آج ہم وہی کریں گے... چنانچہ بدعتوں کو ختم کر دیا گیا، رسومات کو چھوڑ دیا گیا اور اس کی جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو رواج دیا گیا... اسی وجہ سے ان کو امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں... (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات)

اسمِ ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) کا احترام

بادشاہ ناصر الدین محمود کے ایک خاص مصاحب کا نام ''محمد'' تھا، بادشاہ اسے اسی نام سے پکارا کرتا تھا... ایک دن انہوں نے خلاف معمول ''تاج الدین'' کہہ کر پکارا تو وہ تکمیل حکم میں تو حاضر ہو گیا، لیکن پھر تین دن غائب رہا، بادشاہ نے غائب رہنے کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا کہ آپ نے ہمیشہ مجھے ''محمد'' کہہ کر پکارا ہے لیکن اس دن ''تاج الدین'' کہہ

کر پکارا تو میں سمجھا کہ مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے آپ نے ایسا کیا...

بادشاہ نے جواب دیا: کہ میں نے آپ کا نام لے کر آپ کو اس لیے نہیں پکارا کہ اس وقت میرا وضو نہیں تھا اور بغیر وضو کے ''محمد'' کا مقدس نام لینا مناسب نہ لگا...(تاریخ فرشتہ)

قرآن کے ادب کی برکت کا عجیب واقعہ

قرآن کریم معجزہ ہی نہیں بلکہ معجزہ نما ہے کہ اس کے برکات وثمرات ہر دور میں کھلی آنکھوں دیکھے جاسکتے ہیں...قرآن کریم آج بھی اپنی تمام تر انوار و برکات کیساتھ ہمارے درمیان موجود ہے اور اس کی حقانیت کے کرشمے ظاہر ہوتے رہتے ہیں ایسا ہی ایک واقعہ پڑھیے اور سر دھنیے

منشی رحمت علی ایک بڑے بزرگ تھے' دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا تو منشی رحمت علی نانوتہ کی بستی سے روانہ ہو کر دیوبند کی بستی میں آئے...راستے میں ایک گاؤں آیا' صبح دس بجے کا وقت ہے' گاؤں میں لوگ جمع ہیں' منشی رحمت علی کھڑے ہوگئے' لوگوں نے کہا منشی صاحب آپ جنازہ پڑھائیں' منشی صاحب نے کہا میں تو نہیں پڑھاتا' تو گھر سے پیغام آیا کہ منشی رحمت علی کو بلاؤ' جنازہ وہ پڑھائیں...

لوگوں نے اس آدمی کی بیوی سے پوچھا کہ منشی رحمت علی کا نام تم نے کیوں لیا ؟ تو وہ عورت کہتی ہے یہ جو آدمی فوت ہوا اس نے وصیت کی تھی کہ جب میں مرجاؤں تو میرا جنازہ منشی رحمت علی پڑھائے...

لوگوں نے کہا کہ آج وہ اتفاق سے آئے ہوئے ہیں تو اہل خانہ نے کہا کہ ہماری بات پوری ہوگئی...منشی صاحب نے جنازہ پڑھایا' قبر میں اتارنے کا وقت آیا تو منشی رحمت علی نے اپنے ہاتھوں سے اس میت کو قبر میں اُتارا اور اپنے دفتر چلے گئے' دفتر میں پہنچے' جیب میں دیکھا ملازمت کا جو کارڈ تھا غائب تھا...

خیال آیا کہ جب میں نے اس بزرگ کو قبر میں اُتارا ......تو وہ کارڈ قبر میں اُتر

گیا' میری زندگی کا سوال ہے' ملازمت کا مسئلہ ہے' اسی وقت واپس آئے' لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ ابھی ان کو دفن کیا ہے' گھنٹہ نہیں گزرا ہوگا' میری زندگی کا مسئلہ ہے' تھوڑا سا قبر کو ہٹاؤ' مٹی کو ہٹاؤ' سب لوگ جمع ہو گئے' انہوں نے کہا منشی رحمت علی ...ولی اللہ ہے' کوئی بات نہیں' ابھی دفن کیا ہے' مٹی کو ہٹایا جب اس کے کفن کے قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں اس کی ساری قبر گلاب کے پھولوں سے بھری پڑی ہے...

منشی رحمت علی کو اپنی ملازمت بھول گئی' سیدھے اس کے گھر گئے اور جا کر کہا کہ اماں بتاؤ! یہ جو بزرگ تھا اس کا عمل کیا تھا' ساری زندگی یہ کیا کرتا تھا تو بوڑھی عورت نے جواب میں بڑی عجیب بات کہی' اس نے کہا یہ تو اَن پڑھ تھا' زبانی اس نے چند سورتیں یاد کر رکھی تھیں لیکن لکھنا نہ آتا تھا' نہ پڑھنا آتا تھا..اس نے کہا قرآن بھی نہیں آتا تھا' تو پھر عمل کیا تھا؟

تو اس عورت نے کہا...... پینتالیس سال ہو گئے' مجھے اس کے نکاح میں آئے ہوئے' ایک کام یہ روزانہ کرتا تھا...کام کیا تھا کہ جب صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہو جاتا تو قرآن سامنے رکھ لیتا اور قرآن ﷺ سامنے رکھ کر قرآن کی سطروں کے اوپر انگلی رکھ کر کہتا اے اللہ! تو نے یہ بھی سچ کہا' تو نے یہ بھی سچ کہا' تو نے یہ بھی سچ کہا' تو نے یہ بھی سچ کہا......!!!

آپ نے دیکھا قرآن کا تعلق دنیا میں بھی نیک نامی کا سبب بنا اور قبر کو بھی گل و گلزار بنا دیا اور آخرت تو قرآن والوں کی ہے ہی...(خطبات قرآن)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کا روضہ نبوی کا ادب

(۱)......''ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ روضۂ مبارک کے گنبد شریف ہی کی زیارت نصیب ہو جائے...''

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آئے اور عرض کیا ایسا وظیفہ بتلا دیجئے کہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے..حضرت نے فرمایا

کہ آپ کا بڑا حوصلہ ہے ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ روضۂ مبارک کے گنبد شریف ہی کی زیارت نصیب ہو جائے...

اللہ اکبر! کس قدر شکستگی وتواضع کا غلبہ تھا...اس پر حضرت والا (تھانوی رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ یہ سن کر ہماری آنکھیں کھل گئیں...

حضرت کی عجیب شان تھی، اس فن کے امام تھے، ہر بات میں شان محققیت و حکمت ٹپکتی تھی، یہ ہی وجہ ہے کہ حضرت کے خادموں میں سے کوئی محروم نہیں رہا... ہر شخص کی اصلاح وتربیت اُس کی حالت کے مطابق فرماتے تھے، اسی تواضع کو مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فہم خاطر تیز کردن نیست راہ جز شکستہ می نگیرد فضلِ شاہ
ہر کجا پستی است آب آنجا رود ہر کجا دردے شفا آنجا رود

(بہت بڑا محقق بننا طریق عشق میں کارآمد نہیں، بادشاہ (حق تعالیٰ) کا فضل شکستہ حال ہی کی دستگیری کرتا ہے... پانی نشیب ہی کی طرف جاتا ہے.... جہاں درد ہوتا ہے....شفا وہیں جاتی ہے)...

وہاں تو مٹ جانے اور فنا ہونے کا سبق ملتا ہے...حضرت کی خود یہ حالت تھی کہ اپنے ہر ہر خادم کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے...(ملفوظات حکیم الامت، جلد:۱،ص:۹۲)

شیخ کی جگہ کا ادب

امیر شاہ خان صاحب نے نقل کیا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے خود مجھ سے بیان فرمایا کہ جب میں ابتداءً گنگوہ کی خانقاہ میں آ کر مقیم ہوا ہوں تو خانقاہ میں بول و براز نہ کرتا تھا....

بلکہ باہر جنگل جاتا تھا کہ شیخ کی جگہ ہے حتیٰ کہ لیٹنے اور جوتے پہن کر چلنے پھرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی...(بحوالہ ارواح ثلاثہ،ص:۲۸۸)

معاصرین کا ادب

حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں: حضرت والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بھی سنایا کہ دیوبند میں کسی صاحب کے یہاں شادی کی کوئی بڑی تقریب ہوئی....

جس میں دارالعلوم کے اساتذہ کو بھی مدعو کیا گیا... حضرت شیخ الہند بھی تشریف لے گئے اور دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ بھی...

حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ حسب معمول عام آدمیوں کی صف میں ملے جلے بیٹھے تھے، اتفاق سے اس تقریب میں کچھ منکرات سامنے آئے....

دارالعلوم کے بعض اساتذہ نے آ کر حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ "حضرت! آپ صاحب خانہ کو سمجھائیں....

کہ وہ ان منکرات سے پرہیز کریں..."

حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ نے بے ساختہ بڑے تعجب سے حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "بھلا اکابر کے ہوتے ہوئے آپ لوگ میرے پاس آئے ہیں....

ان کی موجودگی میں میرا کچھ کہنا بے ادبی ہے..."

حضرت والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت حافظ محمد احمد صاحب حضرت شیخ الہند رحمہما اللہ کے تقریباً معاصر تھے....

لیکن حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی تواضع کا جو مقام بلند عطا فرمایا تھا.... اس کی بناء پر وہ اپنے مقام سے واقف ہی نہ تھے.... اور اپنے معاصرین کو بھی اپنے سے بڑا سمجھتے تھے... (اکابر دیوبند کیا تھے؟ ص:۲۳)

بیت اللہ کے رنگ کا ادب

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں... حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز جو دارالعلوم کی جماعت کے شیخ ہیں وہ مکہ معظمہ ہجرت کر کے چلے گئے تو عمر بھر سیاہ رنگ کا جوتا نہ پہنا، لوگوں نے پوچھا کہ شرعاً ناجائز ہے؟ فرمایا: نہیں، پوچھا کیوں نہیں پہنتے؟

فرمایا: بیت اللہ کا غلاف سیاہ رنگ کا ہے، مجھے بے ادبی معلوم ہوتی ہے کہ اس رنگ کو قدموں میں استعمال کیا جائے، یہ محض ایک ذوق اور منشاء کی بات تھی تو ادبی ذوق کے اندر بعض دفعہ آدمی وہ چیزیں کرتا ہے کہ قانون میں نہیں ہوتیں مگر اس کا ذوق کہتا ہے کہ مجھے اس طرزِ عمل پر جانا ہے....

اس کو عرفانی زندگی کہتے ہیں... تو اولیاء کاملین کی زندگی عرفانی ہوتی ہے کہ محض جائز و ناجائز ہی نہیں....

بلکہ جائز کے اندر بھی دیکھتے ہیں کہ منشاء اگر یہ ہو کہ کم سے کم کھاؤ تو ایسا کروں اور اگر یہ ہو کہ بالکل نہ کھاؤں تو میں فاقہ کروں... (خطبات حکیم الاسلام)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا روضہ مبارک کا ادب

ایک شخص نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سبز رنگ کا نہایت خوبصورت جوتا ہدیہ پیش کیا... آپ نے ہدیہ کو سنت کی نیت سے قبول تو فرمالیا مگر جوتے کو استعمال نہ کیا...

کسی کے پوچھنے پر فرمایا: قاسم کو زیب نہیں دیتا..... کہ گنبدِ خضریٰ کا رنگ بھی سبز ہو اور میرے جوتے کا رنگ بھی سبز ہو... سبز رنگ کا جوتا پہننا.... میرے نزدیک بے ادبی ہے... (بکھرے موتی)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا واقعہ

کسی شخص نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک کپڑا پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ مدینہ منورہ سے لایا ہوں... آپ نے اُس کپڑے کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا... ایک طالب علم نے کہا: حضرت! یہ تو غیر ملکی کپڑا ہے' مدینے کا بنا ہوا تو نہیں ہے... حضرت نے فرمایا: جس ملک کا بھی بنا ہوا ہو' اسے دیارِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوا تو لگی ہے عشقِ نبوی اور ادب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی عمدہ مثال ہے (حوالہ بالا)

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا شغف حدیث

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ درسِ حدیث میں مشغول تھے کہ انہیں سخت پیاس کی وجہ سے حلق اتنا خشک محسوس ہوا کہ بولنا بھی مشکل ہو گیا... انہوں نے ایک طالب علم سے فرمایا: پانی لے آؤ... طالب علم جب گھر پہنچا اور پینے کے لیے پانی طلب کیا تو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ سن کر بہت پریشان ہوئے اور فرمایا: ''افسوس! ہمارے خاندان سے علم رخصت ہو گیا...'' اہلیہ صاحبہ نے کہا کہ آپ جلدی نہ کریں' چنانچہ انہوں نے پانی کے گلاس میں سرکہ ملا کر بھیجا... شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پی لیا اور انہیں پتا ہی نہ چلا کہ پانی میں سرکہ ملا ہوا ہے... جب شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ صورتحال معلوم ہوئی تو فرمایا: ''الحمدللہ! ابھی ہمارے خاندان میں علم باقی ہے...'' (بکھرے موتی)

اُستاد کا ادب

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ادب کی یہ کیفیت تھی کہ مولانا ذوالفقار علی رحمۃ اللہ علیہ جب بیماری میں آپ کے پاس آتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اُٹھ کر بیٹھ جاتے تھے... ایک مرتبہ مولوی صاحب نے دریافت کیا، حضرت! آپ ایسا

کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا، حضرت! اس لیے کہ آپ میرے اُستاذ ہیں... انہوں نے کہا میں کہاں اُستاذ ہوں؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا مملوک علی رحمتہ اللہ علیہ کسی کام میں مصروف تھے تو آپ سے فرمایا تھا کہ ذرا ان کو کافیہ کا سبق پڑھا دو، اس لیے آپ میرے اُستاذ ہوئے... (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات)

پیر کے ہم وطن آدمی کا احترام

تھانہ بھون کے ایک شخص کو اہل علم سے محبت تھی... اس نے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ ایک دفعہ میں دیوبند میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا... مولانا نے فارغ ہو کر پوچھا، کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا، تھانہ بھون سے آیا ہوں، یہ سن کر گھبرا کر فرمایا کہ بے ادبی ہوئی، وہ تو میرے پیر کا وطن ہے... آپ آئے اور میں بیٹھا رہا آپ مجھ کو معاف کیجئے... (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات)

ادب کی انتہا

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے ادب کا ذکر فرماتے تھے کہ میں نے اپنا ایک مسودہ مولانا رحمتہ اللہ علیہ کو نقل کے لیے دیا... ایک مقام پر املاء میں غلطی ہوگئی تھی... مولانا رحمتہ اللہ علیہ اس مسودہ کو نقل کر کے لائے تو اس لفظ کی جگہ بیاض میں خالی چھوڑ دی... صحیح بھی نہیں لکھا کیوں کہ یہ تو شیخ کے کلام کی اصلاح تھی اور غلط بھی نہیں لکھا کہ یہ علم کے خلاف تھا اور عمداً خطا کی اور آ کر فرمایا کہ اس جگہ پڑھا نہیں گیا غلطی کی نشاندہی نہیں کی... غرض یہ تھی کہ دیکھ کر غلطی درست کر دیں... چنانچہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے قلم سے کاٹ کر درست کر دیا... (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات)

کتابوں کا ادب

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ بارہا حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ سے سنا کہ میں نے سات سال کی عمر کے بعد دین کی کسی کتاب کو بغیر وضو کے ہاتھ نہیں لگایا اور مطالعہ کے دوران کبھی کتاب کو اپنے تابع نہیں کیا... اگر کتاب میرے سامنے رکھی ہوئی ہے اور حاشیہ دوسری جانب ہے تو ایسی کبھی نوبت نہیں آئی کہ حاشیہ کی جانب کو گھما کر اپنے سامنے کرلیا بلکہ اُٹھ کر اس جانب جا بیٹھا ہوں جس جانب حاشیہ ہوتا...

کتابوں کا ادب اور تواضع کی یہ برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو علم کی دولت سے مالا مال فرمایا... اپنے اساتذہ کرام کا احترام اور ان کے سامنے آپ رحمتہ اللہ علیہ پر تواضع وانکسار اس درجہ غالب رہتا کہ مولانا اعزاز علی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کے روبرو شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہوتے تو اس قدر جھک جاتے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے گرنے کا اندیشہ ہوتا... (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات)

اساتذہ کے احترام کی انوکھی مثال

حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ نے تحریک ریشمی رومال کے دوران ارادہ فرمالیا کہ اب میں حرمین شریفین جاتا ہوں... ایک دن آپ رحمتہ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند میں چارپائی پر بیٹھے دھوپ میں زمین پر پاؤں رکھے کسی کتاب کا مطالعہ کررہے تھے، ان دنوں علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ حضرت رحمہ اللہ کی عدم موجودگی میں بخاری شریف پڑھاتے تھے، اس دوران ان کی نظر حضرت رحمتہ اللہ علیہ پر پڑی... جب درس دے کر تھک گئے تو طلباء سے فرمایا کہ آپ تھوڑی دیر بیٹھیں میں ابھی آتا ہوں... انہوں نے درس کو موقوف کیا اور دارالحدیث سے باہر نکل کر سیدھے حضرت

رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آ کر ان کے قدموں میں بیٹھ گئے... اس کے بعد حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کرنے لگے حضرت! پہلے آپ یہاں تھے جب ہمیں ضرورت پڑتی تھی تو ہم آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، آپ نے یہاں سے ہجرت کا ارادہ فرما لیا ہے اس طرح تو ہم بے سایہ ہو جائیں گے... علامہ انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ نے یہ الفاظ کہے اور رونا شروع کر دیا حتیٰ کہ انہوں نے بچوں کی طرح بلکنا شروع کر دیا... حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں تسلی کی بات کہی اور فرمایا انور شاہ ہم تھے تو آپ ہماری طرف رجوع کرتے تھے اور جب ہم چلے جائیں گے تو پھر لوگ علم حاصل کرنے کے لیے تمہاری طرف رجوع کیا کریں گے...

چنانچہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو اس طرح کی تسلی کی باتیں کر کے واپس بھیج دیا... جب شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ چلے گئے تو حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کے اپنے دل میں خیال آیا کہ ان کو تو اپنے اُستاد کی دُعاؤں کی اتنی قدر ہے اور آج میں اتنے بڑے کام کے لیے جا رہا ہوں لیکن آج میرے سر پر تو اُستاد کا سایہ نہیں ہے جن کی دُعائیں لے کر چلتا... چنانچہ یہ سوچتے ہی ان کو حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کا خیال آیا اور طبیعت میں رقت طاری ہوئی لہٰذا وہیں سے اُٹھے اور سیدھے حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے گھر گئے دروازے پر دستک دی اور ڈیوڑھی میں کھڑے ہو کر آواز دی، اماں جی! میں محمود حسن ہوں اگر حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے جوتے گھر میں پڑے ہیں تو وہ بھجوا دیں... چنانچہ اماں جی نے ان کے جوتے ان کے پاس بھیج دیئے... حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اُستاد کے جوتے اپنے سر پر رکھے اور اللہ رب العزت سے دُعا کی اے اللہ! آج میرے اُستاد سر پر نہیں ہیں میں ان کے جوتے سر پر رکھے بیٹھا ہوں، اے اللہ! اس نسبت کی وجہ سے تو میری حفاظت فرما لینا، اور مجھے اپنے مقصد میں کامیاب فرما دینا تو اُستادوں کی قدر اس وقت آتی ہے جب دیکھنے کے لیے فقط ان کے جوتے باقی رہ جاتے ہیں... (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اور کتاب کا ادب

مفتی ہند حضرت کفایت اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ طلبہ سے پوچھا کہ بتاؤ انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کیسے بنے؟

اب جس کو تفسیر کے ساتھ زیادہ شغف تھا اس نے کہا کہ بڑے مفسر تھے جس کو حدیث پاک کے ساتھ زیادہ شغف تھا، اس نے کہا کہ محدث تھے، جن کو اشعار کے ساتھ زیادہ دلچسپی تھی اس نے کہا کہ ان کا کلام بڑا اعلیٰ تھا... حضرت رحمتہ اللہ علیہ خاموش رہے، طلبہ نے کہا کہ حضرت آپ ہی بتا دیجئے...

انہوں نے فرمایا، میں کیا بتاؤں یہ سوال خود ان سے پوچھا گیا کہ حضرت! آپ انور شاہ کشمیری کیسے بنے؟

تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم کے اور کتاب کے ادب کی وجہ سے علامہ انور شاہ کشمیری بنا دیا اور ادب کتنا فرماتے تھے کہ اگر حدیث پاک کی کتاب پڑی ہے اور مطالعہ کر رہے ہیں اور حاشیہ پڑھ رہے ہیں تو حاشیہ کا رُخ بدل کر اور خود بیٹھ کر حاشیہ کو نہیں بدلتے تھے بلکہ اُٹھ کر دوسری طرف آتے اور پھر حاشیہ کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے کبھی کسی کتاب کو بے وضو ہاتھ بھی نہیں لگایا... حدیث کی کتاب کو بھی بے وضو ہاتھ نہیں لگاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں کتابوں کے رکھنے میں بھی خیال کرتا تھا، کبھی میں نے قرآن پاک کے اوپر تفسیر نہیں رکھی... تفسیر کے اوپر حدیث کی کتاب نہیں رکھتی...

حدیث کی کتاب کے اوپر فقہ کی کتاب نہیں رکھی... فقہ کی کتاب کے اوپر میں نے تاریخ کی کتاب نہیں رکھی، میں کتابوں کے رکھنے میں بھی ان کے درجات کا خیال رکھتا تھا... اس ادب کی وجہ سے پروردگار نے قبولیت عطا فرمائی... (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات)

اُستاد کی خدمت

حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کو ان کے رفقاء حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مولانا عزیز گل رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ گرفتار کر کے جزیرہ مالٹا میں بھیج دیا گیا... یہ حضرات وہاں چار سال مقید رہے... ان حضرات کے تقویٰ و زہد اور صبر و استقامت کا دوسرے قیدیوں پر بہت اچھا اثر پڑا... کئی قیدی جرمن تھے وہ تو بندہ بے دام بن گئے... حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے اسیری کے دوران قرآن پاک حفظ کیا اور حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ شب و روز گزار کر کندن بن گئے... آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اُستاد شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کی وہ بے مثال خدمت کی کہ جس کی نظیر نہیں مل سکتی... حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ اس وقت ضعیف العمر اور مریض تھے... ٹھنڈا پانی استعمال کرنے سے تکلیف ہوتی تھی اور مالٹا میں بلا کی سردی پڑتی تھی مگر گرم پانی کہاں سے آتا... حضرت اُستاد کو گرم پانی مہیا کرنے کے لیے مولانا مدنی رحمتہ اللہ علیہ نماز عشاء اور دیگر ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد برتن میں پانی بھر لیتے اور اسے پیٹ سے لگا کر سجدہ کی حالت میں ساری رات اوپر پڑے رہتے... پھر تہجد کے وقت باکمال ادب و احترام اُستاد محترم کی خدمت میں گرم پانی پیش کر دیتے تھے... (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات)

خدمت کی برکت

مولوی ہدایت اللہ رحمتہ اللہ علیہ ساکن میاں چنوں ضلع ملتان راوی ہیں کہ میں نے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ سے ایک دفعہ پوچھا کہ حضرت! آپ رحمتہ اللہ علیہ ساڑھے چار سال حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے... آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس صحبت میں کوئی دوسرا حائل ہونے والا نہیں تھا... آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس دوران بہت کچھ حاصل کیا ہوگا تو آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے، مولوی

صاحب! میں نکما تھا کہ کچھ حاصل نہیں کر سکا... میں نے پھر بار بار عرض کیا تو فرمایا: ہاں اتنا ضرور ہوا کہ میں نے نیند پر قابو پالیا تھا...اب جب خیال آئے سو جاتا ہوں اور جس وقت اُٹھنا چاہوں بیدار ہو جاتا ہوں، پانچ دس منٹ کے لیے بھی سو سکتا ہوں...ارادہ کروں تو نیند آ جاتی ہے اس قسم کی بہت سی حکایتیں حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہیں کہ کسی جگہ گئے وہاں پانچ دس منٹ فرصت ملی، سو گئے اور خود بخود اُٹھ کھڑے ہوئے... بہرحال نہ صرف نیند پر قابو پانا اُستاد کی خدمت کرنے سے حاصل ہوا بلکہ معرفت کے وہ دریا ہضم کیے ہوئے تھے جس کا ایک گھونٹ بھی بے خود کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے...(اسلاف کے حیرت انگیز واقعات)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی دستارِ فضیلت پر معذرت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے زمانہ طالب علمی میں دورۂ حدیث مکمل کیا تو مہتمم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جلسہ کے لیے انتظامات کیے کہ ہم دستار بندی کرواتے ہیں... حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے ساتھ پانچ سات شاگردوں کو لے کر حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور وہاں جا کر کہنے لگے کہ حضرت! ہم نے سنا ہے کہ مدرسہ والے طلبہ کی دستار بندی کے لیے انتظام کر رہے ہیں... حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

ہاں کہنے لگے حضرت ہماری گزارش یہ ہے کہ ہماری دستار بندی نہ کروائی جائے ایسا نہ ہو کہ لوگ ہمیں دیکھ کر یہ اعتراض کریں کہ ایسے نالائق طلبہ کی دستار بندی کرادی گئی، کہیں مدرسہ کی بدنامی نہ ہو،

حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ جلال میں آ کر فرمانے لگے عزیزم! آپ اپنے اساتذہ کے درمیان رہتے ہیں اس لیے اپنے آپ کو کچھ نہیں پاتے، جب ہم نہیں ہوں گے تو پھر تم ہی تم ہو گے...(اسلاف کے حیرت انگیز واقعات)

احترام اُستاذ

سلطان شہاب الدین غوری مرحوم کے بہت سے غلام تھے جن میں سے ایک کا نام ''تاج الدین یلدوز'' تھا جو سلطان شہاب الدین کی وفات کے بعد اُن کا جانشین بنا...تاج الدین کے دو بیٹے تھے جن میں سے ایک کو انہوں نے تعلیم کے لیے ایک اُستاذ کے سپرد کر دیا تھا...ابوالقاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ میں اس کے متعلق ایک عجیب واقعہ ذکر کیا ہے، آپ بھی ملاحظہ فرمایئے...ابوالقاسم لکھتے ہیں:

''مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ تاج الدین نے اپنے اس عزیز از جان بیٹے کو تعلیم کے لیے ایک اُستاذ کے سپرد کیا...ایک روز یہ اُستاذ اپنے اس شاگرد شہزادے سے ناراض ہوا اور غصہ میں کوڑا اُٹھا کر اس کے سر پر دے مارا چونکہ شہزادے کا آخری وقت آچکا تھا، اس لیے اس کی روح اسی وقت قفس عنصری سے پرواز کر گئی... یلدوز کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو فوراً مکتب میں گیا...اُس نے دیکھا کہ شہزادہ کے اُستاذ کی حالت بہت بری ہو رہی ہے اور وہ اپنی حرکت پر سخت نادم ہے...یہ عالم دیکھ کر یلدوز نے اُستاذ سے کہا: ''اس سے پہلے کہ شہزادے کی موت کی خبر اس کی ماں تک پہنچے تم اس شہر سے فوراً نکل جاؤ اور کسی دوسرے مقام پر بود و باش اختیار کرو ورنہ تمہیں بھی اس جرم کی پاداش میں جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے...'' اُستاذ نے یلدوز کی رحم دلی پر اُس کا شکریہ ادا کیا اور اس کی ہدایت پر عمل کر کے کسی گوشہ میں چھپ کر اپنی جان بچائی...'' (تاریخ فرشتہ، بحوالہ جواہر پارے جلد دوم)

عقیدت، ادب اور اطاعت کا عجیب واقعہ

بروز ہفتہ ۳۰ راگست ۹۷ء اجتماع لنگر کسی بھور بن قبل از نماز عصر محترم المقام حضرت میاں صاحب محمد اجمل قادری مدظلہ، جانشین امام الہدیٰ نے اپنے بیان کے

دوران فرمایا کہ حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ اپنی تعلیم وتربیت کے دوران امروٹ شریف میں حضرت اقدس تاج الاولیاء تاج محمود امروٹی رحمتہ اللہ علیہ کے خادم خاص کے فرائض انجام دیتے تھے اور بوقت تہجد آپ کے وضو اور طہارت کے لیے دو لوٹے پانی کے لے کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ جنگل میں جاتے تھے، حضرت اقدس امروٹی رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ہر روز کسی ایک سمت دور تک چل کر ایک مقام پر اپنے عصا مبارک کو (جو نیچے سے لوہے کی سم (کیل) کے ذریعہ نوکیلا تھا اور اب حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے تبرکات میں ہمارے ہاں محفوظ ہے) کو زمین میں گاڑ دیتے اور حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ وہیں سے ایک لوٹا طہارت والا حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش فرما دیتے اور دوسرا وضو کے پانی والا لوٹا اپنے پاس رکھتے اور حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ کی آمد پر پیش فرما کر وضو کراتے...

ایک دن ایسا ہوا کہ رات کے اندھیرے میں حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ نے روانگی کے وقت عصا مبارک حسب عادت زمین میں گاڑ دیا جو حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کے پنجے سے پار ہو کر زمین میں گڑ گیا... حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے اُف تک نہ کی اور یہ ظاہر نہ ہونے دیا... حضرت اقدس فراغت کے بعد واپس تشریف لائے تو حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ کی طرح قدم بڑھا کر لوٹا نہ پیش کر سکے اور وہیں کھڑے کھڑے لوٹا حضرت کی طرف بڑھا دیا جو حضرت اقدس نے محسوس فرما لیا کہ یہ ایسا کیوں کر رہا ہے لیکن کچھ نہ فرمایا...

وضو کے بعد جب عصا مبارک کو زمین سے کھینچا تو لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کے پیر سے خون کا فوارہ ساتھ میں برآمد ہوا جو حضرت اقدس کے چہرۂ انوار کو بھی خون آلود کر گیا، چونکہ جب عصا ہمیشہ کی طرح آسانی سے نہ نکلا تو آپ نے جھک کر نکالا، صحیح حالت سمجھ آئی اور خون کے چھینٹے چہرے پر لگے... حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ نے فوراً لعاب دہن حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کے پنجے پر زخم کی جگہ لگایا جس سے تمام

تکلیف رفع ہو گئی اور لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کو گوشت کے ملنے اور زخم فوری بھرنے کا بہت ہی فرحت انگیز احساس ہوا... (حاکم علی بحوالہ حضرت لاہوری کے حیرت انگیز واقعات)

شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ کا ادب واکرام

جناب جمیل احمد میواتی خلیفہ مجاز حضرت شیخ المشائخ سید العارفین قطب الارشاد مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ کے جملہ متعلقین میں یہ بات بہت مشہور تھی کہ مشائخ کا ادب جس کو سیکھنا ہو وہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ سے سیکھ لے... ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ لاہور میں جمیعت العلمائے اسلام کی کانفرنس ہو رہی تھی جس کے دوران روئیداد کے پمفلٹ تقسیم کیے گئے تھے میں نے بھی خاصی تعداد ساتھ لی تا کہ حضرت اقدس رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں جا کر پڑھے لکھے لوگوں میں تقسیم کروں!...

میں وہاں پہنچا ہی تھا کہ حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ بھی وہاں پہنچ گئے دل میں خیال آیا کہ تقسیم سے پہلے حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ سے مشورہ کرلوں... چنانچہ میں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا....

حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا نہ بھائی نہ، حضرت مولانا کے سامنے تقسیم نہ کرنا آگے پیچھے تقسیم کر دینا یہ کہہ کر گھبراتے ہوئے اپنے جوتوں کو اُتارا اور جلدی سے عصا رکھتے ہوئے حضرت کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوئے جس طرح ایک شاگرد اپنے اُستاد کے سامنے اور مرید اپنے پیر کے سامنے حاضر ہوتا ہے... سلام کیا اور گردن جھکا کر بیٹھ گئے... (ماخوذ از صفحہ ۱۶ اخدام الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

سید امیر علی قریشی مدنی فرماتے ہیں کہ لاہور میں ایک مرتبہ مال روڈ پر واقع حاجی عبدالمتین صاحب کے بنگلے میں حضرت اقدس قطب عالم شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ قیام فرماتے تھے کہ ایک دن شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ

علیہ تشریف لائے...

اس وقت تقریباً ایک سو عقیدت مندوں کا مجمع حاضر خدمت تھا، بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے حضرت اقدس رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ چار پائی پر محو استراحت تھے اور ارادت مند چار پائی کے اِردگرد بیٹھے ہوئے تھے...

ان میں عامۃ الناس تو برائے نام تھے اصلاً یہ مجمع اصحاب علم وفضل اور معرفت و روحانیت کے بادہ نوشوں کا تھا مگر جب حضرت شیخ التفسیر تشریف لائے تو ان کے لیے حضرت اقدس نے کرسی منگوا کر اپنی چار پائی کے بالکل قریب رکھوائی اور اپنے وقت کے یہ دونوں بزرگ اولیاء کرام ایک دوسرے کے اس طرح روبرو بیٹھے کہ ان کے سینے آمنے سامنے تھے، دونوں بزرگ سلام ودُعا اور خیر خیریت پوچھنے کے بعد خاموش ہو گئے اور مجلس پر بھی سناٹا چھایا ہوا تھا کہ جیسے کوئی یہاں بیٹھا ہی نہیں ہے...دونوں بزرگوں نے بظاہر کسی موضوع پر کوئی گفتگو نہیں فرمائی لیکن بقول سلطان الاولیاء حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ:

دل! دریا، سمندروں ڈونگھے کون دلاں دیاں جانے ھو

یعنی اہل حق اور اصحاب صدق وصفا کے قلوب کی گہرائی دریاؤں اور سمندروں کی گہرائیوں سے بھی بڑھ کر ہے، ان کے دلوں کی گہرائی کی تہہ میں کیا کچھ ہے؟ عام لوگ کیسے جان سکتے ہیں، دل کے آئینے میں یار کی تصویر رکھنے والے دو صاف شفاف دل آمنے سامنے تھے...

انہوں نے باہم کیا کیا دیکھا، کیا کیا دکھایا اور کہا یا سنایا کوئی کیا جانے دیکھنے والے تو ظاہر کی آنکھوں سے صرف یہی دیکھ رہے تھے کہ اقلیم رشد و ہدایت کے دونوں آفتاب و ماہتاب نظریں نیچے کیے سر جھکائے بیٹھے رہے اور کچھ ہی دیر بعد پہلے حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے سر اوپر اُٹھایا اور بس یہ فرمایا حضرت! اب اجازت چاہتا ہوں...(بحوالہ حضرت لاہوری کے حیرت انگیز واقعات)

علمائے کرام کیساتھ ادب واکرام

حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیان میں فرماتے تھے کہ سنو! ہوش کرو... مجھے اللہ تعالیٰ نے باطن کی آنکھیں دی ہیں اور مجھے علم ہے کہ جو نوجوان علمائے کرام کو گالیاں دیتے مر گئے ہیں ان کی قبریں دوزخ کا گڑھا بنی ہوئی ہیں اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو آؤ میرے ساتھ آکر بیٹھ جاؤ، میں نے یہ فن چالیس سال میں سیکھا ہے تم کو میں چار سال میں سکھادوں گا مگر بیوی کو چار سال کا خرچہ دے کر آنا کہیں وہ تمہاری جان کو بعد میں نہ روئے یا تو مان جاؤ اپنا رویہ بدلو، علمائے کرام کی عزت کرو، عبادت الٰہی کو اپنالو، آؤ آکر یہ فن سیکھو... میں کہا کرتا ہوں کہ لاہور بے دینوں کا شہر ہے، اکثر بے حیا کنجریوں کے پجاری رنڈی باز ہیں، رات کو اپنی بیوی اور نوجوان لڑکیوں کو پانچ میل دور سینما دکھانے لے جاتے ہیں، شرم نہیں آتی ہوش کرو... (حضرت لاہوری کے حیرت انگیز واقعات)

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی سے عقیدت

حضرت اقدس شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے روحانی کمالات کی وجہ سے بے انتہا انس وعقیدت تھی... اس سلسلہ میں حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ غالباً آپ کے اکثر خدام ومتوسلین نے بارہا سنا ہوگا کہ میں بارہا مکہ معظّمہ گیا ہوں، وہاں اہل اللہ کے جھنڈ کے جھنڈ ہوتے ہیں مگر میں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے انوار ومرتبہ کا کوئی ولی نہیں دیکھا... اس سے خود حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے بھی انوار ومرتبہ کا مقام سمجھ میں آتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کس بلند وبالا مقام پر فائز ہیں کہ تمام اولیاء کرام کے مقام ومراتب کو فوراً پہچان لیتے ہیں... (حضرت لاہوری کے حیرت انگیز واقعات)

آرام میں خلل کے خیال سے آنے کی اطلاع پہلے نہ دینا

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ میں ایک ممتاز کمال تھا کہ چھوٹوں پر انتہائی شفقت اور بڑوں سے بہت زیادہ حسن عقیدت و ادب کا معاملہ فرماتے... قطب دوراں شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی بہت احترام و اکرام فرماتے تھے... حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی علالت ونقاہت کے ایام میں جب آپ ملنے کے لیے تشریف لے جاتے تو یہ کوشش فرماتے کہ آنے کی پہلے سے کوئی اطلاع نہ ہوتی کہ آرام میں کوئی خلل نہ پڑے... سبحان اللہ! کس قدر تواضع اور شان عبدیت کا غلبہ تھا... (صفحہ ۱۹ اخدام الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اکرام

حافظ ریاض احمد اشرفی خطیب جامع مسجد عثمانیہ سول لائنز راولپنڈی فرماتے ہیں کہ ۱۹۴۳ء کے اوائل کا ذکر ہے کہ بندہ نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بوجہ ان کی تصنیف "التقصیر فی التفسیر" کے کچھ غیر مناسب اور مکروہ الفاظ میں ذکر کیا تو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو طاقت برداشت نہ رہی مجھے سخت سست کہا اور سخت ڈانٹ پلائی اور مجھ سے توبہ کرائی... نیز فرمایا کہ وہ میرے بزرگ اور مقتداء ہیں مجھے ان پر کوئی شکوہ نہیں، تم کیوں ان پر اتنے جری ہوگئے ہو کہ حکیم الامت پر زباں طعن دراز کرنے لگے... جاؤ میں تم سے ناراض ہوں... بڑی منت سماجت کے بعد اس شرط پر راضی ہوئے کہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پورا واقعہ لکھوں اور معافی طلب کروں... چنانچہ میں نے معافی نامہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھ کر ارسال کر دیا... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے اسی خط پر لکھ دیا "معاف ہے" اور جہاں میں نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر لکھا تھا وہاں آپ نے تحریر فرمایا "الحمدللہ علیٰ ذلک

جزاهم الله عنی و عن سائر المسلمین، احسن الجزاء" اور میرا عریضہ واپس فرمادیا، وہ عریضہ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دکھایا تو حضرت نے مجھ سے وہ میرا عریضہ لے لیا اور مجھ سے خوش ہو گئے... (بحوالہ حضرت لاہوری کے حیرت انگیز واقعات)

ادب، عقیدت، اطاعت کی مثال

ڈاکٹر عبداللہ ہمارے پیر و مرشد مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں اور چہیتے مریدوں میں سے ایک تھے... نجی محفل میں شاگردوں کی کلاس میں اور اہل علم کی مجلسوں میں... ان کی زبان پر صرف ایک ہی جملہ ہوتا: "میں آج جو کچھ بھی نظر آ رہا ہوں وہ میرے پیر و مرشد جناب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی دُعاؤں کا فیض ہے وگرنہ کہاں مانسہرہ کے گاؤں کا ایک معمولی سا طالب علم اور کہاں اورینٹل کالج کی پرنسپل شپ..."

یہ کہتے ہوئے ان کی نگاہیں فرطِ ادب سے جھک جاتیں... ان کے چہرے پر بے پناہ عقیدت اور اطاعت چھا جاتی اور اپنے آپ کو کسی کے حوالے کر دینے کے جذبات چھلکنے لگتے... وہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اتنی محبت، عقیدت اور ادب سے کرتے کہ سننے والا خود اپنے آپ کو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمتوں میں گم ہوتا محسوس ہوتا...

ڈاکٹر عبداللہ کی زندگی تین چیزوں سے عبارت تھی... ادب، اطاعت، عقیدت انہوں نے اپنی پوری زندگی ان ہی تین زریں الفاظ کی تابعداری کرتے گزاری، وہ مانسہرہ سے تحصیل علم کے لیے شیراں والا گیٹ کے دینی مدرسہ میں آئے تھے اور ابھی طالب علم ہی تھے کہ حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کی ایک کانفرنس بلالی جس میں بہت سے جید علماء نے شرکت کی... حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے نوجوان عبداللہ کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مسجد کے تمام غسل خانوں کی صفائی کا انتظام سنبھالیں، یہ انتظام اتنا مکمل ہو کہ شرکاء کو کسی قسم کی شکایت نہ ہو... نوجوان عبداللہ نے اُستادِ محترم کے حکم کو حرزِ جان بنالیا... وہ ہمہ وقت مسجد میں ہی رہتے... بعض اوقات ایسا

بھی ہوا کہ صفائی کرنے والے نہ آئے اور اس بات کا خدشہ ہوا کہ کہیں واجب الاحترام شرکاء میں سے کوئی اہم شخصیت مسجد میں تشریف لے آئے اور گندے غسل خانے نہ دیکھ لے... چنانچہ بقول ڈاکٹر عبداللہ:

''میں فوراً آستین چڑھا کر اپنے کام میں جٹ جاتا... میں خود اپنے ہاتھوں سے غسل خانے صاف کرتا اور اس قسم کے کام میں مجھے کوئی کراہیت اور کوئی عار محسوس نہ ہوتی... میرے پیش نظر صرف ایک ہی مقصد تھا کہ کہیں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ ناراض نہ ہو جائیں...''

کانفرنس ختم ہوئی اور سب نے سکھ کا سانس لیا، اس ریاضت اور اطاعت کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسی شام حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تشریف لائے ان کا چہرہ کھلا ہوا تھا... انہوں نے نوجوان عبداللہ کو بلایا، اس کی پیٹھ پر شاباشی دی اور فرمایا برخوردار! تم نے اپنے کام کو جس انہماک سے پورا کیا ہے مجھے اس سے بڑی خوشی اور طمانیت ہوئی ہے... اللہ تمہیں اس کی جزا دے... میرا دل تم سے بہت خوش ہے...

پھر حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں ہاتھ بلند کر کے ان کے لیے دُعا فرمائی... بس یہ قبولیت کی گھڑی تھی اور ایسے ولی اللہ کے ہونٹوں سے نکلی تھی جن کی بات کبھی ردّ نہ ہوئی تھی... ''پھٹے کپڑے، پرانی چادر، لوگ ان کی کوئی پروا نہیں کرتے مگر خدا کے نزدیک وہ ایسے ذی مرتبہ ہیں کہ اگر کسی معاملے میں قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر ہی دیتا ہے...'' (حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ اس دُعا کا اثر تھا کہ نوجوان عبداللہ انتہا درجے کی اعلیٰ تعلیم سے بہرہ ور ہوئے، انہوں نے پہلے پی ایچ ڈی کی پھر ڈاکٹر آف لٹریچر کی ڈگری حاصل کی... اس زمانے میں ان کے علاوہ صرف ڈاکٹر وحید ہی یہ اعزاز حاصل کر سکے تھے... یہ ڈگری یونیورسٹی کی اعلیٰ ترین ڈگریوں میں شمار ہوتی ہے... اللہ اکبر! کہاں مسجد کے غسل خانوں کی صفائی اور کہاں ڈاکٹر آف لٹریچر کی ڈگری... سچ ہی کہا ہے کہ بے فیض، بے پھل ٹہنیاں اپنے ہی زعم میں سیدھی اکڑی کی اکڑی کھڑی رہ جاتی ہیں اور پھل دار شاخیں اپنے ہی

بوجھ سے زمین کو چھوتی ہیں، بے شک زمین کو چھونے والے ہی رفعتیں پاتے ہیں...

ڈاکٹر سید عبداللہ کا بیان ہے کہ جب انہوں نے ایم اے کرلیا تو وہ بڑے خوش اور مطمئن تھے... ان کا خیال تھا کہ اب لوگ نوکری...... تھالی میں رکھ کر پیش کریں گے مگر چند ہفتوں میں ہی آٹے، دال کا بھاؤ معلوم ہوگیا... جوں جوں دن گزرتے گئے مایوسی بڑھتی گئی...... آہستہ آہستہ یہ مایوسی ان کے وجود میں اُترنے لگی... وہ خاموش خاموش اور اُکھڑے اُکھڑے رہنے لگے، اپنے آپ پر غصہ کھاتے رہتے... پوچھنے والوں کو جواب نہ دیتے، بات بات پر جھنجھلا جاتے، شیراں والا گیٹ آتے تو ایک کونے میں خاموش اور اُداس بیٹھ جاتے...

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ کی دلی کیفیت سے آگاہ تھے، وہ خاموشی سے عبداللہ کا جائزہ لیتے رہے، جب حالات بہت دگرگوں ہوگئے اور عبداللہ مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبنے لگے تو ایک دن حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کے بعد عبداللہ کو اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا، ان دنوں شیراں والا گیٹ کے آس پاس کھلے پارک تھے مکانات بہت کم بنے تھے... تھوڑی دور جا کر حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ رُک گئے اور عبداللہ کو ایک پارک کے کونے میں لے گئے اور وہاں زمین پر پڑی ہوئی بھربھری مٹی کے ایک چھوٹے سے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا: ''عبداللہ! بھلا بتاؤ یہ کیا ہے؟'' عبداللہ نے غور سے دیکھا... ''حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ! یہ تو چوہے کا بل ہے...''

عبداللہ نے حیرت سے کہا: ''اس میں کیا پڑا ہوا ہے؟'' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ''کسی نے آدھی اینٹ سے چوہے کے بل کو بند کرنے کی کوشش کی ہے...'' عبداللہ نے مزید حیرت سے کہا... ''اچھا! اس سے ذرا فاصلے پر کیا ہے؟'' عبداللہ نے دوبارہ غور سے دیکھا... ''حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ! یہ بھی چوہے کا بل ہے جو تازہ تازہ بنایا گیا ہے... ٹھیک ہے! دیکھو برخوردار! حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی مہربانی والی آواز میں کہا میں روزانہ اس چوہے کے بل کو اینٹ سے بند کر دیتا ہوں مگر یہ پھر نیا بل بنا لیتا ہے...''

''جی حضرت!'' عبداللہ نے آہستہ سے کہا... ''یہ چوہا ہمت نہیں ہارتا'' حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ بولے: ''گزشتہ ایک ہفتہ سے میرے اوراس کے درمیان آنکھ مچولی کا کھیل جاری ہے مگر آفرین ہے میں ہر روز ایک نیا بل بنا ہوا دیکھتا ہوں...''...... ''جی حضرت!'' عبداللہ نے کچھ کچھ سمجھتے ہوئے کہا...

حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے بڑے پیار سے عبداللہ کا ہاتھ اپنے مہربان ہاتھوں میں لیا اور فرمایا: ''عبداللہ! یہ چوہا کتنا حقیر سا جانور ہے مگر یہ ہمت نہیں ہارتا اور انسان جو اشرف المخلوقات ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کتنی جلدی ہمت ہار جاتا ہے، اپنے خالق سے کتنی جلدی مایوسی کا اظہار کر بیٹھتا ہے...'' حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کی نظروں میں ملامت تھی...

ڈاکٹر عبداللہ کہتے ہیں کہ میں وہیں حضرت ہی کے سامنے پسینے پسینے ہو گیا... مجھے لگا کہ اس وقت میری جو ذہنی کیفیت ہے اس لحاظ سے تو میں اس حقیر چوہے سے بھی بدتر ہوں...

بس یہ سوچنا تھا کہ جیسے سامنے سے بادل ہٹ گئے، مایوسی اور اُداسی یک لخت بھاپ بن کر اُڑ گئی اور مجھے اپنے اندر ایک نیا عزم اور ایک نیا حوصلہ اُبھرتا ہوا محسوس ہوا... میں نے محبت اور عقیدت سے حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور چند دنوں بعد ہی ڈاکٹر عبداللہ کو نوکری مل گئی...

ڈاکٹر عبداللہ، اُردو لٹریچر میں ہمیشہ رہ جانے والا نام ایک کامیاب شفیق اُستاد اور اورینٹل کالج کے پُروقار پرنسپل فرماتے ہیں:

''اس کے بعد میں ساری زندگی کبھی مایوس نہ ہوا، میں نے کبھی جدوجہد ترک نہیں کی اور یہی میری کامیابیوں کا راز ہے...'' اگر اوپر درج کیے گئے واقعات کا بنظر غور تجزیہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ڈاکٹر عبداللہ کی کامیابی کا انحصار صرف اور صرف چند لفظوں میں پنہاں تھا... (بحوالہ حیرت لاہوری رحمہ اللہ کے حیرت انگیز واقعات)

اساتذہ کا ادب

مولانا مشیت اللہ صاحب کے بڑے صاحبزادے حکیم محبوب الرحمٰن فاضل دیوبند کا بیان ہے کہ میں جب دیوبند پڑھتا تھا تو حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کے رہائشی کمرہ میں میرا قیام تھا... حضرت کو پان کی عادت تھی... ایک روز میں نے پان لگا کر پیش کیا تو آپ نے منہ میں رکھا ہی تھا کہ شیخ الہند سامنے سے تشریف لاتے ہوئے نظر آئے جو کسی ضرورت سے اپنے شاگرد کے پاس تشریف لا رہے تھے... شاہ صاحب کو حضرت کے آنے کی اطلاع کی گئی، میں اس اضطراب کو بھول نہیں سکتا جو اس وقت شاہ صاحب پر اپنے اُستاد کی آمد اور منہ سے پان نکالنے کی عجلت کی صورت میں طاری تھا... تیزی کے ساتھ اپنے منہ کو صاف کیا اور کمرے کے دروازے پر ایک سراپا انکسار خادم کی حیثیت سے اپنے آقا کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے... (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات)

اُستاذ کی خدمت

مولانا محمد انوری رحمہ اللہ فیصل آبادی کا بیان ہے کہ حضرت شاہ صاحب دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے جو اس علمی درسگاہ کا سب سے بڑا عہدہ ہے... اسی زمانے میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ رہائی کے بعد دیوبند پہنچے... مجھے حضرت شاہ صاحب کی زیارت کا اب تک موقع نہیں ملا تھا... لیکن آپ کی علمی عظمت کا احساس آپ کے سینکڑوں تلامذہ سے سن کر دل و دماغ پر غالب تھا... دیوبند پہنچنے کے بعد میرے والد مجھے لے کر آستانہ شیخ الہند پر پہنچے... گرمی کا زمانہ تھا اور ظہر کی نماز ہو چکی تھی... حضرت کی مردانہ نشست گاہ میں ایک ہجوم حضرت کو چہار طرف سے گھیرے ہوئے بیٹھا تھا... چھت سے لٹکے ہوئے پنکھے کو ایک صاحب کھینچ رہے تھے جن کے پُرانوار چہرہ کی

معصومیت ونورانیت، شکوہ علم اور جلالتِ علمی کی ملی جلی کیفیت دعوت نظارے دے رہی تھی... ایک صاحب نے مجھے چپکے سے کہا کہ یہ پنکھا کرنے والے حضرت مولانا انور شاہ دارالعلوم کے صدر مدرس ہیں... یہ سن کر میرے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی کہ جس ذات گرامی کی علمی شہرتوں سے عالم گونج رہا ہے اور جس کے خود اپنے شاگردوں کا اس مجلس میں ہجوم ہے کس عقیدت واحترام کے ساتھ اپنے اُستاد کی خدمت میں مصروف ہیں...

مالٹا سے تشریف لانے کے بعد دوپہر کو معمولاً حکیم صفت احمد کی حاضری حضرت شیخ الہند صاحب کے یہاں ہوتی... حضرت اس وقت کچھ آرام فرماتے اور حکیم آپ کا بدن دباتے... ایک روز حضرت چادر اوڑھے ہوئے استراحت فرمارہے تھے اور حکیم صاحب حسب دستور بدن دبا رہے تھے کہ اچانک حضرت کشمیری تشریف لائے، آنے کو تو آ گئے لیکن یہ دیکھ کر کہ حضرت آرام فرمارہے ہیں، بڑی تشویش میں مبتلا ہو گئے... کچھ لمحات ایسے گزرے کہ اپنی سانس روکے رہے... اس طرح کہ جیسے آپ زندہ ہی نہ ہوں... ساری کوشش اس لیے تھی کہ حضرت اُستاد کو کسی تیسرے کی موجودگی کا احساس ہو کر آرام میں خلل نہ آئے... (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات)

ہندو استاد کی خدمت کا عجیب واقعہ

حضرت شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے حضرت رحمہ اللہ نے نبوٹ ہندو اُستاد سے سیکھا... ہندوؤں کو مارنے کے لیے ہندو اُستاد سے ہی کمال حاصل کیا، وہ ہندو اس فن میں بہت ماہر تھا... حضرت رحمۃ اللہ علیہ جب اس کے پاس نبوٹ سیکھنے جاتے تو علی الصباح فجر کی نماز سے پہلے جا کر اس کی بھینس کے نیچے سے گوبر صاف کرتے تھے... زمین خوب اچھی طرح صاف کر کے خشک مٹی ڈال کر زمین کو خشک کرتے تھے... پھر بھینس کے لیے سانی بناتے، سانی کھلی اور بنولے کو ملا کر بنائی جاتی ہے...

اس کے بعد فجر کی نماز پڑھتے تھے... ہندو اُستاد اور پھر اس سے صحیح بخاری کا سبق نہیں پڑھتے تھے نبوٹ سیکھتے تھے... اُستاد کی عزت کا اثر یہ ہوا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نبوٹ میں وہ کمال حاصل کیا کہ اس ہندو کے بڑے بڑے پرانے شاگرد وہ کمال حاصل نہیں کر سکے... (جواہر الرشید، حصہ دوم، ص: ۳۹)

حضرت قاری صدیق احمد باندوی رحمہ اللہ کے واقعات

حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی رحمہ اللہ نے اپنے بڑوں کی جو خدمت طالب علمی میں کی وہ تو کی، لیکن اس کے بعد بھی جن کو بڑا سمجھا اور کہا اور جو بڑے تھے سب کی بے تکلف خدمت کرتے رہے... یہ عام بات تھی کہ حضرت اکابر میں کسی کے پاس ملنے پہنچے اور ذرا ہی دیر کے بعد حضرت ہاتھ پیر دبانے میں مصروف ہو جاتے... ان حضرات کی معذرت کے باوجود حضرت باصرار اس کام کو کرتے... اگر کوئی پیروں کے لیے راضی نہ ہو تو سر کی مالش و تیل کے لیے تیار رہتے، بہت کم ایسا ہوتا کہ ایسے حضرات حضرت کو باز رکھ سکیں بلکہ مجبوراً ان کو گوارا کرنا پڑتا خواہ تھوڑی دیر کو سہی اور ظاہر ہے کہ وہ یہی کہتے کہ ''ہم تو یہ سوچ رہے ہیں کہ ان کے ہاتھوں کی برکت ہمارے بدن کو حاصل ہو جائے...''

حضرت کا یہ معاملہ صرف ان حضرات کے ساتھ ہی نہ تھا جو حضرت کے باقاعدہ اُستاد و اکابر تھے بلکہ دوسرے حضرات جن سے کسی استفادہ کا تعلق نہ تھا لیکن بڑے اہل علم میں تھے اور دین کے خادم تھے حتیٰ کہ جو معاصر طلباء میں رہے تھے مگر حضرت سے عمر میں بڑے اور آگے تھے اور حضرت نے ان سے کچھ استفادہ کیا تھا ان کے ساتھ بھی یہ معاملہ تھا، ہم سب نے بار بار یہ مناظر دیکھے ہیں بلکہ علاقے کے غیر عالم پیروں (بوڑھوں) کی جسمانی خدمت سے بھی حضرت کو دریغ نہ ہوتا تھا، دیکھنے والوں نے ان کو پیر دباتے بھی دیکھا ہے...

طلبہ کی خدمت کے عجیب واقعات

اور بڑے تو بڑے ہی تھے طلبہ کی ہر قسم کی خدمت کرتے... سفر میں ایک بیمار طالب علم ساتھ تھا، اس کو قے ہوگئی، کپڑے خراب ہوگئے اور بھی کئی لوگ موجود ہیں، کئی چھوٹے ہیں وہ کہہ رہے ہیں اور چاہ رہے ہیں کہ ہم بچے کے کپڑے صاف کردیں مگر باصرار ان کو منع کردیا اور خود کیا...

مدرسہ کے ایک طالب علم جس کے بدن کو بے انتہا زخم نے ایسا کردیا تھا کہ اس کے کمرے کی طرف سے لوگ نہیں گزرتے تھے مگر حضرت اس کا بدن و بستر سب صاف کرتے اور بعض نابینا طلبہ کے بدن و کپڑوں سے میل نکالتے اور ان کو نہلاتے دھلاتے...

یہی نہیں اور سنئے !......ایک زمانے تک مدرسہ کے لیے لکڑیاں جنگل سے آتی تھیں اور دور تک جنگل میں جانا پڑتا، ببول و کھجور کے کانٹوں سے گزرنا ہوتا، بسا اوقات بچاتے بچاتے وہ کانٹے بری طرح پیروں میں چبھ جاتے... ایک مرتبہ ایک طالب علم کے پیر میں کھجور کا کانٹا جو لمبا اور مضبوط ہوتا ہے چبھا اور ٹوٹ گیا، ساتھ میں جو طلبہ تھے وہ کوشش کرتے رہے مگر نہ نکال سکے، ہاتھ سے پکڑ کر نکالنا چاہتے تھے مگر چونکہ بہت معمولی سا حصہ باہر تھا اس لیے وہ پکڑ میں نہیں آرہا تھا، حضرت ساتھ تھے اور لکڑیاں جمع کرنے میں مشغول تھے، علم ہوا تو فرمایا لاؤ میں نکال دوں، میں تم لوگوں سے اچھا کانٹا نکال لیتا ہوں، سہولت کے لیے اس طالب علم کو لٹا دیا گیا تھا تاکہ پیر اوپر کرکے کانٹا نکالنے میں آسانی ہو، حضرت نے اس کا پیر پکڑا اور اپنے منہ کی طرف لے چلے کہ دانتوں سے پکڑ کر نکال لیں، ایک مناسب تدبیر یہی تھی، اس کا احساس کرکے کئی طلبہ بول اُٹھے کہ حضرت آپ یہ نہ کریں، ہم کرتے ہیں مگر ان کے کہتے کہتے حضرت نے پیر میں منہ و دانت لگا کر فوراً کانٹا کھینچ لیا اور طلبہ سے فرمایا: ''یہ حق مجھ کو ہی تھا کیونکہ یہاں میں ہی تمہارے لیے ماں باپ ہوں...''

ایک طالب علم ایک مرتبہ کافی بیمار تھا، حضرت اس کو لیکر باندہ گئے اور رُکنا پڑا تو حضرت ہی تنہا خادم تھے... رات کو حضرت نے یہ کیا کہ اس کو تو چارپائی پر لٹا دیا اور خود نیچے اپنے ہاتھ میں ایک رسی باندھ کر اس کے پاس رکھ دی کہ ضرورت پر کھینچ دینا... (تذکرۃ الصدیق)

قرآن مجید کے ادب میں تقویٰ کا لحاظ چاہئے

ایک مرتبہ عبدالرحمٰن خان صاحب (مرحوم) نے قرآن شریف طبع کرنے کے لئے ایک قسم کا کاغذ منگایا کہ اس پر گھوڑے کی تصویر تھی، لیکن ایسی تھی کہ دیکھنے میں بظاہر تمیز نہ ہوتی تھی کہ یہ تصویر ہے...

مجھ سے مسئلہ دریافت کیا... میں نے اس کے جواز کا فتویٰ دے دیا، کیونکہ فقہاء غیر مستبین کو منع نہیں کرتے... رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ کلام اللہ پر گھوڑا کھڑا ہے... صبح کو میں نے خان صاحب سے کہا کہ اگرچہ فتویٰ وہی ہے مگر تقویٰ کے خلاف ہے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۳)

دُرود شریف پڑھنے کا ثمرہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری مرحوم کے داماد نے مجھ سے بیان کیا کہ جس مکان میں مولوی صاحب کا انتقال ہوا وہاں ایک مہینے تک عطر کی خوشبو آتی رہی... حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو بیان کیا....

ارشاد فرمایا یہ برکت دُرود شریف کی ہے... مولوی صاحب کا معمول تھا کہ ہر شب جمعہ کو بیدار رہ کر دُرود شریف کا شغل فرماتے... (ایک لمحہ کو نہ سوتے تھے اور اخیر عمر تک اس معمول کو نبھایا) (زادالسعید ص ۱۷، ملفوظات حکیم الامت ج ۲۵ ص ۱۷۱)

ادب اور غیرت میں اپنے بچے کا قتل

شیخ عبدالقادر قوصی متوفی تقریباً (۶۷۰ھ) کا اتباع سنت میں یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ اپنے اکلوتے بارہ سال کے بیٹے کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے... کھانے میں لوکی بھی تھی... فرمایا بیٹا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوکی بہت مرغوب تھی... بیٹے کی زبان سے کہیں یہ نکل گیا کہ یہ تو ایک گندی چیز ہے... حضرت شیخ یہ الفاظ برداشت نہ کر سکے کہ ان میں شان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تحقیر پائی جاتی ہے... اور اسی وقت تلوار سے بیٹے کا سر قلم کر دیا... اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند کو اپنے بیٹے کی جان سے بھی عزیز سمجھا... (برکات درود شریف)

ادب رسالت کا ایک پہلو

ایک روز حکیم احمد شجاع علامہ اقبال کے مکان پر پہنچے تو ان کو بڑا فکر مند پایا، حکیم صاحب نے گھبرا کر دریافت فرمایا: خیر تو ہے؟ فرمانے لگے: احمد شجاع! یہ سوچ کر میں اکثر مضطرب اور پریشان ہو جاتا ہوں کہ کہیں میری عمر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہ ہو جائے... (روزگار فقیر) (شمارہ ۹۲)

حسنِ ادب کا ایک واقعہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک سلسلہ میں فرمایا کہ مولوی محمد رشید مرحوم جنہوں نے مجھ سے پڑھا تھا، بڑے حق گو لیکن اس کے ساتھ بڑے باادب تھے، ایک بار میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا وہاں ریزگاری کی ضرورت پڑی.... ایک صاحب کے پاس موجود تھی ان کو روپیہ دے کر میں نے ریزگاری لے لی....

مولوی صاحب بھی اس وقت موجود تھے وہ آگے بڑھے اور مجھ سے پوچھا کہ یہ معاملہ کیا بیع میں تو داخل نہیں.... مجھے فوراً تنبہ ہوا....

میں نے کہا خیال نہیں رہا.... یہ معاملہ تو واقعی بیع ہی میں داخل ہے جو مسجد میں جائز نہیں.... پھر میں نے ان صاحب کو جن سے معاملہ ہوا تھا ریزگاری واپس کر کے کہا کہ میں اب اس معاملہ کو فسخ کرتا ہوں....

پھر میں نے کہا مسجد سے باہر چلو وہاں پھر اس معاملہ کو از سر نو کریں گے.... چنانچہ مسجد سے باہر آ کر اور روپیہ دے کر میں نے پھر ان سے ریزگاری لے لی.... مولوی محمد رشید کی اس بات سے میرا جی بڑا خوش ہوا....

کیونکہ ظاہر کرنا تو ضروری ہی تھا لیکن انہوں نے نہایت ادب سے ظاہر کیا.... یہ پوچھا کہ کیا یہ بیع میں تو داخل نہیں.... (افاضات ۲/۹/صفحہ ۳۵۳ آپ بیتی نمبر ۶ صفحہ ۳۱۱)

مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ کا حسن ادب

ایک شخص حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کے سامنے ان کی تعریف کر رہا تھا.... مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ بھی موجود تھے....

مولانا محمد یوسف نے ایک کاغذ پر مٹی رکھی اور اس کو حضرت مولانا محمد الیاس قدس سرہ کی طرف کھسکا کر چپکے سے اٹھ کر چلے گئے....

گویا حسن ادب کے ساتھ اس پر تنبیہ کی کہ اپنی تعریف سننا حدیث کے خلاف ہے کہ حدیث پاک میں منہ پر تعریف کرنے والے کے لئے حکم ہے کہ اس کے چہرہ پر مٹی ڈال دی جائے.... (اسلام میں اختلاف کے اصول)

درس حدیث کا ادب

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (اکوڑہ خٹک) دو تین گھنٹے بخاری شریف کا درس التحیات کی شکل میں بیٹھ کر دیتے تھے اور پہلو بھی نہیں بدلتے تھے... (خطبات فقیر ج 13 ص 36)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا استاد زادے کا کمال ادب

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں...

میں نے اپنے بزرگوں سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ بانی دارالعلوم دیوبند کے متعلق سنا کہ ان کی عادات میں ادب کا لحاظ بے حد ہوتا... اگر سادات کا کوئی نابالغ بچہ بھی آ جاتا تو سرہانہ چھوڑ کر پائنتی کی طرف بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ دنیا مخدوم زادوں کی عزت کرتی ہے... یہ سارے عالم کے مخدوم زادے ہیں... سارے عالم پر ان کی تعظیم واجب ہے... حالانکہ بچہ نابالغ ہے مگر فرماتے یہ مخدوم زادہ ہے... یہ اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے...

ایک دفعہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ مراد آباد تشریف لے گئے اور جانا آ گے تھا... مراد آباد بھی ٹھہرے... پروگرام میں حضرت نے صرف ایک دن رکھا تھا لوگوں نے اصرار کیا... مگر آپ نے انکار فرما دیا تو علماء کا طبقہ جمع ہو کر آ گیا کہ ٹھہر جائیں انکار کر دیا کہ نہیں ٹھہروں گا... پھر بعض امراء جمع ہو کر آ گئے... امراء سے کہا کہ جب علماء کی نہ سنی تو آپ کی کیسے مانوں؟ مراد آباد کے لوگوں کے دل میں ٹھن گئی کہ کسی نہ کسی طرح ٹھہراؤ... تو ایک نے مشورہ دیا کہ ان کو ٹھہرانے کی ایک ہی صورت ہے... فلاں دفتر میں ایک کلرک لڑکا چودہ پندرہ سال کا ہے... اسے بلا لاؤ... وہ ٹھہرا سکے گا...

جب وہ آیا تو حضرت رحمہ اللہ ادب سے اپنی مسند چھوڑ کر کھڑے ہو گئے... جھک کر مصافحہ کیا اور اپنی جگہ پر اس کو بٹھا دیا خود مؤدب ہو کر سامنے بیٹھ گئے... اس نے کہا کہ حضرت جی چاہتا ہے کہ کچھ ٹھہر جائیں... فرمایا بہت اچھا... ٹھہر گئے اور اتنے ٹھہرے کہ ایک ہفتہ تک ٹھہر گئے... لوگوں نے سوچا کہ حضرت اس وقت تک نہیں جائیں گے... جب تک وہ لڑکا نہیں کہے گا... تب آ کر اس نے اجازت دی...

وہ بات کیا تھی! بات یہ تھی کہ حضرت کے شیخ حاجی امداداللہ صاحب رحمہ اللہ تھے اور حاجی امداداللہ صاحب رحمہ اللہ کے شیخ میاں جی نور محمد جھنجھانوی اعلی اللہ مراتبہ تھے اور یہ لڑکا میاں جی مرحوم کا نواسہ لگتا تھا... تو شیخ کی نسبت کا اتنا ادب تھا کہ ان کے حکم کی وجہ سے وہیں رک گئے... کسی کا حکم نہ مانا... یہ نسبت کا ادب تھا...

شیخ کے بھی نہیں شیخ الشیخ کے نواسے تھے... اور یہ ادب تب ہوتا ہے جب اصل شیخ کا ادب دل میں ہو... حتیٰ کہ وطن کی نسبت کی وجہ سے شیخ کے وطن کے ساتھ شریف لگاتے ہیں... دیوبند شریف... نانوتہ شریف... مکہ شریف... تو وہ شریف کا لفظ تعظیم کی وجہ سے لگاتے تھے... نسبت کا ادب اور عظمت یہ کوئی غیر شرعی چیز نہیں... (بزرگوں کے ایمان افروز قصے ص ۸۱)

حضرت حاجی امداداللہ صاحب رحمہ اللہ کا کمال ادب

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں...

حضرت حاجی امداداللہ صاحب قدس سرہٗ جو ہماری ساری جماعت دیوبند کے شیخ طریقت ہیں اکابر اولیاء میں سے ہیں.... ۱۸۵۷ء میں انہوں نے جہاد کیا ہے پھر حضرت نے مکہ معظمہ کی طرف ہجرت فرمائی... وہیں ان کی وفات ہوئی مکہ معظمہ میں پہنچ کر پوری عمر کبھی سیاہ جوتا نہیں پہنا... لوگوں نے شروع شروع میں تو اتفاقی بات سمجھا مگر جب لوگ کالے رنگ کا جوتا لاتے تو ان سے فرماتے کہ دوسرے رنگ کا لاؤ یا سفید لاؤ... یہ جوتا نہیں پہنوں گا... جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت کا طریقہ ہے تو پوچھا کہ حضرت سیاہ جوتے میں کیا حرج ہے فرمایا کہ بیت اللہ شریف کا غلاف سیاہ ہے ادب مانع ہوتا ہے کہ وہ رنگ میں اپنے پیروں میں استعمال کروں... حالانکہ سیاہ جوتا پہننا شرعاً جائز ہے کوئی قباحت ونقصان نہیں ہے مگر چونکہ جب ادب کا غلبہ ہوتا ہے تو آدمی بعض جائز چیزوں کو بھی ترک کردیتا ہے کیونکہ اس جائز چیز کے استعمال کرنے میں ادب مانع ہوتا ہے... جیسے

حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے حیا آتی ہے کہ وہ رنگ جو بیت اللہ کے غلاف کا ہے اس کو پاؤں میں ڈالوں تو ظاہر بات ہے کہ یہاں جائز و ناجائز کی بحث نہیں یہ تو محبت کا غلبہ ہے چونکہ محبت خداوندی اتنی غالب تھی اسی کے مطابق محبت کعبہ بھی اسی قدر غالب تھی کہ اس رنگ کو پاؤں میں لانا گوارہ نہ کیا.....کیا ادب کی انتہاء تھی.....(خطبات طیب)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا عشق و ادب

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ..... جو صاحب ان کے ساتھ تھے مدینہ منورہ میں انہوں نے بتلایا کہ مولانا روضہ اقدس کے سامنے کھڑے ہوتے تھے.....گردن جھکی ہوئی بالکل خاموش.....آواز نہیں نکالتے تھے ادب کی وجہ سے..... آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے.....ایک ڈیڑھ گھنٹہ بالکل اسی طرح کھڑے رہتے تھے صلوٰۃ وسلام پڑھتے تھے کیا یہ سب کچھ بغیر عشق کے ہوتا تھا؟ محبت و عشق اصل تو قلب میں پیدا ہوتا ہے.....اس کا اثر سارے جسم پر ہوتا ہے..... آنکھوں پر بھی..... وہ اتباع سنت کرتی ہیں..... کانوں پر بھی وہ اتباع سنت کرتے ہیں.....زبان پر بھی کہ اتباع سنت اس کے اندر آ جاتا ہے..... ہر چیز کا یہی حال ہے.....صرف نام اہل سنت رکھنے سے اتباع سنت نہیں ہوتا.....(سرمایہ عشاق)

مفتی اعظم ہند کا کمال ادب

مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کے ہاں ایک سال دورہ حدیث میں سوات کے مولوی عبدالحق بھی شریک تھے، انہوں نے رات کو خواب میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ درس حدیث کی مسند پر حضرت مفتی صاحب کی جگہ تشریف فرما ہیں، ریش مبارک سفید ہے اور صحیح مسلم کی ایک حدیث پڑھا کر اس پر محدثانہ تقریر فرما رہے ہیں، عجیب بات یہ تھی کہ مولوی صاحب کو وہ تقریر جاگنے کے

بعد بھی ٹھیک اسی طرح یاد رہی جیسے سنی تھی، صبح حضرت مفتی صاحب درس کے لیے تشریف لائے، اپنی مسند پر بیٹھ کر کتاب کھولی تو مولوی عبدالحق نے کہا ''حضرت! میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں'' اجازت مل گئی تو انہوں نے اپنا رات والا خواب سنایا، وہ سنتے ہی حضرت مفتی صاحب اپنی مسند سے کھڑے ہو گئے، فرمانے لگے ''عبدالحق! قبلہ رخ کھڑے ہو کر خدا کو گواہ بنا کر کہو کہ واقعی تم نے خواب میں اسی طرح دیکھا'' مولوی صاحب حکم بجالائے تو حضرت مفتی صاحب مسند سے ہٹ کر سامنے بیٹھ گئے اور فرمایا ''عبدالحق! تمہارا خواب سچا ہے، اور اس کے بعد حضرت مفتی اعظم چالیس روز تک احتراماً اس مسند پر نہیں بیٹھے، معاملہ اگرچہ خواب کا تھا.... لیکن بات ادب اور عشق کے اعلیٰ مقام کی تھی!! (اکابر دیوبند اور عشق رسول)

حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کا عشق و ادب

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے.... انہوں نے دین کی خدمت کی.... اہل بدعت سے مناظرے کیے.... ان کو شکستیں دیں.... حال یہ کہ روضہ اقدس پر مدینہ پاک میں کھڑے ہو کر وہاں تراویح میں پورا قرآن پاک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا....

روضہ اقدس پر حاضر ہوئے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لئے تمام بدن کانپ جاتا تھا سر سے پیر تک.... آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے.... (اتباع سنت)

حضرت غلام رسول پونٹوی رحمہ اللہ کا ادب

حضرت حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں...

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد تھے، ان کا نام تھا غلام رسول... شجاع آباد ملتان کی طرف ایک بڑا شہر ہے، وہاں سے آگے ایک گاؤں میں رہتے

تھے... پونٹا، اس کا نام ہے، دیہات میں انہوں نے مدرسہ بنایا تھا اور ان کا مدرسہ روڈ سے تیس کلومیٹر کے اندر تھا اور فصلوں کے اندر سے سر پر بستر رکھ کر جانا پڑتا تھا... نہ تانگہ نہ ریڑھی کچھ بھی نہیں ملتا تھا، چل ہی نہیں سکتے تھے...

طلبا تیس کلومیٹر بستر سر پر رکھ کر جاتے تھے اور جمعرات کو کبھی آنا ہوتا تو تیس کلو میٹر پیدل چل کر واپس آتے تھے پھر سڑک ملتی تھی... اگلا سفر بعد میں اور اس دیہات میں جہاں ان کے پاس زندگی کی سہولیات بھی نہیں تھیں... تین سو طلبا پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے...

آپ اتنے بڑے نحوی تھے کہ خیر المدارس کا سالانہ جلسہ ہوا اور اس میں پورے پاکستان کے بڑے بڑے مشاہیر علماء تشریف لائے... مفتی اعظم پاکستان اور دوسرے حضرات، بڑے بڑے شیوخ الحدیث اور مفسرِ قرآن سب تشریف لائے... اس وقت حضرت مولانا خیر محمد جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی تھے اور بہت بڑے عالم بھی تھے اور اس مدرسے کے بانی بھی تھے، انہوں نے سٹیج پر کھڑے ہو کر حضرت غلام رسول پونٹوی رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور اعلان فرمایا:

شمس النحات غلام رسول پونٹوی دامت برکاتہم تشریف لائیں... اب جس کو پورے ملک کے علماء کے سامنے شمس النحات کہا جا رہا ہو وہ کتنے بڑے عالم ہوں گے... کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت عزتوں سے نوازا آخر آپ کو یہ علم کیسے ملا؟

(ان کی ایک کتاب شرح مائۃ عامل پونٹوی اکثر مدارس میں پڑھائی جاتی ہے)

فرمایا: مجھے اپنے استاد کے ادب کی وجہ سے ملا... حضرت! استاد کا ادب تو سارے بچے کرتے ہیں، فرمایا: نہیں میں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے جب بخاری شریف پڑھتا تھا تو حضرت نے اپنے کمرے سے دار الحدیث میں چل کر آنا ہوتا تھا تو میں استاد کی محبت میں رات کو طلبا سے چھپ کر اس راستے کو صاف کیا کرتا تھا... کہ میرے شیخ الحدیث ہیں

میں نے ان سے علم حاصل کرنا ہے... اور فرمایا کہ ایک دن جھاڑو نہیں تھا تو میں نے اپنے عمامہ کو اتارا اور پگڑی سے اس راستے کو صاف کیا... اللہ کی شان کہ اسی رات شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑکی سے جھانکا اور ان کی نظر پڑ گئی، انہوں نے بلا لیا...

غلام رسول! کیا کر رہے ہو؟ بات کھولنی پڑ گئی کہ حضرت! میں روز اس راستہ کو صاف کرتا ہوں... آپ تشریف لاتے ہیں، میں آپ سے علم حاصل کرتا ہوں... حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو بہت خوشی ہوئی تو حضرت نے دعا دی... قبولیت کا لمحہ، ایک لمحے میں اللہ تعالیٰ وہ درجے طے کروا دیتا ہے جو انسان سالوں کی محنت سے حاصل نہیں کر سکتا... پھر اللہ نے وہ مقام دیا کہ طلبا کو فرمایا کرتے تھے اگر پوری دنیا میں سے شرح جامی کو ضبط کر لیا جائے، ختم کر دیا جائے، کہیں نہ ملے اور کوئی طالب علم میرے پاس آ کر کہے کہ حضرت شرح جامی کی ضرورت ہے... فرماتے تھے کہ اپنی قوتِ یادداشت سے اس کتاب کو میں دوبارہ لکھوا سکتا ہوں... (خطبات فقیر ج 26 ص 70)

حرمین شریفین کا کمال ادب

ہمارے شیخ و مرشد سیدی و مولائی حضرت حاجی محمد شریف صاحب (خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ حج کے موقع پر جب روضۂ انور پر حاضری ہوئی تو سلام عرض کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ میں کس منہ سے کچھ عرض کروں بالآخر اپنے نواسے کو آگے کر کے اس کی معصومیت کے وسیلہ سے عرض کرنے کی ہمت پڑی اور یہی طریقہ رہا کہ اسی معصوم بچے کو آگے کر کے صلوٰۃ و سلام عرض کرتا تھا...

اور آپ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ مدینہ منورہ جانے والوں کے ہاتھوں صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں تو مجھے اس کی جرأت نہیں ہوتی میں کون ہوں کہ وہاں میرا نام لیا جائے میری کیا حیثیت ہے؟ ہاں الحمد للہ احباب بتاتے رہتے ہیں کہ ہم تیری طرف سے وہاں سلام عرض کرتے ہیں ورنہ مجھے از خود کسی کو کہنے کی جرأت کبھی نہیں ہوئی... (دین و دانش جلد ۱)

الامر فوق الادب

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں... حضرت مولانا محمد اللہ صاحب دامت برکاتہم (خلیفہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ) کا سفر حجاز مقدس میں ایک جگہ ساتھ ہوا مولانا زیادہ عمر کے بزرگ ہیں... اس کے باوجود مجھے فرمایا کہ تم اوپر چارپائی پر لیٹو ہم نیچے لیٹیں گے... چونکہ چارپائی ایک ہی تھی... حضرت کا حکم سمجھ کر اوپر لیٹ گیا... لیکن میں نے احباب سے عرض کیا کہ اچھا بھائی آپ لوگ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ موتی دریا میں نیچے ہوتا ہے اور بلبلہ اوپر ہوتا ہے اور ترازو کا وزنی پلہ نیچے ہوتا ہے اور ہلکا پلہ اوپر ہوتا ہے... (مجالس ابرار)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے یہ اثر موقوف نقل کیا ہے ''عثمان بن زائدہ کے سامنے جب قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی تو اپنے کپڑے سے اپنے چہرے کو چھپالیتے اور اس بات کو ناپسند کرتے کہ اپنی آنکھ کو یا اپنے اعضاء میں سے کسی بھی عضو کے کسی بھی حصے کو سماعت کے علاوہ اور کسی چیز میں مصروف و مشغول کریں'' (یعنی ہمہ تن متوجہ ہو کر پورے طور پر قرآن شریف سنتے تھے) سبحان اللہ! (تحفۂ حفاظ)

ادب و بے ادبی کا معیار اور ضابطہ

ادب کا مدار عرف پر ہے یعنی کوئی فعل جو فی نفسہ مباح ہو اگر عرفاً بے ادبی سمجھا جائے گا تو شرعاً وہ فعل بے ادبی میں شمار ہوگا... (افاضات الیومیہ)

ادب کا مدار عُرف پر ہے اس لئے زمانہ کے اختلاف سے وہ مختلف ہو سکتا ہے... حضرات صحابہ کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مذاق کرنا ثابت ہے اور اب بزرگوں کے ساتھ مذاق کرنا خلافِ ادب سمجھا جاتا ہے... (انفاس عیسیٰ)

حق تعالیٰ کے لئے واحد کا صیغہ استعمال کرنا ادب کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں عُرف عام ہو گیا ہے اور ادب کا مدار عرف ہی پر ہے... (التبلیغ)

بے ادبی جادو کا سبب

جادو کرنے کا ایک معروف طریقہ یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) مقدس ناموں مقدس اوراق پر گندگی ڈالی جاتی ہے... بس جن لوگوں کے گھروں میں قرآنی آیات اور مقدس اوراق کی توہین ہوتی ہے اوران اوراق پر گندگی' جوتے اور پیشاب گرایا جا ہے وہ گھر اورافراد خود بخود جادو کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں...

احترام قرآن کی وجہ سے بادشاہ کی مغفرت

ایک بادشاہ سیر وشکار میں تنہا رہ کر کسی قریہ میں ایک دیہاتی کا مہمان ہوا.. شب کو جس دالان میں وہ مقیم ہوا دیکھا کہ اس کے ایک طاق میں قرآن مجید رکھا ہوا ہے... یہ دیکھ کر اس کی عظمت وجلالت اس کے دل ودماغ پر چھا گئی اور ساری رات ایک گوشہ میں بیٹھ کر جاگتے ہوئے صبح کردی... اس بادشاہ کے مرنے کے بعد سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین نے خواب میں دیکھا... پوچھا خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ بخش دیا... کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس رات کا میرا جاگنا اور قرآن مجید کا اس قدر احترام کرنا پسند آ گیا تھا... (انوار الباری)

مجتہدین کا ادب

مولانا گنگوہی رحمہ اللہ حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے... کسی حدیث میں امام شافعی رحمہ اللہ کے تمسک کا جواب دیا... تو ایک طالب علم غایت سرور سے کہنے لگے کہ حضرت اگر امام شافعی بھی ہوتے تو وہ بھی مان جاتے... مولانا کو یہ سنتے ہی بہت تغیر ہوا...

فرمایا کہ میں کیا چیز ہوں اگر امام شافعی رحمہ اللہ ہوتے تو مجھ سے بولا بھی نہ جاتا اور میں تو ان ہی کا مقلد ہوتا... حضرات اتنا ادب ہوتا ہے مجتہدین کا... تو اجتہاد سہل بات

نہیں ہے حدیث یاد کر لینا اور بات ہے اجتہاد اور بات ہے... یہ فقہا ہی کا حصہ ہے جس کے متعلق حدیث میں ہے... **من یرد اللہ بہ خیراً یفقهه فی الدین** یعنی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو خیر منظور ہوتی ہے اسے دین کی سمجھ دے دیتا ہے... ان کو ایسی سمجھ دی گئی تھی کہ انہوں نے ایسے اصول بنائے جو آج تک نہیں ٹوٹے (وعظ حکیم الامت روح القیام)

ادب شیخ

حضرت حاجی صاحب مولانا محمد قاسم صاحب کی بہت تعریف فرماتے تھے... مولانا نے ایک مسودہ حضرت حاجی صاحب کا دیا ہوا نقل کیا اس میں ایک لفظ سہواً غلط لکھا گیا تھا... اس کو مولانا نے صحیح نہیں کیا... ادب کی وجہ سے' بلکہ وہاں جگہ چھوڑ دی... حضرت حاجی صاحب نے درست فرما دیا... (قصص الاکابر)

ہدیہ کا احترام

ایک بار مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے لئے ایک شخص گاڑھے کی ٹوپی لایا جس پر شال باف کی گوٹ لگی ہوئی تھی اور کہا حضرت فلاں شخص نے یہ ٹوپی آپ کے لئے بھیجی ہے مولانا نے اسی وقت اپنی قیمتی ٹوپی سر سے اتار کر فوراً وہ گاڑھے کی ٹوپی اوڑھ لی پھر جب قاصد چلا گیا تو آپ نے گاڑھے کی ٹوپی اتار کر کسی کو دیدی اور اپنی پہلی ٹوپی پھر اوڑھ لی:

ایک خادم نے پوچھا کہ:... ''حضرت! جب اس کو رکھنا منظور نہ تھا تو آپ نے اوڑھی ہی کیوں تھی؟''

فرمایا:... ''اس لئے اوڑھ لی تھی تاکہ یہ قاصد جا کر مہدی کو اطلاع کرے کہ تمہارے ہدیہ کی قدر کی گئی تیری بھیجی ہوئی ٹوپی فوراً سر پر رکھ لی گئی اس سے مہدی خوش ہوگا اور تطییب قلب مؤمن طاعت ہے''... (حکایات اسلاف)

مولانا حافظ محمد احمد رحمہ اللہ کا ادب

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں.. حضرت شیخ حضرت حافظ صاحب کے سامنے اساتذ ہوتے ہوئے بھی ان صاحبزادگی کے سبب اسی طرح مودب اور نیاز مندانہ بیٹھتے تھے کہ آج مشائخ کے سامنے ان کے مرید ومتوسلین بھی وہ شان نیاز اختیار نہیں کر سکتے.. یہ معمولی بات تھی کہ جب حضرت حافظ صاحب شیخ الہند رحمہ اللہ کے مکان پر تشریف لے جاتے اور حضرت شیخ صحن مکان میں چارپائی پر بیٹھے ہوئے ہوتے دروازہ کے سامنے کی سڑک کی لمبی مسافت سے جہاں حافظ صاحب آتے ہوئے حضرت شیخ کو نظر پڑ جاتے تھے تو حضرت چارپائی چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور اس وقت تک کھڑے رہتے تھے جب تک کہ حافظ صاحب مکان میں پہنچ کر اپنی جگہ بیٹھ نہ جائیں اور ان کے بٹھانے کی صورت یہ ہوتی تھی کہ حضرت شیخ کرسی منگواتے اسے اپنے سرہانے بچھاتے جب حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ اس پر بیٹھ جاتے تب حضرت چارپائی پر بیٹھ جاتے تھے.. حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ، حال صدر المدرسین دارالعلوم نے فرمایا کہ میں بھی ان کرسی لانے والے لوگوں میں سے ہوں اور میں نے بھی حضرت شیخ الہند کے ایما پر کرسی لا کر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے لئے بچھائی ہے.. (پچاس مثالی شخصیات)

حکیم الامت رحمہ اللہ کا چار نعمتوں کا خاص ادب

ہمارے اکابرین علم کے ساتھ ساتھ ادب کا بھی خوب اہتمام فرمایا کرتے تھے' حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے ہمیشہ چار باتوں کی پابندی کی ایک تو یہ کہ میری لاٹھی کا جو سرا زمین پر لگتا تھا اس کو بھی کعبے کی طرف کر کے نہیں رکھا' میں نے بیت اللہ شریف کا اتنا احترام کیا..

دوسری بات یہ ہے کہ میں اپنے رزق کا اتنا احترام کرتا تھا کہ چارپائی پر بیٹھتا تو خود ہمیشہ پائنتی کی طرف بیٹھتا اور کھانے کو سرہانے کی طرف رکھتا' اس طرح بیٹھ کر کھانا کھاتا تھا..

تیسری بات یہ کہ جس ہاتھ سے طہارت کرتا تھا میں اس ہاتھ میں پیسے نہیں پکڑتا تھا کیوں کہ یہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے..

چوتھی بات یہ کہ جہاں میری کتابیں پڑی ہوتی ہیں میں اپنے استعمال شدہ کپڑوں کو ان دینی کتابوں کے اوپر کبھی نہیں لٹکایا کرتا تھا..(اسلاف کے حیرت انگیز واقعات)

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے ادب کا حال

حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں...مولانا یعقوب صاحب نے فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب کے تفوق علمی کے بہت سے اسباب ہیں منجملہ ان کے ایک سبب یہ ہے کہ وہ اپنے استاذوں کا ادب بہت کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ تھانہ بھون کا ایک گندہی (بھنگی) مولانا سے ملنے گیا اور کہا کہ میں تھانہ بھون کا رہنے والا ہوں بس یہ سن کر مولانا پر بے حد اثر ہوا اس کی خاطر و مدارت میں بچھے جاتے تھے محض اس لئے کہ وہ تھانہ بھون کا رہنے والا تھا جو وطن تھا اپنے مرشد کا..افسوس ہے کہ یہ حضرات تو اپنے اکابر کے جاہل ہم وطنوں کا اِتنا ادب کرتے تھے اور آج کل خود اکابر کا بھی ادب نہیں کیا جاتا..(التبلیغ، کوثر العلوم)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کا کمالِ ادب

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں...حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے ایک شخص نے سیاہ رنگ کا جوتا بھیجا تو حضرت نے اس کو پہنا نہیں..میں نے عرض کیا کہ حضرت لوگ تو آپ کے واسطے بھیجتے ہیں کہ آپ اس کو

استعمال فرمائیں.. فرمایا اس کا رنگ سیاہ ہے اور جب سے مجھ کو خانہ کعبہ کا غلاف سیاہ ہونا معلوم ہوا ہے تب سے میں نے سیاہ رنگ کا جوتا نہیں پہنا.. اس لئے کہ خِلاف ادب معلوم ہوتا ہے.. (دعوات عبدیت)

حضرت مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ کا کمال ادب

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز بیت الخلاء میں تشریف لے گئے.. اندر جا کر نظر پڑی کہ انگوٹھے کے ناخن پر ایک نقطہ روشنائی کا لگا ہوا ہے جو عموماً لکھتے وقت قلم کی روانی دیکھنے کے لئے لگالیا جاتا تھا.. فوراً گھبرا کر باہر آ گئے اور دھونے کے بعد تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس نقطہ کو علم کے ساتھ ایک تلبس ونسبت ہے.. اس لئے بے ادبی معلوم ہوئی کہ اس کو بیت الخلاء میں پہنچاؤں یہ تھا ان حضرات کا ادب جس کی برکت سے حق تعالیٰ نے ان کو درجاتِ عالیہ عطاء فرمائے تھے..

آج کل تو اخبار ورسائل کی فروانی ہے ان میں قرآنی آیات، احادیث، اور اسماء الٰہیہ ہونے کے باوجود گلی کوچوں، غلاظتوں کی جگہوں میں بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں **العیاذُ باللہِ العظیم**.. معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کی دنیا جن عالمگیر پریشانیوں میں گھری ہوئی ہے اس میں اس بے ادبی کا بھی بڑا دخل ہے.. (مجالسِ حکیم الامت)

حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کا اپنے استاذ کی خدمت

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت حاجی فاروق صاحب رحمہ اللہ کی زبانی یہ واقعہ معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے تو آپ کو اپنے استاذ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے تبرکات کی زیارت کرائی گئی فرطِ محبت، غایت ادب اور فنائیت سے لبریز منظر وہاں موجود لوگوں نے دیکھا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کی نعلین (جوتوں) کو حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ نے اپنے کپڑوں سے اندر لے جا کر دل کے ساتھ کافی دیر تک لگائے رکھا..

اللہ اللہ کیا شان تھی ہمارے اکابر کی..واقعی اکابر نے پہلے لوگوں کی یاد تازہ کردی.
بے اختیار یہ کہنے کو جی چاہتا ہے: اولئک آبائی فجئنی بمثلھم (راہ علم کا مسافر)

شیخ کی خدمت اورادب واحترام

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید صاحب رحمہ اللہ کی یہ حالت تھی کہ حضرت سید صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں شرکت کرنے کو اور ایک مجلس میں بیٹھنے کو خلاف ادب سمجھتے تھے حضرت سید صاحب کی جوتیاں لئے ہوئے موخر مجلس میں بیٹھے رہتے تھے اگر کبھی بیٹھے بیٹھے کسل ہو جاتا تو وہیں جوتیاں سر کے نیچے رکھ کر لیٹ جاتے تھے جس وقت حضرت سید صاحب کی پالکی چلا کرتی تھی تو حضرت مولانا شہید صاحب رحمہ اللہ پالکی کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتے تھے اور اس کو اپنے لئے فخر سمجھتے تھے..چاندنی چوک میں پالکی جارہی ہے اور آپ ساتھ ساتھ دوڑ رہے ہیں..حالانکہ دہلی میں اس خاندان کے ہزاروں سلامی تھے مگر ذرہ برابر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اس کی پرواہ نہ کرتے تھے کیا یہ حضرات خشک تھے ان کو خشک کہا جاتا ہے اصلاح یوں ہی ہوتی ہے آج ذرا ذرا بات پر ناگواری ہوتی ہے غرض ہر شخص کو اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہنا چاہئے..مرتے دم تک یہی حالت رہے عارف رومی فرماتے ہیں..

اندریں رہ می تراش و می خراش   تا دمے آخر دمے فارغ مباش
تا دم آخر دمے آخر بود   کہ عنایت باتو صاحب سر بود

(الافاضات الیومیہ نمبر ۱۲۳ ام ۱۶۴)

سعادت مند شاگرد

ایک مرتبہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور حضرت کے پیر دبانے لگے جس طرح ایک خادم یا مرید اپنے مخدوم اور شیخ کی خدمت کرتا ہے' حضرت نے منع کیا اور فرمایا:.. ''آپ تو خود مخدوم اور شیخ طریقت ہیں.. مجھے کیوں شرمندہ کرتے ہو''..

حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ:.. ''حضرت! میں آپ کا خادم اور شاگرد ہوں' میں نے آپ سے قرآن کریم کی تفسیر پڑھی ہے' آپ مجھے اس سعادت سے محروم نہ فرمائیں''.... (تذکرہ مولانا ادریس کاندھلوی)

اَسلاف کے متعلق کمال ادب

حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ نے صحیح بخاری کے درس میں قرات فاتحہ خلف الامام کے مسئلے پر نہایت شرح وبسط سے تقریر فرمائی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کے دلائل اس قوت اور وضاحت کے ساتھ بیان فرمائے کہ تمام سامعین نہال ہو گئے..

درس کے بعد ایک طالب علم نے حضرت سے کہا کہ:.. ''حضرت! آج تو آپ نے اس مسئلے پر ایسی مدلل تقریر فرمائی ہے کہ اگر امام شافعی تشریف فرما ہوتے تو شاید اپنے مسلک سے رجوع فرما لیتے''.. حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کو یہ جملہ سنکر غصہ آ گیا' آپ نے فرمایا کہ:.. ''امام شافعی رحمہ اللہ کو تم کیا سمجھتے ہو؟ اگر امام صاحب رحمہ اللہ زندہ ہوتے تو شاید میرے لئے انکی تقلید کے سوا چارہ نہ ہوتا'' (ماہنامہ البلاغ)

ادب راحت رسانی کا نام ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ اصل ادب تعظیم نہیں ہے بلکہ راحت رسانی ہے اگرچہ صورتاً ادب میں قلت ہی ہو.. ادب حقیقی اور بے ادبی صوری کے اجتماع کے متعلق فرماتے ہیں ؎

گفتگوئے عاشقاں در کار رب ۔۔۔ جوشش عشق است نے ترک ادب

بے ادب ترنیست زوکس در جہاں   باادب ترنیست زوکس درنہاں

حق تعالیٰ کی شان میں، عشاق کی باتیں جوش عشق کی وجہ سے ہوتی ہیں کہ ترک ادب کیوجہ سے بظاہر تو اس عاشق سے بڑھ کر کوئی بے ادب نہیں ہوتا.. مگر باطن میں اس سے بڑھ کر کوئی باادب نہیں ہوتا.. (ملفوظات حکیم الامت جلد ا)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا حدیث کیلئے اہتمام وادب

حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ جب مدرسے میں درس حدیث پاک دینے تشریف لے جاتے تو روزانہ نئے دھلے ہوئے کپڑے پہنتے اور خوب عطر لگاتے... جس راستے سے آپ گزرتے اس راستے میں خوب خوشبو پھیلی ہوئی ہوتی... چونکہ عوام الناس بھی درس سننے آتے تھے... تو خوشبو سے لوگ اندازہ کرلیتے کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ درس دینے کیلئے تشریف لے گئے ہیں تو وہ جلدی جلدی چلنے لگتے...

ایک دن آپ درس کیلئے تیار ہورہے تھے کہ کسی ریاست کا نواب آگیا جو آپ کو اپنے ہاں لے جانا چاہتا تھا... آپ نے فرمایا درس سے فارغ ہوکر چلیں گے تو دوران تیاری جب طالب علم نے الماری سے خالص کستوری کے عطر کی شیشی نکالی اس وقت جس کی قیمت 90 روپے تھی وہ نواب سمجھا شاید کچھ کپاس کو لگا کر کان میں رکھیں گے... مگر طالب علم نے حسب معمول پوری شیشی ہاتھ پہ ڈال کر حضرت مدنیؒ کے کپڑے اور بالوں اور داڑھی مبارک کو لگادی نواب حیران ہوا...

اس نے کہا حضرت یہ تو اتنی قیمتی ہے... فرمایا ہاں بھائی جس کیلئے لگاتا ہوں وہ خود انتظام کردیتا ہے خیر نواب بھی درس میں شریک ہوا... درس سے فارغ ہوکر وہ موٹر میں حضرت کو لے کر روانہ ہوا.. درس حدیث کا اس کے دل پر کوئی ایسا اثر ہوا کہ دوران سفر کہتا ہے کہ حضرت جب تک میں زندہ ہوں یہ عطر کی خدمت میرے ذمہ ہے... ہر

ماہ تمیں شیشیاں عطر کی پیش کیا کروں گا.. حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے نہیں کہا تھا کہ میاں! جس کیلئے لگاتا ہوں وہ خود انتظام فرمادیتے ہیں.. آج میرے پاس یہ آخری شیشی تھی.. سبحان اللہ.. (راہ علم کا مسافر)

استاذ کی خدمت کا انعام

حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ ایک مرتبہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے تو دوران تقریر حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کے بارہ میں ارشاد فرمایا..

''مولانا عبدالحق صاحب ولی کامل ہیں اور یہ دارالعلوم حقانیہ مولانا کی ولایت کی ایک نشانی ہے اور ان کو یہ ولایت اپنے شیخ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی خدمات کی وجہ سے حاصل ہوئی..

دارالعلوم دیوبند سے بہت سے اہل علم نے استفادہ کیا لیکن سرحد میں جو کام مولانا عبدالحق صاحب نے سرانجام دیا وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا''..

مولانا افغانی رحمہ اللہ نے دوران تقریر یہ بھی فرمایا کہ یہ مدرسہ' یہ تعمیر' یہ مسجد' یہ طلبہ' یہ سب مولانا عبدالحق صاحب کی ولایت کی زندہ نشانیاں ہیں..

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ ولایت اپنے شیخ مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی خدمت کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی.. میں روزانہ عصر کے بعد حضرت مدنی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور مہمانوں کی خدمت وغیرہ کرتا تھا اس پر کچھ حاسدین طلبہ چپکے سے کہتے کہ وہ دیکھو چاپلوس آ گیا..

ایک مرتبہ طلبائے حدیث سے فرمایا یہ جو آپ دارالحدیث دیکھتے ہیں.. دارالعلوم دیکھتے ہیں درس گاہیں اور طلبہ کو دیکھتے ہیں یہ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی خدمت اور چاپلوسی کی برکت ہے.. میں اپنے اساتذہ کی خدمت کرتا تھا. اللہ تعالیٰ نے مجھ سے جتنا کارخیر لیا یہ سب خدمت کی برکت ہے.. (ماہنامہ محاسن اسلام اگست 2009)

استاذ کا احترام

یحییٰ اندلسی راویٔ مؤطا مالک فرماتے ہیں کہ میں امام مالک رحمہ اللہ کے سامنے کتاب کا ورق بہت آہستہ پلٹتا تھا کہ آپ کو اس کی آواز نہ سنائی دے اور مجھ سے آپ کی بے ادبی سرزد نہ ہو جائے.. (تحفہ حفاظ)

عالم دین کی تعظیم

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نہر کے کنارے بیٹھ کر ایک دن وضو فرما رہے تھے جدھر سے پانی آ رہا تھا تو اسی جانب اوپر کی طرف ایک دوسرا آدمی بیٹھا تھا اور وضو بنا رہا تھا.. اس نے سوچا کہ میرا وضو کا پانی امام احمد بن حنبل کی طرف جا رہا ہے یہ تو ادب کے خلاف ہے.. تو اٹھ کر امام صاحب سے نیچے کی طرف بیٹھ گئے تو یہ بندہ جب انتقال کر گیا کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ کیا حال ہے؟ تو فرمایا امام احمد بن حنبل کو اس دن ادب دینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرما دی.. (مجالس مفتی اعظم بحوالہ درنایاب)

استاذ کی ٹوپی بھگو کر پی گئے

مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ نے علم حدیث کی سند حضرت حاجی محمد افضل رحمہ اللہ سے حاصل کی تھی.. مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد حاجی صاحب نے اپنی ٹوپی جو پندرہ برس تک آپ کے عمامہ کے نیچے رہ چکی تھی، مجھے عنایت فرمائی.. میں نے وہ ٹوپی پانی میں بھگوئی، صبح وہ پانی پی گیا.. اس پانی کی برکت سے دماغ ایسا روشن اور ذہن ایسا تیز ہوا کہ کوئی مشکل کتاب مشکل نہ رہی.. اساتذہ کی ٹوپیاں اچھالنے والے اور مدرسہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کی باتیں کرنے والے طلبہ اس پر غور کریں کہ استاذ کے ساتھ آداب وعظمت کا معاملہ کرنے والوں نے کیا دولت حاصل کی اور پھر انہوں نے دنیا کو کیا فیض پہنچایا.. (تعلیم المتعلم)

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اور اساتذہ کا احترام

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ نے تحریک ریشمی رومال کے دوران ارادہ فرمالیا کہ اب میں حرمین شریفین جاتا ہوں..

ایک دن آپ مدرسہ میں چارپائی پر بیٹھے دھوپ میں زمین پر پاؤں رکھے کسی کتاب کا مطالعہ کررہے تھے ان دنوں علامہ محمد انوشاہ کشمیری رحمہ اللہ حضرت کی عدم موجودگی میں بخاری شریف پڑھاتے تھے.. اس دوران ان کی نظر اپنے استاذ حضرت شیخ الہند پر پڑی.. جب درس دے چکے تو طلباء سے فرمایا کہ آپ تھوڑی دیر بیٹھیں.. آپ یہ کہہ کر کہ میں ابھی آتا ہوں دارالحدیث سے باہر نکل کر سیدھے حضرت کے پاس آکر ان کے قدموں میں بیٹھ گئے.. اس کے بعد حضرت سے عرض کرنے لگے حضرت! آپ یہاں ہیں جب ہمیں ضرورت پڑتی ہے تو ہم آپ کی طرف رجوع کرلیتے ہیں.... اب آپ نے یہاں سے ہجرت کا ارادہ فرمالیا ہے.. اس طرح تو ہم بے سایہ ہوجائیں گے..

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے یہ الفاظ کہے اور رونا شروع کردیا حتی کہ انہوں نے بچوں کی طرح بلکنا شروع کردیا.. حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے بھی انہیں رونے دیا جب ان کے دل کی بھڑاس نکل گئی تو اس وقت شیخ الہند نے انہیں تسلی کی بات کہی اور فرمایا انور شاہ! ہم تھے تو آپ ہماری طرف رجوع کرتے تھے اور جب ہم چلے جائیں گے تو پھر لوگ علم حاصل کرنے کیلئے تمہاری طرف رجوع کیا کریں گے.. چنانچہ شاہ صاحب کو اس طرح کی تسلی کی باتیں کرکے واپس بھیج دیا..

جب شاہ صاحب چلے گئے تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے اپنے دل میں خیال آیا کہ ان کو تو اپنے استاذ کی دعاؤں کی اتنی قدر ہے اور آج میں اتنے بڑے کام کیلئے جارہا ہوں لیکن آج میرے سر پر تو استاذ کا سایہ نہیں ہے جن کی دعائیں لیکر چلتا...

چنانچہ یہ سوچتے ہی انکو اپنے استاذ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا خیال آیا اور طبیعت میں رقت طاری ہوئی.. لہٰذا وہیں سے اٹھے اور سیدھے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے گھر گئے.. دروازے پر دستک دی اور ڈیوڑھی میں کھڑے ہو کر آواز دی.. اماں جی! میں محمود حسن ہوں..

اگر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے جوتے گھر میں پڑے ہیں تو وہ بھجوادیں چنانچہ اماں جی نے ان کے جوتے ان کے پاس بھیج دیئے.. حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے اپنے استاذ کے جوتے اپنے سر پر رکھے اور اللہ رب العزت سے دعا کی.. اے اللہ! آج میرے استاذ سر پر نہیں ہیں.. میں ان کے جوتے سر پر رکھے بیٹھا ہوں.. اے اللہ اس نسبت کی وجہ سے تو میری حفاظت فرمالینا اور مجھے اپنے مقصد میں کامیاب فرمادینا..

استاذوں کی قدر اس وقت آتی ہے.. جب دیکھنے کیلئے فقط انکے جوتے باقی رہ جاتے ہیں.. (راہ علم کا مسافر)

رئیس حیدر آباد کے ادب کا واقعہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں... احقر نے ایک رئیس حیدر آبادی کو دیکھا کہ ان کے یہاں ایک باورچی محمد نامی تھا وہ اور ان کا تمام گھر صرف نام لے کر نہیں پکارتے تھے بلکہ محمد صاحب کہہ کر پکارتے تھے یہ کتنی گہری بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نام ہونے سے نوکر کا اتنا ادب کرتے ہیں...

حق تعالیٰ نکتہ نواز ہیں بعض وقت ذرا سی طاعت و ادب سے کام بنا دیتے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس تعظیم کرنے سے نوکر کام نہ کرے گا وہ اور زیادہ جھکتا تھا اور دل سے جاں نثاری کے لئے تیار تھا بخلاف اس کے جن نوکروں کو ٹھوکروں سے مارا جاتا ہے وہ اپنی غرض تک نوکر ہیں اور موقعہ پر کبھی کام نہیں دیتے... (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

اکابر کا باہمی ادب واحترام

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے مزاج میں بے حد لطافت تھی اور ہر لطیف چیز پسند تھی مگر فطری تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ پیدل سفر کر کے گنگوہ پہنچے اور جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور نماز شروع ہونے کو تھی کہ لوگوں نے دیکھ کر خوشی میں کہا کہ مولانا آ گئے مولانا آ گئے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ مصلے پر پہنچ چکے تھے...

یہ سن کر نگاہ اٹھا کر مولانا کو دیکھا تو مصلے سے واپس ہو کر صف میں آ کھڑے ہوئے اور حضرت مولانا محمد یعقوب سے نماز پڑھانے کے لئے کہا مولانا سیدھے مصلے پر پہنچے چونکہ پیدل سفر کر کے تشریف لے گئے تھے اس لئے پاجامہ کے پائنچے چڑھے ہوئے تھے اور پیر گرد آلود تھے مگر غایت سادگی سے اسی ہیئت میں مصلے کی طرف چلے اور جب حضرت مولانا گنگوہی کی محاذات میں پہنچے تو مولانا نے صف میں سے آگے بڑھ کر اپنے رومال سے پہلے پیروں کی گرد صاف کی اور پھر پائنچے اتارے اور فرمایا اب نماز پڑھایئے اور خود واپس صف میں آ کھڑے ہوئے تو مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ نے نماز پڑھائی حالانکہ حضرت مولانا محمد یعقوب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا اس قدر ادب کرتے تھے جیسے استاد کا ادب کرتے ہیں....

اس کے بعد حضرت مولانا گنگوہی نے کسی سے فرمایا کہ مجھ کو اس سے بے حد مسرت ہوئی کہ مولانا نے میری خدمت سے انکار نہیں فرمایا اور قبول فرمالی سچ تو یہ ہے کہ ایسے حضرات اور ایسی جماعت نظر سے نہیں گزری چنانچہ جنہوں نے عالم کی سیاحت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ عالم میں ایسی جماعت نہیں سو میں نے تو ان حضرات کو دیکھا ہے چونکہ ان حضرات کی طرز معاشرت میری آنکھوں کے سامنے ہے اس لئے وہی باتیں پسند ہیں اور آج کل کے جو یہ لوگ باتیں بناتے پھرتے

ہیں میری نظر میں یہ ایک طفل مکتب کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناسمجھ بچے ہیں اور کھیل کود کرتے پھرتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ اب تو اپنے بزرگوں سے نسبت ہونے کا نام ہی نام رہ گیا ہے مگر کام ان کا سا ایک بھی نہیں کرتے... (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

جلسہ نہ یہاں ہوا نہ وہاں

ایک مرتبہ کھتولی میں تبلیغی اجتماع تھا ہم لوگ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ہمرکابی میں کھتولی پہنچے، ریل سے اُتر کر معلوم ہوا کہ ہاتھی وغیرہ آئے ہیں اور سٹیشن سے جلوس کی شکل میں جانا ہوگا، ہم نے یہ کہتے ہوئے کہ یہ تبلیغی اُصول کے خلاف ہے، جلوس سے انکار کر دیا اور ایک معمولی یکہ پر بیٹھ کر قیام گاہ پہنچ گئے، جلسہ کی کارروائی شروع ہو چکی تھی...

اچانک معلوم ہوا کہ اس وقت کانگریس کا بھی جلسہ ہے اور حضرت مولانا مدنی بھی تشریف لائے ہوئے ہیں، اس کی مخالفت میں یہ جلسہ کیا گیا ہے... حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے تقریر بند کر دی اور فرمایا، حضرت مدنی تشریف لائے ہوئے ہیں سب حضرات چل کر ان کی تقریر سنیں!

یہ فرما کر اپنے جلسے کو ختم کر دیا اور اس مقام پر پہنچے جہاں کانگریس کا جلسہ ہو رہا تھا.... وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ کو جب اس بات کا علم ہوا کہ اس وقت تبلیغی جلسہ ہے اور مولانا محمد الیاس صاحب تقریر فرما رہے ہیں ...تو اپنی تقریر ختم کر دی ....اور لوگوں کو تبلیغی جلسہ میں شرکت کی ہدایت فرما کر دیو بند روانہ ہو گئے... جلسہ نہ یہاں ہوا نہ وہاں... دونوں بزرگ چل بسے مگر آنے والی نسلوں کے لیے اپنے خلوص اور للّٰہیت کی ایک مثال قائم کر گئے...

(حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی)

حفاظ کرام کے ادب کا خاص انعام

حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمہ اللہ کے بیٹے نے ان کے حالات میں بیان کیا کہ میرے والد کی قبر کو حکومت سعودیہ نے اپنے قانون کے مطابق چھ چھ ماہ کے بعد تین مرتبہ کھودا، تا کہ اس کی جگہ دوسرا مردہ دفن کیا جائے لیکن ہر مرتبہ دیکھا کہ بڑے میاں صحیح سلامت موجود ہیں، جسم میں ذرا بھی تغیر نہیں ہوا تھا جیسے ابھی کا ہے....

ان کے صاحبزادے مولانا آفتاب عالم صاحب نے اپنا گمان ظاہر کیا کہ میرے والد کا ایک خاص عمل یہ تھا کہ وہ حافظ قرآن بچوں کی طرف پیر نہیں کرتے تھے اگرچہ معمر تھے بڑے عالم تھے اور اس عمل کی وجہ وہ یہ بیان کرتے تھے کہ جس طرف قرآن شریف رکھا جاتا ہے ادھر پاؤں نہیں کرنے چاہئیں تو جس کے سینہ میں قرآن پاک ہے جو سینہ حامل قرآن ہے اس کی طرف پاؤں کرنا بھلا خلاف ادب نہ ہوگا؟

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ادب کی برکت سے مولانا پر یہ فضل عظیم ہوگیا کہ ان کا جسم بھی محفوظ کر دیا گیا....(دین ودانش جلد ۱)

جنات کا اہل اللہ سے ادب کا معاملہ

قاضی انعام الحق صاحب کی لڑکی پر ایک جن تھا اور اس کا بہت علاج ہو چکا تھا لیکن افاقہ نہ ہوا تھا...آخر میں حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سے رجوع کیا تو حضرت نے عذر کیا کہ میں عامل نہیں ہوں جب عامل لوگ علاج کر چکے اور کچھ نہ ہوا تو میرے تعویذ وغیرہ سے کیا ہوگا...گھر میں پیرانی صاحبہ (حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ) نے عرض کیا کہ اثر ہو یا نہ ہو آپ اس کو ایک پرچہ پر تو لکھیں ممکن ہے کہ اس کو نیک ہدایت ہو اور ایذاء مسلم سے باز رہے... چنانچہ حضرت نے پرچہ لکھا کہ:

''تم اگر مسلمان ہو تو ہم تم کو یاد دلاتے ہیں کہ شریعت کا حکم ہے کہ کسی مسلمان

کو تکلیف نہ دو... حق تعالیٰ کے حکم سے تم اس فعل سے باز آؤ... اور اگر تم مسلمان نہیں ہو تو ہم تم کو فہمائش کرتے ہیں (یعنی سمجھاتے ہیں) کہ اس لڑکی کو تکلیف نہ دو، ورنہ ہم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تم کو جبراً روکیں گے... اور ہلاک کر دیں گے"...

یہ پرچہ لے کر آدمی وہاں پہنچا اور اس پرچہ کو سنایا گیا... جن نے کہا کہ یہ ایسے شخص کا پرچہ نہیں ہے... جس کا کہنا نہ مانا جائے... اندازے سے معلوم ہوا کہ وہ جن حضرت والا کے مکان کے پاس مولوی ممتاز صاحب کے مکان پر رہتا ہے... اس وقت لڑکی اچھی ہوگئی...

چند روز کے بعد جن پھر آ گیا گھر والوں نے پھر حضرت والا کے پاس آدمی بھیجا ...جیسے ہی آدمی چلا جن نے کہا کہ میں جاتا ہوں آدمی کو مت بھیجو... اس کے بعد یہی معمول ہوگیا کہ جب جن کا اثر پایا گیا اور گھر والوں نے کہہ دیا کہ ہم آدمی بھیجتے ہیں بس جن چلتا بنا... مگر اخیر میں مکمل فائدہ حاجی محمد عابد صاحب کے تعویذ سے ہوگیا... (معمولات اشرفی)

روضہ رسول پر باادب حاضری

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ میرے والد صاحب رحمہ اللہ جب رَوضہ اقدس پر حاضر ہوتے تو کبھی رَوضہ اقدس کی جالی تک پہنچ ہی نہیں پاتے تھے بلکہ ہمیشہ یہ دیکھا کہ جالی کے سامنے ایک ستون ہے اس ستون سے لگ کر کھڑے ہو جاتے اور جالی کا بالکل سامنا نہیں کرتے تھے بلکہ وہاں اگر کوئی آدمی کھڑا ہوتا تو اس کے پیچھے جا کر کھڑے ہو جاتے اور ایک دن خود ہی فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید تو بڑا اشقی القلب آدمی ہے یہ اللہ کے بندے ہیں جو جالی کے قریب تک پہنچ جاتے ہیں اور قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جتنا بھی قرب حاصل ہو جائے وہ نعمت ہی نعمت ہے لیکن میں کیا کروں کہ میرا قدم آگے بڑھتا ہی نہیں شاید کچھ شقاوت قلب ہے

فرماتے ہیں کہ وہاں کھڑے کھڑے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا مگر اس کے بعد فوراً یہ محسوس ہوا جیسا کہ رَوضہ اقدس سے یہ آواز آ رہی ہے کہ ''جو شخص ہماری سنتوں پر عمل کرتا ہے وہ ہم سے قریب ہے خواہ ہزاروں میل دور ہو اور جو شخص ہماری سنتوں پر عمل نہیں کرتا وہ ہم سے دور ہے چاہے وہ ہماری جالیوں سے چمٹا ہوا ہو... (اصلاحی خطبات)

ہر سید قابل احترام ہے

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ ان کے استاد حضرت مولانا قلندر صاحب جو جلال آباد میں رہتے تھے وہ صاحب حضوری تھے... یعنی ان کو روزانہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی تھی... گو اللہ تعالیٰ کے بندے بعض ایسے بھی ہوئے ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بیداری میں بھی ہوتی رہی ہے... لیکن خواب میں زیارت کرنے والے زیادہ ہوئے ہیں...

حضرت مولانا قلندر صاحب جب مدینہ شریف جا رہے تھے تو کسی غلطی پر اپنے حمال کو جو ایک نوجوان شخص تھا تھپڑ مار دیا بس اسی روز سے زیارت بند ہو گئی... انہیں اس کا بڑا غم ہوا... اس غم کو وہی جانتا ہے جس کو کچھ ملا ہو اور پھر لے لیا جائے... جس کو کچھ ملا ہی نہ ہو وہ کیا جانے... اسی غم میں مدینہ طیبہ پہنچے وہاں کے مشائخ سے رجوع کیا مگر سب نے کہا ہمارے قابو سے باہر ہے... البتہ ایک مجذوب عورت کبھی کبھی روضہ ء اطہر کی زیارت کے لیے آتی ہے... وہ برابر ٹکٹکی لگائے دیکھتی رہتی ہے...

وہ کبھی آئے اور توجہ کرے تو ان شاء اللہ پھر زیارت نصیب ہونے لگے گی... وہ اس مجذوبہ کے منتظر رہے... ایک دن وہ بی بی آئیں... ان سے انہوں نے عرض کیا تو انہیں ایک جوش آیا اور اسی جوش میں انہوں نے روضہ ء اقدس کی طرف اشارہ کر کے کہا ''شف یعنی دیکھ'' انہوں نے جو اس وقت نظر کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں... جاگنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی زیارت سے مشرف ہوئے...اوراس کے بعد وہی کیفیت حضوری کی جو جاتی رہی تھی پھر حاصل ہوگئی...گو تھپڑ مارنے کے بعد مولانا نے اس سے معافی مانگ لی تھی اور اس نے معاف بھی کردیا تھا لیکن پھر بھی اس حرکت کا یہ وبال ہوا...تحقیق پر معلوم ہوا کہ وہ لڑکا سید زادہ تھا...(سیرۃ النبی بعداز وصال النبی)

کمال ادب

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ کے یہاں درس صحیح بخاری ہوتا تھا جس میں بڑے بڑے علماء شریک ہوتے جا بجا کہیں غلطی کتابت ہوتی تو قلم دوات لاکر صحیح کرتے جاتے...اتفاق سے دوات خشک تھی...قلم نہ چلتا تھا حاضرین میں سے ایک صاحب نے مسجد کے لوٹوں سے ایک الٹا کر دوات میں پانی ڈال دیا...مولانا کی نگاہ نیچی تھی نہ دیکھا...جب قلم پڑا تو ناخوش ہوئے کہ ''بے تمیز وضو کرنے والوں کا ماء مستعمل دوات میں ڈال کر روشنائی خراب کردی...اب میں اس سے حدیث لکھوں...'' (تذکرہ فضل رحمٰن ص ۱۳۹)

کمال ادب

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمتہ اللہ جب ہجرت فرما کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو عمر بھر سیاہ جوتا نہیں پہنا...سرخ یا زرد رنگ کا پہنا کرتے...فرمایا کہ سیاہ رنگ کا ممنوع نہیں مگر بیت اللہ کا غلاف سیاہ ہے...تو پاؤں میں اس رنگ کا جوتا کیسے پہنوں

اس ادب کی وجہ سے سیاہ رنگ کا جوتا پہننا چھوڑ دیا...

فائدہ: پگڑی تو سیاہ رنگ کی باندھتے تھے کہ یہ تو ادب کا مقام ہے مگر قدموں میں سیاہ رنگ کا جوتا نہیں پہنتے تھے...(الحق ص ۱۴)

مدینہ منورہ کا ادب

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ (بانی دارالعلوم دیوبند) جب حج کو تشریف لے گئے تو بیر علی رضی اللہ عنہ کے پاس سواری پر آپ گذر رہے تھے کہ سواری پر سے اُچھل پڑے اپنا جوتا اتار لیا اور فرمانے لگے "جس زمین اور جن گلی کوچوں میں پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک لگے ہوں وہاں جوتے سمیت کیسے چلا چلوں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کی وجہ سے وہ مکانات باعظمت بن گئے وہاں کے اشخاص باعظمت ہو گئے عربوں سے بغض وعناد رکھنا نفاق کی علامت ہے اور ان سے الفت ومحبت کی پینگیں بڑھانا ایمان کی علامت ہے" (تذکرہ مشائخ ص ۱۵۴)

اسلاف کا ادب واحترام

حضرت حاجی صاحب حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کے بڑے معتقد تھے اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی پر ترجیح دیتے تھے مگر احتمال کے عنوان اور ادب کے پیرایہ میں فرماتے تھے کہ ممکن ہے حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کا نزول حضرت شیخ اکبر سے اکمل ہوا اور یہ سب کو معلوم ہے کہ عروج افضل ہے نزول سے... (قصص الاکابر حکیم الامت تھانویؒ)

علماء کا احترام

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ فن طریقت کے امام تھے... حضرت کی بصیرت کا کیا ٹھکانا تھا... کہ مجھ کو بیعت کرتے وقت یہ شرط لگائی تھی... کہ پڑھنے پڑھانے کے شغل کو ترک نہ کرنا... اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دینی ضرورت کا کس درجہ ادراک تھا... اسی لئے علماء کا بے حد احترام فرماتے تھے... ایک مرتبہ مولوی رحمت اللہ صاحب نے حضرت پر کچھ اعتراضات کئے... اس پر حضرت کو بھی طبعًا ناگواری ہوئی اور جواب دے کر یہ بھی

فرمایا کہ اگر میں اپنے بچوں کو بلالوں گا...تو ناطقہ بند کردیں گے...اتفاق سے اس زمانہ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اور حضرت مولانا گنگوہی حج کوتشریف لے گئے اور یہ واقعہ سن کر ان حضرات کو بھی ناگوار ہوا اور باہم یہ مشورہ کیا کہ ہم مولوی صاحب سے جا کر پوچھیں گے...جب حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کو خبر ہوئی...تو فرمایا کہ نہ بھائی تم کچھ نہ بولنا...میں ان کا احترام کرتا ہوں ہاں جا کر مل آؤ...تب یہ حضرات گئے اور مل کر چلے آئے...(اشرفی بکھرے موتی)

ادب استاد

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پرانے لوگوں میں دین کا بزرگوں کے ادب کا پھر (بھی) بہت اثر تھا...اس وقت کے بگڑے ہوئے ان نئے سنورے ہوؤں سے اچھے تھے...مولوی شبلی صاحب کا واقعہ ہے کہ کانپور میں ان کا لیکچر ہوا تھا...مولوی فاروق صاحب جو ان کے استاد تھے...

وہ اس وقت کانپور کے ایک مدرسہ میں مدرس تھے...وہ بھی اس بیان میں شریک تھے جب بیان ختم ہو چکا تو استاد کے پاس آ کر بیٹھ گئے...استاد نے محض سادگی سے پیر پھیلا دیئے کہ شبلی! پیر دکھ گئے ہیں ذرا دبا دیجئے...بس دبانے لگے اور کوئی اثر ناگواری کا ظاہر نہیں ہوا...

یہ اثر تھا پرانے ہونے کا اور پہلے بزرگوں کی صحبت کا اب یہ باتیں کہاں! یورپ کے مذاق نے ناس کردیا نہ ادب رہا نہ تہذیب' مسلمانوں نے بھی وہی طرز معاشرہ اختیار کرلیا حتی کہ اعتراف جرم پر بھی جو معافی مانگی جاتی ہے وہ بھی معافی نہیں صرف واپس لینے کے الفاظ پڑھ دیئے جاتے ہیں یہ اس تعلیم انگریزی کے کرشمے ہیں...(اشرفی بکھرے موتی)

علم حدیث کا ادب ضروری ہے

حضرت علامہ محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے سنایا کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کے والد ماجد حضرت مولانا احمد سعید خان صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ حضرت! تدریس حدیث میں جو انوار و برکات پہلے حاصل ہوتے تھے وہ کیفیت اب نہیں رہی... حضرت نے فرمایا کہ میں کل اس کا جواب دوں گا...

اگلے دن حضرت نے فرمایا کہ بعض طلباء جنابت کی حالت میں درس حدیث میں شامل ہوجاتے ہیں اور وہ خود کو صرف سماع حدیث تک محدود رکھتے ہیں اس لئے انوار و برکات میں کمی آجاتی ہے... حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے طلبا کے سامنے اس بات کا ذکر کیا تو بعض طلباء نے اقرار کیا...

اس میں طلباء کا اکرام بھی ہے کہ وہ شوق حدیث میں ایسا کرتے ہیں اور سبق کے ناغہ سے بچنا چاہتے ہیں... یہ شوق اپنی جگہ درست لیکن حدیث کا ادب واحترام بھی ضروری ہے...

استاد کا ادب....ایک دقیق نکتہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: استاد کا ادب کرنے سے بڑی برکت ہوتی ہے میں نے دیوبند کے وعظ میں طلباء کو اس کی کمی پر متنبہ کیا تھا پھر میں نے خود ہی اس پر شبہ کیا کہ اگر تم کہو کہ ہم تو حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا بہت ادب کرتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ تمہارا یہ ادب ان کے استاد ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ بزرگ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ استاد اور بھی تو ہیں لوگ عام طور پر بزرگوں کا ادب اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ان کے ناراض ہونے

سے نقصان ہوگا... میں نے اصلاح انقلاب میں ثابت کیا ہے کہ سب سے مقدم والدین کا حق ہے بعد میں استاد کا اس کے بعد پیر...

لوگ الٹا کرتے ہیں سب سے زیادہ پیر کا حق جانتے ہیں اس کے بعد استاد کا پھر باپ کا اور اب تو باپ لوگوں کے نزدیک نرا پاپ ہی ہے... (ملفوظات ج ۱۴)

احترام اساتذہ

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ جو دارالعلوم دیوبند کے بانی ہیں، انہیں فقہی مسائل میں خنزیر کے بارے میں تحقیق کرنی تھی... اس کی تحقیق بھنگی سے زیادہ کسی دوسرے سے نہیں ہوسکتی تھی، وہی خنزیر پالتے ہیں تو جب حضرت کے گھر کا بھنگی آیا تو اس سے پوچھا کہ فلاں بات خنزیر کے بارے میں کس طرح سے ہے؟ اس نے کہا کہ صاحب! یہ ہے اس وقت سے یہ کیفیت تھی کہ:

''جب وہ کمانے آتا اگر بیٹھے ہوئے ہوتے تھے تو اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے...

اس کو ہدایات بھیجتے تھے اس کی خدمت کرتے تھے...''

اور فرماتے تھے کہ:... ''فلاں مسئلے کی تحقیق مجھے اس بھنگی سے ہوئی وہ بمنزلہ استاد کے بن گیا عمر بھر اس کا ادب کیا...

ف:... اس قصے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص ایک حرف سکھا دے تو وہ استاد کا مقام حاصل کرلیتا ہے اور اس کی عزت کرنا ضروری ہوجاتا ہے... علم میں برکت وترقی استاد کا ادب واحترام کرنے سے ہی ہوتی ہے...

طالب علم کتنا ہی ذہین اور قابل ہو لیکن استاد کا ادب واحترام ملحوظ نہیں رکھتا تو اس سے علم کا فیضان جاری نہیں رہ سکتا... بے ادب محروم ماند از فضل رب... (خطبات حکیم الاسلام ج ۴ ص ۴۳)

ادب کی تعلیم

ایک بزرگ کا واقعہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ کسی چیز کی نسبت ان کی زبان سے یہ نکل گیا تھا کہ بہت لطیف ہے اس پر ان سے مواخذہ ہوا کہ او بے ادب لطیف ہمارا نام ہے دوسرے پر اس کو کیوں جاری کیا؟ مجھے خوب یاد ہے کہ جب سے یہ حکایت دیکھی تھی.... برسوں کسی چیز کو میں نے لطیف نہیں کہا...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو روزمرہ کے الفاظ میں بھی ادب کی تعلیم دی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ خبثت نفسی نہ کہو کیونکہ مسلمان کبھی خبیث نہیں ہوتا اور اپنے باندی غلام کو عبدی امتی نہ کہو بلکہ فتائی فتاتی کہو... غرض ادب بہت بڑی چیز ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

بے ادب را اندریں رہ بار نیست   جائے او بر دار شد دار نیست

(بے ادب کے لئے اس راہ میں کچھ حصہ نہیں اس کا مقام دار پر ہے نہ کہ دربار میں ہے) اور فرماتے ہیں ؎

ہر کہ گستاخی کند اندر طریق   باشد او در لجۂ حیرت غریق

(جو شخص راہ طریق میں گستاخی کرتا ہے حیرت کے گڑھے میں غریق رہتا ہے)

(خطبات حکیم الامت جلد۲)

سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ادب

حضرت حاجی صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک خاص خادم بیان کرتے تھے کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ جب لیٹتے تھے پاؤں نہ پھیلاتے تھے اول اول تو میں سمجھا کہ شاید کوئی اتفاقی بات ہوگی مگر جب مدتوں تک اسی طرح دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ ایسا قصداً کرتے ہیں میں نے پوچھا کہ حضرت اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ پاؤں نہیں پھیلاتے فرمایا ارے باؤلے اپنے محبوب کے سامنے کوئی پاؤں بھی پھیلایا کرتا ہے...

اور ایک دوسری حکایت ایسے ہی حیا اور ادب کی اور لیجئے وہی خادم کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت قدس سرہ کے واسطے ایک شخص نے سیاہ رنگ کا جوتہ بھیجا تو حضرت نے اس کو پہنا نہیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت لوگ تو آپ کے لیے اس واسطے بھیجتے ہیں کہ آپ اس کو استعمال فرمائیں...

فرمایا کہ اس کا رنگ سیاہ ہے اور جب سے مجھ کو خانہ کعبہ کا غلاف سیاہ معلوم ہوا ہے تب سے میں نے سیاہ رنگ کا جوتا نہیں پہنا اس لیے کہ خلاف ادب معلوم ہوتا ہے اور اسی طرح جب سے روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا غلاف سبز دیکھا ہے سبز رنگ کا جوتا نہیں پہنا... پس ان حضرات پر خوف اور حیا کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ مباحات تک کو ترک کر دیتے ہیں... (خطبات حکیم الامت ج۲۹)

عالمگیر رحمہ اللہ کا ادب

عالمگیر رحمہ اللہ کا ایک خاص خادم تھا جس کا نام محمد قلی تھا عالمگیر رحمہ اللہ نے ایک بار اس کو آواز دی اور کہا قلی... وہ فوراً لوٹا لیکر حاضر ہوا...

بادشاہ نے وضو کیا اس وقت ایک شخص حاضر تھا حیران ہوا کہ بادشاہ نے وضو کا پانی طلب نہ کیا تھا نہ یہ وقت وضو کرنے کا تھا تو نوکر کہاں سے سمجھ گیا کہ بادشاہ کو وضو کے لئے پانی کی ضرورت ہے...

آخر اس نے محمد قلی سے دریافت کیا کہ تو کیسے سمجھا کہ اس وقت بادشاہ کو وضو کی ضرورت ہے... اس نے کہا میرا نام محمد قلی ہے اور بادشاہ نے غایت تہذیب کی وجہ سے مجھ کو کبھی آدھے نام سے نہیں پکارا ہمیشہ پورا نام لیا کرتے ہیں... آج جب محمد کے لفظ کو انہوں نے ذکر نہیں فرمایا تو میں سمجھ گیا کہ بادشاہ اس وقت بے وضو ہیں اس واسطے لفظ محمد کو ادب کی وجہ سے ذکر نہیں کیا... سبحان اللہ! عالمگیر رحمہ اللہ کا ادب اور ملازم کا فہم دونوں عدیم النظیر ہیں... (ملفوظات حکیم الامت ج۲۶)

استاذ کی خدمت پر 3 مقبول دُعائیں

حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن مظاہری مدظلہ اپنی تالیف ''کاروان حیات''
میں تحریر فرماتے ہیں...

یہ تقسیم ہند سے بہت پہلے کی بات ہے جب میں مدرسہ مظاہر علوم میں داخل ہوا... اُسی دن سے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ) نے اپنی خدمت گزاری کے لیے مجھ کو قبول کرلیا تھا.... ہر روز صبح کمرے کی صفائی... ناشتے کا انتظام... برتن کی دُھلوائی...

وضو کا پانی وغیرہ میرے ذمے تھا... اس کے علاوہ ہر جمعہ پورے کمرے کی تفصیلی صفائی اور نماز جمعہ کے لیے جامع مسجد (سہارن پور) لانا لیجانا بھی میری خدمات میں شامل تھا... وہاں بعد نماز حضرت کا وعظ ہوا کرتا تھا...

یہ تو میری اپنی خدمات تھیں جو میں نے اپنے آپ تجویز کرلی تھیں... حضرت مولانا نے اپنی جانب سے ایک اور خدمت عنایت کی تھی وہ پیر دبانے کی خدمت تھی... بعد عشاء رات دیر گئے جب میں درسیات کی تکرار سے فارغ ہوتا.... اس وقت حضرت مولانا کا کمرہ جو ہمیشہ کھلا رہتا تھا... داخل ہوتا اور پیر دبایا کرتا... عموماً یہ خدمت رات کے بارہ بجے کے بعد ہی پیش آتی تھی... بحمد اللہ پانچ سال تک یہ خدمات انجام دی ہیں....

ایسے ہی ایک رات میں.... درسیات کی تکرار کے بعد کمرے میں داخل ہوا... اور پاؤں دبانے شروع ہی کئے تھے... کہ حضرت مولانا اُٹھ کر بیٹھ گئے...

عام طور پر ہر روز تو یہی معمول تھا کہ جونہی خدمت کیلئے حاضر ہوتا فوراً بیدار ہو جاتے... نام پوچھتے اور رُخصت کردیتے... بمشکل چند منٹ گزرتے ہونگے...

بس اتنی ہی خدمت تھی مجھے یاد نہیں کہ کبھی آدھا منٹ بھی پاؤں دبوائے ہوں... اگر کبھی ناغہ ہو جاتا تو دن میں شامت آجاتی ویسے یہ بھی یاد نہیں کہ دو ایک مرتبہ

کے سوا کبھی ناغہ کیا ہوگا...

بہر حال اس رات حضرت مولانا خلاف معمول اُٹھ کر بیٹھ گئے، فرمایا کون؟

میں نے کہا عبدالرحمٰن... فرمایا کیا وقت ہے؟ عرض کیا ڈیڑھ بج رہا ہے...

فرمایا تہجد کا وقت شروع ہو گیا، میں نے کہا جی ہاں... پھر فرمایا کیا تاریخ ہے؟

میں نے کہا ۱۰ ر ذی الحجہ اور کل دن کیا ہے؟

عرض کیا ''جمعہ'' تو نہایت بشاشت سے فرمایا...

اللہ اکبر! آج کی رات تین فضائل جمع ہو گئے ہیں؟ (بقر عید کی شب، جمعہ کی شب، تہجد کا وقت) آؤ تم کو تین دُعائیں دی جاتی ہیں... ان شاء اللہ

❶ دین کی خدمت کا غیر معمولی موقع ملے گا...

❷ دُنیا کی دولت بھی بہت ملے گی...... ❸ عمر بھی دراز ہوگی...

اس کے بعد فرمایا ایک اور دُعا ہے وہ یہ کہ ان شاء اللہ خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا...

یہ کہہ کر آپ لیٹ گئے، فرمایا اچھا جاؤ آرام کرو... میں اُٹھ آیا، نیند کہاں آتی... خوشیوں اور مسرتوں سے دل اُڑ رہا تھا... انہی جذبات میں صبح ہو گئی... اللہ کے نیک بندوں کی دُعائیں کب ضائع ہوئی ہیں..... جو یہ ضائع ہوتیں؟ .....تحدیث بالنعمۃ کے طور پر لکھنے کی جرأت کر رہا ہوں... پہلی تین دُعائیں .....آج ۱۹۹۲ء مطابق ۱۴۱۲ھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں .....اور چوتھی دُعا سے ان شاء اللہ محروم نہ رہوں گا... ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید''

''فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ''

مذکورہ دُعاؤں کی صداقت جہاں ایک حقیقت ہے... وہاں یہ ایک واقعہ بھی ہے... بزرگان دین کی زندگیوں میں ایسے بکثرت واقعات ملتے ہیں... جہاں انہوں نے اپنے شاگردوں... عقیدت مندوں... خادموں کو خصوصی دُعاؤں سے نوازا ہے...

یہی وجہ ہے... کہ ہر دور میں اہل علم کی ایک بڑی تعداد نے بزرگانِ دین... (اہل اللہ)

سے دائمی وابستگی قائم رکھی ہے... اور ''جوئندہ یابندہ''

جن کو بھی جو کچھ ملا وہ اسی نظر کرم کا فیض تھا... اکبر الٰہ آبادی کی زبان سے کس خوبصورتی کے ساتھ یہ حقیقت جاری ہوئی:...

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جن سے بزرگانِ دین کے ان واقعات کو تائید و تقویت ملتی ہے... اہل اللہ کی ذوات سے ان جیسے واقعات کا جاری ہونا اسلامی زبان میں کرامت کہلاتا ہے اور کرامت ایک مسلمہ حقیقت ہے جس کا انکار کرنا یا مذاق اُڑانا جہالت کی علامت ہے... (کاروان حیات)

خدمت استاد کی برکات

حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ سنایا کرتے تھے:... ایک طالب علم بڑا ذکی تھا... اسے اپنے علم و ذہانت پر بڑا ناز تھا اس کا ایک کلاس فیلو (ہم درس ساتھی) تھا جو کہ بڑا کمزور تھا... لیکن اپنے اساتذہ کی خدمت میں پیش پیش رہتا تھا... استاد کے استنجاء کیلئے مٹی کے چھوٹے چھوٹے ڈھیلے اور پانی کا لوٹا لیکر آتا تھا... ایک دفعہ اس ذکی نے (جس کو اپنی ذہانت پر بڑا ناز تھا) اس خدمت گزار غبی و کمزور سے حقارت آمیز لہجے میں کہا... چل بے چل... تو تو کمزور سا ہے تو کیا کرے گا؟

اس کی یہ بات استاد نے سن لی... اس وقت کے استاد بھی پہنچے ہوئے استاد ہوا کرتے تھے... یہ سن کے انہیں جوش آیا... اس ذکی لڑکے کو بلایا اور کہا تیرا کیا خیال ہے یہ جو میرے لئے لوٹے بھرتا ہے میرے استنجاء کیلئے ڈھیلے بنا کے لاتا ہے... یہ سب کچھ یوں ہی چلا جائے گا؟

بس استاد نے اتنی سی بات کہی... حضرت مولانا جالندھری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا نے دیکھ لیا کہ ناز و گھمنڈ کرنے والا آگے مدرس نہ بن سکا کسی کو پڑھا نہ سکا...

ڈھیلے بنا کے لانے والے اور استاد کی خدمت میں پیش پیش رہنے والے کمزور کند ذہن کے پاس سینکڑوں شاگرد بیٹھے تھے... یہ استاد کے احترام وخدمت کی برکت ہے...(ماہنامہ الخیر)

علم دین کا ادب واحترام

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور ان کے متعدد خلفاء کرام کی با برکت صحبت کا شرف حاصل کرنے والے حضرت نواب عشرت علی خان قیصر رحمہ اللہ کے ایمان افروز حالات میں یہ واقعہ دین اور علم دین کے ادب واحترام کی اہمیت وتوقیر کو اجاگر کرتا ہے...

فرماتے ہیں کہ آج میں مکان سے باہر نکلا تو ایک طالب علم کھڑے نظر آئے... میں نے پوچھا آپ کیسے کھڑے ہیں؟ کہنے لگے حضرت کی زیارت کیلئے حاضر ہوا تھا... میں نے پوچھا پھر آپ نے گھنٹی نہیں بجائی؟ کہنے لگے بجائی تھی مگر چوکیدار نے آکر دیکھا اور واپس چلا گیا... میں طالب علم کو اندر لے گیا... چوکیدار کو بلایا' طالب علم سے کہا اپنے جوتے اتار کر مجھے دو میں نے طالب علم کے جوتے لئے اور اپنے سر پر رکھ لئے... چوکیدار سے کہا اگر کوئی عز وجاہ والا' کوئی سوٹڈ بوٹڈ ملنے آتا تو تم بھاگے بھاگے فوراً میرے پاس آتے اور اطلاع دیتے فلاں صاحب ملنے آئے ہیں... تم نے طالب علم کو قابل توجہ نہ سمجھا... میں طالب علم کے جوتے اپنے سر پر رکھ کر تمہیں یہ سبق دے رہا ہوں کہ طلبا علوم دینیہ کی کیا عظمت ہوتی ہے...(ماہنامہ محاسن اسلام)

اکابر کے باہمی ادب کا عجیب واقعہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ میں اونچا مقام رکھتے ہیں .... ان کے زمانے میں ایک بڑے عالم اور فقیہ مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے .... حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت ''صوفی'' کے مشہور تھے اور یہ بڑے عالم ''مفتی اور فقیہ'' کی حیثیت سے مشہور تھے .... اور حضرت

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ''سماع'' کو جائز کہتے تھے..... بہت سے صوفیاء کے یہاں سماع کا رواج تھا.... ''سماع'' کا مطلب ہے کہ موسیقی کے آلات کے بغیر حمد ونعت وغیرہ کے عمدہ مضامین کے اشعار ترنم سے یا بغیر ترنم کے محض خوش آواز سے کسی کا پڑھنا اور دوسروں کا اسے خوش عقیدگی اور محبت سے سننا بعض صوفیاء اس کی اجازت دیتے تھے اور بہت سے فقہاء اور مفتی حضرات اس سماع کو بھی جائز نہیں کہتے تھے بلکہ ''بدعت'' قرار دیتے تھے .... چنانچہ ان کے زمانے کے مولانا حکیم الدین ضیاء صاحب نے بھی ''سماع'' کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا تھا اور حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ''سماع'' سنتے تھے....

جب مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ان کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے ....اور یہ اطلاع کرائی کہ جا کر حکیم ضیاء الدین صاحب سے عرض کیا جائے کہ نظام الدین مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا ہے....اندر سے حکیم ضیاء الدین صاحب نے جواب بھجوایا کہ ان کو باہر روک دیں میں مرنے کے وقت کسی بدعتی کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا....خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے جواب بھجوایا کہ ان سے عرض کردو کہ بدعتی.... بدعت سے توبہ کر کے حاضر ہوا ہے....اسی وقت مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پگڑی بھیجی کہ اسے بچھا کر خواجہ صاحب اس کے اوپر قدم رکھتے ہوئے آئیں اور جوتے سے قدم رکھیں .... ننگے پاؤں نہ آئیں ....خواجہ صاحب نے پگڑی کو اٹھا کر سر پر رکھی کہ یہ میرے لئے دستار فضیلت ہے ....اسی شان سے اندر تشریف لے گئے....آ کر مصافحہ کیا اور بیٹھ گئے اور حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوئے ....پھر خواجہ صاحب کی موجودگی میں حکیم ضیاء الدین کی وفات کا وقت آ گیا....خواجہ صاحب نے فرمایا کہ الحمدللہ ....حکیم ضیاء الدین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا ہے کہ ترقی مدارج کے ساتھ ان کا انتقال ہوا......آپ نے دیکھا کہ ابھی

تھوڑی دیر پہلے یہ حالت تھی کہ صورت دیکھنا گوارہ نہیں تھی.... لیکن تھوڑی دیر کے بعد یہ فرمایا کہ میری پگڑی پر پاؤں رکھ کر اندر تشریف لائیں.... (اصلاحی خطبات ج۸)

اتباع سنت میں کمال ادب

ایک مرتبہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی آج سے سنت کے موافق جو کی روٹی کھایا کریں گے... چنانچہ جو کا آٹا پسوایا گیا اور اس کو چھلنی میں نہیں چھانا گیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آٹے میں پھونک مار دیا کرتے تھے، جتنی بھوسی پھونک مارنے سے اڑ گئی وہ اڑ گئی' باقی کو گوندھ لیتے تھے... خواجہ صاحب نے بھی ایسا ہی کیا' اب جو وہ روٹی کھائی گئی تو سب کے پیٹ میں درد ہو گیا...

اب ان کا ادب دیکھئے کہ یہ نہیں فرمایا کہ سنت کے اتباع سے ایسا ہوا بلکہ یہ فرمایا بھائی ہماری غلطی تھی جو ہم نے برابری کا دعویٰ کیا اور اپنے کو اس سنت کے قابل سمجھا' ہم اس کے قابل نہ تھے اس لیے ہم کو تکلیف ہوگئی... بس اس سنت پر وہی عمل کر سکتا ہے جو اس درجہ کا ہو' ہم اس درجہ کے نہیں ہیں... سبحان اللہ! ادب اسے کہتے ہیں...

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ آپ زمین پر سویا کرتے تھے... اب آج کل طبائع ایسی ہیں کہ وہ زمین پر نہیں سو سکتے... نیز بعض لوگ ایسے ہیں جو زیتون کا تیل اور چربی نہیں کھا سکتے... اس سے ان کو تکلیف ہوتی ہے تو ان سنتوں کا اتباع ضروری نہیں کیونکہ یہ سنن عادیہ ہیں اور عادات میں ہر شخص کو اپنے مزاج کی رعایت کا شرعاً اختیار ہے... اسی طرح ملازمت اور کھیتی کر کے دنیا طلب کرنا حرام نہیں... چنانچہ آیت میں "بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا" (الاعلیٰ:۱۶) (مگر اے منکرو تم آخرت کا سامان نہیں کرتے بلکہ) تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو... فرمانا اور بل تطلبون وغیرہ نہ فرمانا اس کی دلیل ہے اس کے علاوہ احادیث و افعال صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ان اعمال کا جواز بخوبی ثابت ہے... (خطبات حکیم الامت ج اول)

باادب بچہ

احمد ایک یتیم چھوٹا بچہ تھا... تیسری جماعت میں پڑھ رہا تھا... بڑا ذہین تھا اور باادب تھا... سالانہ امتحان کے موقع پر سکول میں ایک رنگارنگ تقریب منعقد ہونے والی تھی... احمد کی آواز بڑی پیاری تھی... اسلامیات کے ٹیچر نے مسدس حالی کی ایک نظم اسے یاد کروائی تھی... تقریب شروع ہوگئی... ڈویژنل آفیسر مہمان خصوصی تھے... احمد نے اسے یوں پڑھا! وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے...... مرادیں غریبوں کی بھرلانے والے، ڈویژنل آفیسر نے ہیڈ ماسٹر کو سخت انداز میں تنبیہ کی کہ تمہاری کلاس کے بچے نے نعت کا مزہ ہی اُڑا دیا... نعت یوں ہے:...... وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا... چند دن کے بعد نئی کلاسیں شروع ہوگئیں... اب احمد چوتھی جماعت میں چڑھ گیا... اسلامیات کے اُستاد نے پہلے دن کلاس کو مصروف رکھا... چوں کہ پڑھائی باقاعدہ شروع نہیں ہوئی تھی... انہوں نے احمد سے پوچھا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بتلادیں... احمد خاموش ہوگیا... ماسٹر تو پہلے سے اُس پر ناراض تھا کہ اُس نے اُس دن نعت بھی صحیح نہیں پڑھی تھی، احمد نے کوئی جواب نہ دیا، ماسٹر نے اُس کو سزا دی... اب احمد رونا شروع ہوگیا... لڑکے بھی حیران ہیں کہ احمد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک کیوں نہیں بتلا رہا ہے وہ تو بڑا شریف لڑکا ہے، نماز کے لیے وقفہ دیا گیا، جب دوبارہ پیریڈ شروع ہوگیا تو ماسٹر لاٹھی کو لہراتا ہوا کلاس میں گھس آیا اور گرج دار آواز میں پوچھا! کہ احمد تو میرے ساتھ ضد کررہا ہے، بتاؤ کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا نام تھا؟ اُس نے کہا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر احمد رو پڑا... ماسٹر نے کہا کہ پہلے تم نے کیوں نہیں بتلایا؟

اب احمد کا جواب سنیں! اور اُس کے ادب کو داد دیں... کہا کہ میرے ابو کا انتقال ہوچکا ہے... اُنہوں نے انتقال کے وقت مجھے خصوصی طور پر یہ نصیحت فرمائی تھی کہ بیٹے

دو باتوں کا ہمیشہ خیال رکھا کریں... ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہمیشہ ادب سے لیں اور دوسرا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہمیشہ باوضولیا کریں تو چونکہ پہلے پیریڈ میں میرا وضو نہیں تھا، تو آپ اگر مجھے جان سے مار دیتے تو پھر بھی میں آپ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کبھی نہیں بتلاتا...

اور تقریب والی جو بات تھی وہ بھی اس طرح کہ وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے...... مرادیں غریبوں کی بھر لانے والے الفاظ زیادہ باادب ہیں... اس لیے میں نے اس طرح پڑھا تھا کہ مجھے ابو کی نصیحت تھی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ادب کے ساتھ لیا کریں... احمد کی یہ باتیں سن کر اسلامیات کا اُستاد بھی رو پڑا کہ میں نے آپ کو ناحق سزا دی... احمد مجھے خدا کے لیے معاف کر دیں... (علمی جواہر پارے)

فائدہ: باادب بانصیب... کراچی میں خلیفہ غلام رسول گزرے ہیں... ایک دفعہ فرمایا الحمدللہ کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کبھی بھی بغیر وضو نہیں کیا ہے... حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی مجلس میں ایسے ادب کے ساتھ بیٹھتے تھے "کان رؤسھم الطیور" گویا کہ ان کے سروں کے اوپر پرندے بیٹھے ہیں... خیبر میں ایک یہودیہ عورت نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا دیا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ چونکہ اس کھانے میں زہر ہے تو ہاتھ اُٹھائیں... حضرت بشر رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر کے بعد فوت ہو گئے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے اس بوٹی کو جو منہ میں تھی نکال کر کیوں نہیں پھینکا؟ اِس کو کیوں نگل گئے؟ فرمایا حضرت آپ کے سامنے کس طرح اس بوٹی کو منہ سے نکال لیتا... میرے لیے مرنا آسان ہے لیکن آپ کی مجلس کی بے حرمتی میرے لیے بھاری تھی...

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید بایزید ایں جا

(درنایاب)

رزق کے ادب کا عجیب واقعہ

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں... حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو اپنے ملنے والوں میں حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے نام سے معروف تھے... دارالعلوم دیوبند کے ان اساتذہ میں سے تھے جو شہرت اور نام و نمود سے ہمیشہ کوسوں دور رہے' عمر بھر اسلامی علوم کی تدریس کی خدمت انجام دی اور ہزار ہا طلبہ کو اپنے علم و فضل سے سیراب کیا... آج برصغیر ہند و پاک کے نامور علماء دیو بند میں شاید کوئی نہ ہو جو ان کا بالواسطہ یا بلا واسطہ شاگرد نہ ہو... انہوں نے متعدد چھوٹی بڑی تصانیف بھی چھوڑی ہیں... موضوعات بھی اچھوتے اور زبان بھی اتنی شگفتہ کہ آج سے سو سال پہلے کی تحریروں میں ایسی شگفتگی کم ملتی ہے...

ایک مرتبہ میرے والد ماجد رحمہ اللہ ان کے گھر ملاقات کے لیے گئے ہوئے تھے' کھانے کا وقت آ گیا تو بیٹھک میں دسترخوان بچھا کر کھانا کھایا گیا' کھانے سے فارغ ہونے پر والد صاحب رحمہ اللہ دسترخوان سمیٹنے لگے' تاکہ اسے کہیں جھٹک آئیں' حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے پوچھا: "یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" والد صاحب رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ "حضرت دسترخوان سمیٹ رہا ہوں تاکہ اسے کسی مناسب جگہ پر جھٹک دوں" میاں صاحب رحمہ اللہ بولے "کیا آپ کو دسترخوان سمیٹنا آتا ہے؟" والد صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ "کیا دسترخوان سمیٹنا بھی کوئی فن ہے جسے سیکھنے کی ضرورت ہو؟" میاں صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا: "جی جہاں یہ بھی ایک فن ہے اور اسی لیے میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو یہ کام آتا ہے یا نہیں؟" والد صاحبؒ نے درخواست کی کہ "حضرت! پھر تو یہ فن ہمیں بھی سکھا دیجئے..." میاں صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آیئے میں آپ کو یہ فن سکھاؤں یہ کہہ کر انہوں نے دسترخوان پر بچی ہوئی بوٹیاں الگ کیں' ہڈیوں کو الگ جمع کیا' روٹی کے جو بڑے بڑے ٹکڑے بچ گئے تھے' انہیں الگ رکھا پھر روٹی کے چھوٹے

چھوٹے ٹکڑے جو برادے کی سی شکل میں پڑے رہ گئے تھے انہیں چن چن کر الگ اکٹھا کرلیا' پھر فرمایا کہ ''میں نے ان میں سے ہر چیز کی الگ جگہ مقرر کی ہوئی ہے' یہ بوٹیاں میں فلاں جگہ اٹھا کر رکھتا ہوں' وہاں روزانہ ایک بلی آتی ہے' اور یہ بوٹیاں کھا لیتی ہے ' ان ہڈیوں کی الگ جگہ مقرر ہے' کتے کو وہ جگہ معلوم ہے اور وہ وہاں سے آ کر یہ ہڈیاں اٹھا لیتا ہے اور روٹی کے یہ بڑے ٹکڑے میں فلاں جگہ رکھتا ہوں وہاں پرندے آتے ہیں اور یہ ٹکڑے ان کے کام آ جاتے ہیں' اور یہ جو روٹی کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں' یہ میں چیونٹیوں کے کسی بل کے پاس رکھ دیتا ہوں اور یہ ان کی غذا بن جاتی ہے''...

پھر فرمایا کہ: ''یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کا رزق ہیں' ان کا کوئی حصہ اپنے مکان کی حد تک ضائع نہیں ہونا چاہیے'' یہ تھا ایک حقیقی اسلامی معاشرے کا وہ مزاج و مذاق جو قرآن وسنت کے دلکش رنگ میں ڈھلا ہوا تھا... چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے حساب رزق عطا فرمایا ہوا ہے اس لیے اس کے چھوٹے چھوٹے اور تھوڑے تھوڑے حصوں کی ہمیں نہ صرف یہ کہ قدر نہیں ہوتی' بلکہ بسا اوقات ہم اس کی بے حرمتی تک پر آمادہ ہو جاتے ہیں لیکن اگر کسی وقت خدانخواستہ اسی روز کی قلت پیدا ہو جائے تو پتہ چلے کہ ایک ایک ذرے کی کیا قدر و قیمت ہے؟

ہماری حالت

کہنے کو سبھی یہ کہتے ہیں کہ رزق کو ضائع نہیں کرنا چاہیے' اس کی قدر کرنی چاہیے' لیکن ہماری آج کی زندگی میں یہ بات محض ایک نظریہ ہو کر رہ گئی ہے جس کا عمل کی دنیا میں کوئی نشان نظر نہیں آتا... ہمارے گھروں میں دعوتوں کے مواقع پر اور ہوٹلوں میں جتنا رزق روزانہ ضائع ہوتا ہے' اگر اس کا مجموعی اندازہ لگایا جائے تو یقیناً وہ سینکڑوں خاندانوں کا پیٹ بھرنے کے لیے کافی ہو سکتا ہے' لیکن حالت یہ ہے کہ جس ماحول میں نہ جانے کتنے گھرانے معمولی غذا کو ترس رہے ہوتے ہیں وہاں منوں کے حساب سے اعلیٰ ترین غذائیں کوڑے کرکٹ میں پڑی نظر آتی ہیں...

مجھے یاد ہے کہ جب میں پہلی بار ایک سرکاری عشائیے میں شریک ہوا تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ ڈرائیوروں کے لیے کھانے کا انتظام ہوگا یا نہیں؟ چنانچہ میں نے بر بنائے احتیاط اپنے ڈرائیور کو کھانے کے پیسے دے کر یہ کہہ دیا تھا کہ اگر یہاں کھانے کا انتظام نہ ہو تو وہ کسی ہوٹل میں کھانا کھالے... جب میں اندر پہنچا تو میری میز پر ایک اعلیٰ سرکاری افسر میرے ہم نشین تھے اور وہ ملک کے غریبوں کی حالت زار پر بڑا پُردرد لیکچر دے رہے تھے' اس لیکچر میں عوام کی غربت وافلاس پر رنج وغم کا اظہار بھی تھا... اپنے معاشی نظام کی برائیاں بھی تھیں' سوشلسٹ ممالک کی تعریف بھی تھی اور اپنے ملک کے سرمایہ داروں' جاگیرداروں اور سوشلزم کے مخالف عناصر پر تنقید بھی تھی' جب ان کی گفتگو کا یہ موضوع ختم ہوگیا' اور کھانا شروع ہونے پر مختلف باتیں شروع ہوگئیں تو میں نے انہی صاحب سے عرض کیا کہ

''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ڈرائیوروں کے لیے کھانے کا کوئی انتظام نہیں ہے'' کہنے لگے ''جی ہاں! اس سطح کی دعوتوں میں عموماً یہ انتظام نہیں ہوتا'' میں نے عرض کیا ''مجھے تو یہ بات بہت بری لگتی ہے کہ ہم یہاں کھانا کھا رہے ہوں' اور ہمارے ڈرائیور باہر بھوکے کھڑے ہوں... اس پر انہوں نے خاصی بے پروائی سے جواب دیا کہ: ''جی ہاں یہ بات ہے تو تکلیف دہ مگر اتنے سارے ڈرائیوروں کا انتظام بھی تو مشکل ہے اور یہ لوگ اس بات کے عادی ہیں وہ بعد میں گھر جاکر کھانا کھالیتے ہیں...''

اسی دعوت کے انتظام پر میں نے پلیٹوں اور ڈونوں میں بچے ہوئے کھانے کا اندازہ لگایا تو میرا غالب گمان یہ تھا کہ اس میں تھوڑا سا اضافہ کرکے وہ کھانا تمام ڈرائیوروں کے لیے کافی ہوسکتا تھا' کھانے کے بعد عشائیہ میں تقریروں کا بھی سلسلہ تھا اور وہ اتنا دراز ہوا کہ ہم گیارہ بجے کے بعد وہاں سے روانہ ہوسکے... راستے میں' میں نے اپنے ڈرائیور سے پوچھا کہ تمہارے کھانے کا کیا ہوا؟ اس نے بتایا کہ میں نے اور میرے

بعض ساتھیوں نے ایک قریب کے ہوٹل سے کھانا کھالیا تھا' پھر وہ خود ہی کہنے لگا کہ البتہ بعض ڈرائیوروں کے پاس کھانے کے پیسے بھی نہیں تھے وہ ابھی تک بھوکے ہیں... مثال کے طور پر اس نے کئی ڈرائیوروں کا ذکر کیا اور کہنے لگا کہ ''وہ اب اپنے صاحب کو گھر پہنچا کر بس میں اپنے گھر جائیں گے اور بارہ ایک بجے گھر پہنچ کر کھانا کھائیں گے...''

ایک طرف تو اپنے متعلقین اور ملازمین کے ساتھ (جو درحقیقت گھر ہی کے ایک فرد بن جاتے ہیں) ہماری بے حسی کا عالم یہ ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے رزق کی ناقدری اور اضاعت کا حال یہ ہے کہ سیروں کے حساب سے کھانا ہم اپنی پلیٹوں میں اس طرح بچا دیتے ہیں کہ وہ کسی دوسرے کے لیے قابل استعمال نہیں رہتا' اور کوڑے کے ڈھیر میں تبدیل ہو جاتا ہے...

بالخصوص ایسے بوفے دعوتوں میں جہاں کھانا ایک میز سے اٹھا کر خود لے جانا پڑتا ہے' عموماً لوگ ایک ہی دفعہ میں زیادہ سے زیادہ کھانا اٹھا کر محض اس لیے لے جاتے ہیں کہ تاکہ بوقت ضرورت دوبارہ کھانا لانا نہ پڑے لیکن اس ذراسی زحمت سے بچنے کے لیے کھانے کی ایک بڑی مقدار بالکل ضائع ہو جاتی ہے... ایک طرف حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا واقعے کا تصور کیجئے کہ انہیں انسانوں سے گزر کر کتے' بلیوں اور پرندوں اور چیونٹیں کی بھی فکر ہے اور دوسری طرف ہمارا حال یہ ہے کہ منوں اور سیروں کے حساب سے کھانا ضائع کر دینا گوارا ہے' مگر ڈرائیوروں اور ملازمین کے لیے کھانے کا انتظام کرنا گوارا نہیں...

بہ بیں تفاوت رہ' کجاست تا بہ کجا؟

کیا ہم تھوڑی سی احتیاط اور دھیان کو کام میں لاکر رزق کی اس بے حرمتی اور اضاعت سے بچنے کا اہتمام نہیں کر سکتے؟ اگر ہم ایسا کر لیں تو کیا بعید ہے کہ اس ذرا سی توجہ کی بدولت مخلوق خدا کے کچھ افراد کی بھوک مٹ جائے؟ اور ہم ایک سنگین و اجتماعی گناہ سے بچ جائیں...

ایک واقعہ ایک اصول

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی رحمہ اللہ نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا یہ واقعہ سنایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ بیمار ہوئے... اس دوران ایک صاحب نے آپ کو پینے کے لئے دودھ لا کر دیا... آپ نے وہ دودھ پیا اور تھوڑا سا بچ گیا... یہ بچا ہوا دودھ آپ نے سرہانے کی طرف رکھ دیا... اتنے میں آپ کی آنکھ لگ گئی... جب بیدار ہوئے تو ایک صاحب جو پاس کھڑے تھے ان سے پوچھا کہ ''بھائی تھوڑا سا دودھ بچ گیا تھا' وہ کہاں گیا؟'' تو ان صاحب نے کہا کہ ''حضرت وہ تو پھینک دیا... ایک گھونٹ ہی تھا''...

حضرت تھانوی رحمہ اللہ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ''تم نے اللہ کی اس نعمت کو پھینک دیا... تم نے بہت غلط کام کیا... اگر میں اس دودھ کو نہیں پی سکا تو تم خود پی لیتے... کسی اور کو پلا دیتے یا بلی کو پلا دیتے... یا طوطے کو پلا دیتے... اللہ کی کسی مخلوق کے کام آ جاتا' تم نے اس کو کیوں پھینکا؟'' پھر ایک اصول بیان فرما دیا کہ ''جن چیزوں کی زیادہ مقدار سے انسان اپنی عام زندگی میں فائدہ اٹھاتا ہے ان کی تھوڑی مقدار کی قدر اور تعظیم اس کے ذمہ واجب ہے''...

مثلاً کھانے کی بڑی مقدار کو انسان کھاتا ہے' اس سے اپنی بھوک مٹاتا ہے... اپنی ضرورت پوری کرتا ہے' لیکن اگر اسی کھانے کا تھوڑا حصہ بچ جائے تو اس کا احترام اور توقیر بھی اس کے ذمہ واجب ہے... اس کو ضائع کرنا جائز نہیں... یہ اصل (ضابطہ) بھی درحقیقت اسی حدیث سے ماخوذ ہے کہ اللہ کے رزق کی ناقدری مت کرو' اس کو کسی نہ کسی مصرف میں لے آؤ... (رسالہ رزق کا صحیح استعمال)

مدینہ منورہ و دیگر تبرکات کے ادب واحترام سے متعلق ہدایات مع اکابر کے واقعات

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ مدینہ منورہ سے واپسی پر حالت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جب مدینہ منورہ سے واپس جانے لگتے تو روتے ہوئے نکلتے کہ کہیں مدینہ مجھے میری گندگی کی وجہ سے نکال نہ رہا ہو کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ گندے آدمی کو اسی طرح نکال دیتا ہے جیسے بھٹی میل کو نکال دیتی ہے...(فیضان روضۃ النبیؐ)

امام مالک رحمہ اللہ کا ادب

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مجمع نے عرض کیا کہ حضرت! آپ جو احادیث سناتے ہیں تو مجمع ہزاروں کی تعداد میں دور دور تک بیٹھا ہوتا ہے...تو آپ کی آواز نہیں پہنچتی...تو آپ کی اجازت ہو تو ہم جس طرح مکبّر الصوت جو دور تک آواز پہنچاتا ہے وہ استعمال کرتے ہیں...اور کبھی نماز میں مکبّر متعین کیے جاتے ہیں تکبیر کے لیے تو آپ کی اجازت ہو تو آپ جو حدیث پڑھیں اس کو کوئی دوسرا آدمی زور سے پڑھ دیا کرے تا کہ دور تک آواز پہنچ سکے...

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے اس کو منظور نہیں...

فرمایا کہ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں....اور یہاں آواز کو بلند کرنے کی اجازت نہیں...(جمال محمدی اول ص ۶۹)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں تھے تو قضائے حاجت کیلئے شہر سے بہت دور نکل جاتے تھے ایک تو آپ کو یہ خیال رہتا تھا کہ جس جگہ تک رَوضۂ مُبارک نظر آتا رہتا تھا وہاں قضائے حاجت نہ کرتے تھے اور دوسرے آپ مسلسل اس اضطراب میں رہتے کہ ہوسکتا ہے اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں مُبارک لگا ہو...ہوسکتا ہے اس جگہ بھی لگا ہو اس طرح بہت دُور نکل جاتے...(فیضان روضۃ النبیؐ)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ادب

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے ایک ہفتہ وہیں حاضر رہے اور پھر واپسی کی تیاری کرلی شاگردوں نے اصرار کیا کہ حضرت ابھی اور قیام کریں تو آپ نے فرمایا میں جب سے یہاں حاضر ہوا مدینہ منورہ کی سرزمین پر ادب کی وجہ سے قضائے حاجت نہیں کی اور اب مجھ میں برداشت نہیں ہے لٰہذا چلو...(حوالہ بالا)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کا ارشاد

ایک صاحب حاضر خدمت ہوئے اور درخواست کی کہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا کوئی وظیفہ بتلادیں...آپ نے فرمایا کثرت سے دُرُود شریف پڑھا کرو...جب وہ صاحب چلے گئے تو ارشاد فرمایا: ان کے بڑے حوصلے ہیں کہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تمنا کرتے ہیں...ہمیں تو اگر خواب میں گنبد خضرا کی زیارت ہوجائے ہم تو اس کے بھی لائق نہیں...

الوداع: جب واپسی کا ارادہ ہو تو ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ مسجد نبوی میں دو رکعت نفل الوداعی پڑھے اور رَوضہ میں ہو تو بہتر ہے اس کے

بعد قبر اطہر پر الوداعی سلام کے لئے حاضر ہو...

صلوٰۃ وسلام کے بعد اپنی ضروریات کیلئے دُعائیں کرے اور حج وزیارت کے قبول کی دُعائیں کرے اور خیر و عافیت کے ساتھ وطن پہنچنے کی دُعاء کرے اور یہ دعاء کرے کہ یہ حاضری آخری نہ ہو... پھر بھی اس پاک دربار کی حاضری نصیب ہو... اور اس کی کوشش کرے کہ رخصت کے کچھ آنسو نکل آئیں کہ یہ قبولیت کی علامات میں سے ہے پھر رونا نہ آوے تب بھی رونے والوں کی سی صورت کے ساتھ حسرت ورنج وغم ساتھ لئے ہوئے واپس ہو اور چلتے وقت بھی کچھ صدقہ جو میسر ہو کرے اور سفر سے واپسی کے وقت جو دُعائیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں وہ پڑھتے ہوئے اور واپسی سفر کے آداب کی رعایت کرتے ہوئے واپس ہو۔

اُٹھ کے ثاقب گو چلا آیا ہوں انکی بزم سے دل کی تسکین کا مگر ساماں اسی محفل میں ہے

بعض بزرگوں سے یہ بھی سنا ہے کہ واپسی کے وقت الوداعی سلام نہ کرے یہ عرض کرے کہ میں اپنی مجبوریوں کی وجہ سے جدا ہو رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جب ہی موقع دیا جلد از جلد دوبارہ حاضری دوں گا... (حوالہ بالا)

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کا شوق مدینہ

مرض وفات میں مدینہ طیبہ کا ذکر سن کر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی اور بعض اوقات بلند آواز سے رونے لگتے... مولانا محمد صاحب انوری عمرہ کیلئے روانہ ہو رہے تھے حضرت سے رخصت ہونے کے لئے آئے... مدینہ طیبہ کا ذکر ہوا تو حضرت دھاڑیں مار مار کر روئے... مولانا محمد صاحب فرماتے ہیں کہ ''میں نے کبھی حضرت اقدس کو اس سے بلند آواز سے روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا...'' بابو عبدالعزیز صاحب آئے تو ان سے فرمایا کہ دیکھو یہ مدینہ جا رہے ہیں یہ کہہ کر حضرت کی چیخیں نکل گئیں... (حوالہ بالا)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا الوداعی شعر

جب مدینہ منورہ سے واپسی ہونے لگی تو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے گنبد خضریٰ پر آخری نظر ڈال کر جو اشعار پڑھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا ؎

ہزاروں بار تجھ پر اے مدینہ میں فدا ہوتا جو بس چلتا تو مر کر بھی نہ میں تجھ سے جدا ہوتا

ایک عاشق رسول کا عجیب وغریب واقعہ

حضرت مولانا وجیہ الدین صاحب رحمہ اللہ عالم ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے متعلقین سے تھے... آپ حج میں تشریف لے گئے مدینہ منورہ پہنچ کر جب ویزہ کی مدت ختم ہونے لگی تو انہوں نے متعلقہ دفتر میں جا کر ویزہ کی مدت بڑھانے کیلئے درخواست کی انہوں نے کہا اس کی وجہ بھی لکھ کر لائیں... کہ آپ کس غرض کیلئے مزید یہاں رہنا چاہتے ہیں... آپ نے اس وجہ والے خانے میں لکھ دیا ''للوفات'' یعنی یہاں فوت ہونے کیلئے ویزہ کی مدت بڑھوانا چاہتا ہوں... بہر حال دفتر والوں نے خانہ پری دیکھی اور پندرہ دن کیلئے ویزہ بڑھا دیا...

جب پندرہ دنوں میں سے دو ایک دن باقی تھے تو آپ رَوضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور درخواست کی... یا رسول اللہ! مدت ختم ہونے کو ہے... اب تو آپ مجھے اپنی طرف بلا لیں... بس پھر آپ اس مدت ختم ہونے سے پہلے ہی مدینہ منورہ میں جاں بحق ہو گئے... (سرمایہ عشاق)

دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ کے سامنے مدینہ منورہ میں کسی نے انگریزی میں فون کا نمبر بتایا تو آپ نے فوراً تنبیہ فرمائی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں ان کے دشمن کی زبان... سبحان اللہ کیا محبت رسول صلی

اللہ علیہ وسلم تھی جبکہ ایسا کرنا ناجائز بھی نہیں لیکن عشق ومحبت خود ہی ایسے آداب سکھا دیتا ہے... قیام مدینہ کے دوران آپ کو بھی ہر وقت اس کی فکر رہتی کہ کہیں یہاں سے خروج نہ کر دیا جائے... (سرمایہ عشاق)

مدینہ منورہ رہنے والوں کی بے ادبی کا انجام

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا جو کوئی بھی مدینہ منورہ کے رہنے والوں کے ساتھ مکر کرے گا وہ ایسا گھل جائے گا جیسا پانی میں نمک گھل جاتا ہے... (بخاری ومسلم)

ایک حدیث شریف میں ہے جس شخص نے مدینہ والوں سے فریب کیا وہ اس طرح گھل جائے جیسے نمک پانی میں... (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا برباد ہو جائے وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈراتا ہے... ان کے صاحبزادے نے پوچھا ابا جان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو وصال ہو چکا ہے...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی شخص کیسے ڈرا سکتا ہے؟

تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص مدینہ والوں کو ڈراتا ہے وہ اس چیز کو ڈراتا ہے جو میرے پہلو کے درمیان ہے... (یعنی میرے دل کو) (احمد)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اے اللہ! جو شخص مدینہ والوں پر ظلم کرے یا ان کو ڈرائے تو اس کو ڈرا اور اس پر اللہ کی لعنت...

فرشتوں کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت... نہ اس کی فرض عبادت مقبول... نہ نفل عبادت مقبول... (طبرانی)

اہم گزارش

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو لوگ زیارت کے واسطے وہاں حاضر ہوں وہ اس بات کا بہت زیادہ خیال اور اہتمام رکھیں کہ نہ وہاں لوگوں کو اذیت پہنچائیں نہ خرید وفروخت میں ان سے کسی قسم کی چال بازی اور مکر کریں یہاں رہتے ہوئے بھی وہاں کے رہنے والوں کے ساتھ کسی قسم کی دغا بازی کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے... اس کا بہت لحاظ رکھیں جو معاملہ ان کے ساتھ کریں وہ نہایت صفائی کا ہونا چاہئے کسی قسم کا دغا اور فریب ان لوگوں کے ساتھ کرنے سے بہت زیادہ احتراز کریں... (از فضائل حج)

حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ کو سلام کا جواب

حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک واقعہ کو بیان کرتا ہوں جس سے زیارت قبر شریف کے برکات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر شریف میں زندہ ہونا معلوم ہوگا... سید احمد رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ جب وہ مزار شریف پر حاضر ہوئے عرض کیا "السلام علیک یا جدی" (دادا صاحب السلام علیک) جواب ہوا "وعلیک السلام یا ولدی" (بیٹا! وعلیک السلام) اس پر ان کو وجد ہوا اور بے اختیار یہ اشعار زبان پر جاری ہوئے:

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها تقبل الارض عنی وھی نائبتی

فھذه دولة الاشباح قد حضرت فامد یمینک کی تحظی بھاشفتی

(یعنی دوری میں تو روح کو قدم بوسی کے لیے اپنا نائب بنا کر بھیجا کرتا تھا اب جسم کی باری آئی ہے اب تو ذرا ہاتھ بڑھا دیجئے تاکہ میں اس کو بوسہ دوں)

بس فوراً قبر شریف سے ایک منور ہاتھ جس کے روبرو آفتاب بھی ماند تھا باہر نکلا انہوں نے بے ساختہ دوڑ کر اس کا بوسہ لیا اور وہاں ہی گر گئے... ایک بزرگ سے جو کہ

اس واقعہ میں حاضر تھے کسی نے پوچھا کہ آپ کو اس وقت کچھ رشک ہوا تھا... فرمایا ہم تو کیا تھے اس وقت ملائکہ کو رشک تھا... تتمہ قصہ کا یہ ہے کہ جب آپ نے دیکھا کہ لوگ مجھ کو نظر قبول سے دیکھ رہے ہیں آپ اٹھ کر ایک دروازہ میں جا پڑے اور حاضرین کو قسم دے کر کہا کہ سب میرے اوپر سے گزریں... چنانچہ عوام تو گزرنے لگے اور اہل بصیرت دوسرے راستہ سے نکلے' سبحان اللہ کیا نوازش ہے...(خطبات حکیم الامت ج ۳۱)

کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریباً 90 ہزار کا مجمع مسجد نبوی شریف میں تھا... جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مُبارک کی زیارت کی جن میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے

ہمارے حضرت سیدی و مرشدی حاجی محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ) فرمایا کرتے تھے اسکے بعد حضرت رفاعی رحمہ اللہ مسجد نبوی کے دروازے کے سامنے لیٹ گئے اور لوگوں سے کہا مجھ پر پاؤں رکھ کر گزرو یہ عمل آپ نے یہ تواضع وانکساری کیلئے کیا... اس پر حضرت حاجی صاحب سے کسی نے پوچھا پاؤں رکھا؟ حضرت نے اپنے خاص انداز میں فرمایا وہ مر ہی نہ جاتا جو حضرت سید پر پاؤں رکھتا...(سرمایہ عشاق)

قیامِ مدینہ میں ادب کا لحاظ

قطب الارشاد حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب سکھروی رحمہ اللہ کو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا غلبہ تھا کہ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ہر وقت لرزاں وترساں رہتے کہ کہیں کسی بے ادبی کی وجہ سے قیام مدینہ سے محروم نہ کر دیا جاؤں... اکثر ان حضرات کے واقعات سناتے جو عرصہ دراز تک مدینہ منورہ رہے لیکن کسی بے ادبی کی وجہ سے انہیں وہاں جنت البقیع میں تدفین کا موقع نہ مل سکا... جیسا کہ اب بھی مشاہدہ ہے کہ اہل عرب کی برائی کرنے پر کئی حضرات کا مستقل وہاں سے خروج کر دیا گیا...

حضرت کے ایام علالت میں جبکہ دل تقریباً 70 فیصد کام کرنا چھوڑ چکا تھا اس

حالت میں بھی جبکہ چلنا پھرنا دشوار تھا وھیل چیئر پر مسجد نبوی میں حاضر ہوتے لیکن حرم نبوی میں پیدل چلتے اور رَوضۃُ الجنۃ کے سامنے گھنٹوں دُرُود شریف اور مختلف دعاؤں میں مشغول رہتے... محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتباع سنت کا ہر قدم پر اہتمام فرماتے... آپ کے ادب واحترام کا نقد ثمرہ یہ دیکھا گیا کہ وفات سے پہلے اور بعد میں کئی مبشرات سے نوازے گئے جو یقیناً آپ کے حسن خاتمہ کی علامت ہیں... (فیضان روضۃ النبیؐ)

مجلس نبوی کیلئے قرآنی احکام وآداب

قرآن کریم میں سورہ حجرات کی ابتدائی آیت میں سب سے پہلا حکم جو مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا وہ یہ تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اپنی رائے مت چلاؤ اور کسی قول یا فعل میں اللہ اور رسول کی اجازت سے پہلے سبقت مت کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وہ تمہاری ساری باتیں سنتا اور تمہاری ساری حالتیں جانتا ہے اگلی آیات میں یہ حکم اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اپنی آوازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کیا کرو...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نہ شور وشغب کیا جائے اور نہ چیخ کر بات کی جائے اور جیسے آپس میں بے تکلفی سے بات چیت کرتے ہو اس طرح آپ سے بات چیت نہ کی جائے... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرنا خلاف ادب ہے... آپ سے خطاب کرو تو نرم آواز سے تعظیم واحترام کے لہجہ میں ادب وشائستگی کے ساتھ... آپ سے گفتگو کرتے وقت پوری احتیاط رکھنی چاہئے ایسا نہ ہو کہ تمہارا اونچا بولنا آپ کو ناگوار خاطر ہو اور آپ کو تکدر واذیت پیش آئے اگر ایسا ہوا تو تم کہیں کے نہ رہو گے اور تمہارا سارا کیا کرایا اکارت ہو جائے گا...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناخوشی کے بعد مسلمان کا ٹھکانہ کہاں... تو بلند آوازی اور بے تکلفی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے سے منع فرمایا گیا اور یہ اس لئے کہ

کہیں کسی وقت یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور ایذا کا باعث نہ ہو جائے... اور آپ کو ایذا دہی موجب حبط عمل ہے تو ایسا کرنے سے خدشہ ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ تمام اعمال حبط کرلے اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے علاوہ مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے یوں بھی زبان سے بات نکالنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے...

چنانچہ ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک شخص اللہ کی رضا مندی کا کوئی کلمہ ایسا کہہ گزرتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کلمہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ کو وہ اتنا پسند آتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ جنتی ہو جاتا ہے... اسی طرح کوئی انسان خدا کی ناراضگی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن خدا تعالیٰ اسے اس کلمہ کی وجہ سے جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں پہنچا دیتا ہے... (العیاذ باللہ تعالیٰ)

تو سورہ حجرات کی ابتدائی آیات میں اللہ رب العزت نے جو آداب نبوت تعلیم فرمائے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان آداب کی درجہ کمال میں تعمیل فرمائی...

صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا ادب کرتے تھے کہ دیکھنے والے ششدر رہ جاتے تھے... سامنے مجلس نبوی میں بیٹھتے تو معلوم ہوتا کہ ان کے سروں پر پرندہ بیٹھے ہیں... حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو خاموشی چھا جاتی... حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو محبت اور ادب میں صحابہ وضو کا پانی اپنے ہاتھوں میں لے لیتے اور اپنے چہرہ اور بدنوں پر مل لیتے...

جب سورہ حجرات کی ابتدائی آیات نازل ہوئی ہیں تو جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آواز قدرۃً بلند تھی وہ بہت گھبرائے اور پریشان خاطر ہوئے کہ کہیں بلند آوازی سے گفتگو کرنے پر اعمال حبط ہو جانے کی وعید کے مرتکب نہ ہو جائیں...

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! قسم ہے کہ اب مرتے دم تک آپ سے اس طرح بولوں گا جیسا کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہو اور حضرت عمر رضی

اللہ عنہ اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا...

تفسیر ابن جریر میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ راستہ ہی میں بیٹھ گئے اور رونے لگے... حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ جب وہاں سے گزرے اور انہیں روتے دیکھا تو سبب دریافت کیا... جواب ملا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ آیت لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ میرے ہی بارے میں نازل نہ ہوئی ہو... میری آواز بلند ہے...

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ یہ سن کر چلے گئے اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے... گھر گئے اور اپنی بیوی صاحبہ سے کہا کہ میں اپنے گھوڑے کے طویلہ میں جا رہا ہوں تم اس کا دروازہ باہر سے بند کر کے لوہے کی کیل سے اسے جڑ دو... خدا کی قسم! میں اس میں سے نہ نکلوں گا... یہاں تک کہ یا تو مر جاؤں یا اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مجھ سے رضامند کر دے...

یہاں تو یہ ہوا وہاں جب دربار رسالت میں حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ حالت بیان کی تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تم جاؤ اور ثابت کو میرے پاس بلا لاؤ...

لیکن حضرت عاصم اس جگہ آئے جہاں حضرت ثابت بیٹھے رو رہے تھے تو ان کو نہ پایا مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ وہ گھوڑے کے طویلے میں ہیں... یہاں آ کر کہا کہ ثابت چلو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرما رہے ہیں... حضرت ثابت نے کہا کہ بہت اچھا... کیل نکال ڈالو اور دروازہ کھول دو...

پھر باہر نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے رونے کی وجہ پوچھی جس کا سچا جواب حضرت ثابت نے عرض کیا... آپ نے سن کر فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ تم قابل تعریف زندگی جیو اور شہید ہو کر مرو اور جنت

میں جاؤ... اس پر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا سارا رنج کافور ہو گیا اور خوش ہو گئے اور فرمانے لگے یارسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی اور آپ کی اس بشارت پر بہت خوش ہوں اور اب آئندہ کبھی بھی اپنی آواز آپ کی آواز سے اونچی نہ کروں گا... رضی اللہ تعالیٰ عنہ...

اور صحیح بخاری میں یہ روایت اس طرح ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کئی دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نظر نہ آئے اور ایک روایت (مسند احمد) میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تھا کہ ثابت کہاں ہیں نظر نہیں آتے... ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ان کی بابت معلوم کر کے بتلاؤں گا... وہ حضرت ثابت کے مکان پر آئے...

دیکھا کہ وہ سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں پوچھا کیا حال ہے جواب ملا کہ برا حال ہے... میں تو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کرتا تھا... میرے اعمال برباد ہو گئے اور میں تو جہنمی ہو گیا... یہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے اور سارا واقعہ آپ سے کہہ سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ایک زبردست بشارت لے کر دوبارہ حضرت ثابت کے ہاں گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جاؤ اور ان سے کہو کہ تم جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہو...

ایک روایت میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کے بعد ہم انہیں زندہ چلتے پھرتے دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اہل جنت ہیں... یمامہ کی جنگ میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے... مقصود ان روایات کے سنانے سے یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا سی بھی ناراضگی برداشت نہ کر سکتے تھے پھر جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مُبارک میں آپ کے سامنے یا آپ کی مجلس میں بلند آواز سے بولنا ممنوع تھا... (درس قرآن تفسیر سورہ حجرات)

کمال ادب کا واقعہ

شیخ نجیب الدین متوکل رحمہ اللہ کے دو لڑکے تھے... ایک کا نام ''محمد'' اور دوسرے کا نام ''احمد''... شیخ نجیب الدین اگر ان پر خفا ہوتے تو فرماتے ''اے خواجہ محمد! تم نے ایسا کیا''...

''اے خواجہ احمد! یہ کام تمہارے لائق نہ تھا'' گویا کہ آپ کو کیسا ہی سخت غصہ ہوتا.... لیکن ہر حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا ادب ملحوظ رکھتے... سچ فرمایا ہے... شاعر قمر انجم صاحب نے

زباں کو پاک جب تک کر نہ لیں اشک محبت سے
نبی کا نام لب پہ اہل دل لایا نہیں کرتے

(فیضان روضۃ النبیؐ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات سے متعلق

خطبات حکیم الامت سے منتخب اہم ہدایات

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں..تبرکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک تو وہی زیادتی ہو رہی ہے جو اور بدعات میں ہے کہ اس کو لوگوں نے عید بنا رکھا ہے...اس باب میں اکثر لوگ یہاں تک کہ بعض طلباء بھی شک میں ہیں یوں سمجھتے ہیں کہ اس میں کیا حرج ہے جبہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت باعث برکت ہے...اگر کوئی صرف زیارت کی نیت سے جائے تو مضائقہ نہیں معلوم ہوتا...

مجھ سے ایک طالب علم نے جن کا مکان جلال آباد میں ہے اور جبہ شریف کے مکان کے پاس ان کی دکان ہے...سوال کیا کہ میں دوکان میں بیٹھ کر جبہ کی زیارت کر لوں گا مگر میں نے اس کی اجازت نہیں دی کیونکہ وہ مجمع بالکل میلوں عرسوں کی طرح ہوتا ہے...تاریخ کی تعیین ہوتی ہے...دعوت ہوتی ہے دور سے آدمی آتے ہیں... عورتوں کا اجتماع بھی ہوتا ہے ایسے لوگ جو نماز بھی نہیں پڑھتے زیارت کرنے آتے ہیں حالانکہ زیارت جبہ کی نماز روزہ کے برابر کبھی نہیں ہو سکتی...(مرتب کتاب ہذا نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت نے مذکورہ طالبعلم کو تو زیارت سے منع فرما دیا تھا لیکن خود ادب کا یہ حال تھا کہ پھر کبھی جلال آباد کی طرف پاؤں کر کے نہیں سوئے)

حدیث لاتتخذوا قبری عیدا (میری قبر کو عید نہ بناؤ) سے اس کی بھی نفی ہوگئی....کیونکہ جبہ شریف کی فضیلت قبر شریف کے برابر نہیں ہو سکتی گو اس میں یہ تو

نہیں کہا جا سکتا کہ مثل یوم ولادت وغیرہ کے اس میں بھی تبدل ہو گیا... اگر چہ عدم تبدل کا یقین بھی نہیں مگر خیر جو بات دل میں نہیں اس کو زبان پر بھی نہ لانا چاہئے... مگر ایک دوسری بات مابہ الامتیاز یہاں بھی موجود ہے کہ اس وقت وہ ملبوس جسد اطہر سے مماس نہیں اور قبر شریف کو مماس حاصل ہے اسی لئے جبہ نبوی کو کسی نے عرش سے افضل نہیں کہا... پس جب قبر کا عید بنانا حرام ہے تو ملبوس شریف کو عید بنانا کس طرح جائز ہوگا...

کہیں کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مُبارک اس وقت تک موجود ہیں عید بنانا ان کا بھی جائز نہیں کیونکہ اگر چہ بظاہر یہ خیال کر کے کہ موئے مُبارک جزو بدن ہے قبر سے افضل معلوم ہوتا ہے مگر قبر میں اتصال اور مماس کی ایسی فضیلت موجود ہے جو موئے مُبارک کو بالفعل حاصل نہیں... اس لئے دونوں خیر مساوی ہوئے موئے مُبارک جزو ہے مگر اب مماس نہیں اور قبر شریف جزو نہیں مگر مماس ہے تو دونوں برابر ہوئے اور ایک مساوی سے دوسرے مساوی کا حکم معلوم ہو سکتا ہے... پس حدیث **لاتتخذوا قبری عیدا** سے موئے مُبارک کو عید بنانا حرام ہو گیا یہ حضور کی غایت بلاغت ہے کہ آپ نے قبر کو ذکر میں اختیار فرمایا جس سے ملبوس وشعر وغیرہ سب کے احکام خود بخود معلوم ہو گئے...

علاوہ ازیں صحابہ اور سلف صالحین نے تعیید (عید بنانے) کو کبھی اختیار نہیں کیا حالانکہ انکے پاس ہم سے زیادہ تبرکات نبویہ موجود تھے اور ان کو ہم سے زیادہ ثواب کے کاموں میں سبقت تھی... اگر یہ کوئی خیر ہوتی تو سلف میں اس کی کچھ تو اصل ہوتی...

اب صرف یہ سوال رہ گیا کہ صحابہ میں عید کی طرح اجتماع نہ تھا تو آخر تبرکات کے ساتھ ان کا برتاؤ کیا تھا... تو اس کے لئے میں نے چند احادیث ایک پرچہ پر لکھ لی ہیں... کیونکہ ان کو بلفظہا یاد رکھنا دشوار تھا اس وقت ان کو نقل کئے دیتا ہوں...

عثمان بن عبداللہ بن وھب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے گھر

والوں نے حضرت ام المومنین سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک پیالہ پانی کا دے کر بھیجا اور یہ قاعدہ تھا کہ جب کسی انسان کو نظر وغیرہ کی تکلیف ہوتی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا پیالہ بھیج دیتا... ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال تھے جن کو انہوں نے چاندی کی نلکی میں رکھا ہوا تھا... پانی میں ان بالوں کو ہلا دیا کرتی تھیں اور وہ پانی بیمار کو پلا دیا جاتا تھا... راوی کہتے ہیں کہ میں نے جو جھک کر نلکی کو دیکھا تو اس میں چند سرخ بال تھے... (بخاری مسند امام احمد)

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ ایک صحابیہ کے پاس نلکی میں بال رکھے ہوئے تھے جس کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جاتا تھا کہ بیماروں کی شفا کے لئے اس کا غسالہ پلا دیا جاتا تھا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے بارہ میں اختلاف ہوا ہے صحیح یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال پکنے لگے تھے جس سے دیکھنے والوں کو خضاب کا شبہ ہوتا تھا ورنہ حضور نے خضاب کبھی نہیں کیا کیونکہ حضور کے کل سفید بال قریب بیس کے تھے یا کچھ زائد...

نلکی پر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا کہ ایک تھانیدار کے یہاں ایک شخص نے رپٹ لکھوائی کہ میری فاتحہ چوری ہو گئی... داروغہ صاحب کو بڑی حیرت ہوئی کہ یا اللہ فاتحہ کیا اور اس کا چوری ہونا کیسا! پوچھا تو قصہ بیان کیا کہ ہمارا ایک پیر ہے جب وہ آیا کرے ہے تو ہمارے کھانا کی فاتحہ دیا کرے ہے اور جب جاوے ہے ایک نلکی میں فاتحہ بند کر دے ہے کہ سال بھر تک اس سے کام لیتے رہیو... پھر میں آ کر دوبارہ پڑھ دوں گا... تو نلکی چوری ہو گئی ہے...

حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک جبہ طیلسانی کسروی نکالا جس کے گریبان اور دونوں چاک پر ریشم کی سنجاف لگی ہوئی تھی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے جو حضرت عائشہ کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں نے اسے لے لیا... حضور اس کو پہنا کرتے تھے... ہم اس کو پانی میں

دھوکر وہ پانی بیماروں کو پلا دیتے ہیں شفاء حاصل کرنے کیلئے... (مسلم شریف' سنن ترمذی)

اس حدیث پر شاید بادی النظر میں کسی کو یہ شبہ ہو کہ یہ جبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء کے پاس کیونکر رہا اور جب تک ترکہ نبوی تقسیم نہ ہو جائے ان کو اس کے استعمال کا کیا حق تھا...

تو بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مال میں میراث جاری نہیں ہوگی بلکہ آپ کے مال میں تمام مسلمانوں کا حق تھا تو آپ کا ترکہ وقف تھا اور یہ حضرت اس کے متولی تھے اور ان کے اذن سے سب مسلمانوں کو بطریق برکت اس کے استعمال کا حق حاصل ہے... اور باذن متولی کی قید اس لئے بڑھا دی کہ شاید کسی کو یہ سن کر کہ حضور کا مال وقف ہے اس جبہ متعارفہ کے لینے کی فکر ہوئی ہو... سو یاد رکھنا چاہئے کہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ وقف ہے مگر وقف میں بدوں اذن متولی کسی کو تصرف کرنا جائز نہیں... پس جبہ شریف کو اس کے خدام سے چھیننا یا بلا اجازت استعمال کرنا کسی کو جائز نہیں اور اس قسم کی باتوں کی ضرورت ہی کیا پڑتی ہے وہ خدام تو بیچارے خود ہی اپنے سر پر رکھ کر ہر شخص کے گھر لے جا کر زیارت کرا دیتے ہیں البتہ روٹی ان لوگوں کو دینا پڑے گی اس سے زیادہ وہ تم سے کچھ نہیں مانگیں گے... یہ بھی جبہ شریف کی برکت کھلی ہوئی ہے کہ اس کے خدام بے طمع ہیں...

احتیاط دربارہ تبرکات

(خواب بابت جبہ شریف) احقر نے ایک بار یہ دیکھا کہ کوئی شخص اس کے چرانے کی فکر میں ہے... میں نے خدام سے کہلا بھیجا کہ گو میرا خواب کوئی چیز نہیں' مگر احتیاط کا مقتضا یہ ہے کہ جبہ شریفہ کی زیادہ حفاظت کی جائے...

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں عرفات سے منیٰ میں تشریف لائے اور قربانی کے جانوروں کو ذبح کیا...

پھر حلاق کو بلایا اور اس کو سر کا داہنا حصہ اول دیا اس نے داہنے حصہ کو مونڈا پھر حضور نے ابوطلحہ انصاری کو بلایا وہ بال ان کو عطا کئے پھر نائی کو سر کا بایاں حصہ دیا اور فرمایا مونڈو اس نے بائیں حصہ کو بھی مونڈا... آپ نے وہ بال بھی ابوطلحہ انصاری کو دیئے اور فرمایا کہ اس کو لوگوں میں تقسیم کرو...

یہاں سے ایک بات پر متنبہ کر دینا مناسب ہے وہ یہ کہ نائی کو آج کل حجام کہتے ہیں یہ لفظ غلط ہے... حجام اصل میں پچھنے لگانے والے کو کہا جاتا ہے... نائی کو عربی میں حلاق کہتے ہیں مگر ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں یہ قوم پچھنے لگانے کا پیشہ بھی کرتی ہو اس وجہ سے اس وقت اس کام کی مناسبت سے حجام لقب پڑ گیا ہو گا پھر اس پیشہ کے چھوڑ دینے کے بعد بھی لقب باقی رہا...

ایک شاعر نے حجام کو خوب دھمکایا ہے کہ تو بڑا بے ادب ہے خط پروردگار میں اصلاح کر دیتا ہے...

یعنی داڑھی وغیرہ خدا کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں تو ان میں اصلاح کر دیتا ہے تو خط پروردگار کو درست کرتا ہے... یہ شاعر بھی کسی کو نہیں چھوڑتے شعر یہ ہے...

حجام ہر دو دست ترا قطع واجب است　　　اصلاح مید ہی خط پروردگار را

حجام تیرے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالنے ضروری ہیں کیونکہ پروردگار کے پیدا کئے ہوئے خط کی اصلاح کرتا ہے)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے بہت مقدار میں اپنے موئے مُبارک صحابہ میں تقسیم فرمائے ہیں اور ظاہر ہے کہ صحابہ شرقاً و غرباً منتشر ہوئے تھے... تو اگر کہیں موئے مُبارک پایا جائے تو جلدی سے اس کا انکار نہ کر دیا جائے بلکہ اگر سند صحیح سے اس کا پتہ معلوم ہو جائے تو اس کی تعظیم کی جائے ورنہ اگر یقینی دلیل افتراء و اختراع کی نہ ہو تو سکوت کیا جائے یعنی نہ تصدیق کی جاوے نہ تکذیب... مشتبہ امر میں شریعت نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے...

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب کرو بلکہ کہو کہ ہم اللہ پر اور اس کی کتاب پر جو کہ ہماری طرف نازل ہوئی ایمان لاتے ہیں...(صحیح بخاری، السنن الکبری للبیہقی)

ملا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو امر اور جو مضمون علمی مشتبہ ہو اس میں توقف کرنا چاہئے...جرات کر کے ایک جانب کو بلا تیقن معین نہ کرنا چاہئے...اہل کتاب کے اقوال میں توقف اس لئے واجب ہے کہ قرآن سے تورات وانجیل کا کتاب اللہ ہونا بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب نے اس میں تحریف بھی کی ہے...اب جو مضمون وہ بیان کریں اس میں یہ بھی شبہ ہے کہ کلام الٰہی ہو اور یہ بھی خدشہ ہے کہ اہلِ کتاب کے محرفات میں سے ہو... پس بلا دلیل مستقل کسی ایک جانب کی تعیین دشوار ہے اس لئے توقف واجب ہے...

یہی حال موئے مُبارک کا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے بال صحابہ کو تقسیم فرمائے ہیں اور ظاہر ہے کہ حضور کا بال جہاں بھی ہوگا اس کی حفاظت کی گئی ہے اس لئے عقل بھی تقاضا کرتی ہے کہ اس میں سے کچھ بقایا ضرور موجود ہوں گے مگر آج کل جھوٹ کا بھی بازار گرم ہے یہ بھی شبہ ہے کہ طمع دنیا سے کہیں جھوٹ موٹ دعویٰ نہ کیا گیا ہو اس لئے اس کے بارہ میں بھی توقف واجب ہے نہ تصدیق کی جائے نہ تکذیب مگر سنا ہے مدینہ میں موئے مُبارک بسند معتبر موجود ہیں...

شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ موئے مُبارک کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ ہم نے موئے مُبارک پایا نہیں مگر اتنی خبر سنی ہے کہ دنیا میں موجود ہے سو تسلی کے لئے ہمیں اتنا بھی کافی ہے...پھر اس پر یہ شعر فرماتے ہیں...

مرا از زلف تو موئے پسند است ہوس را راہ مدہ بوئے پسند است

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اشعار خوب موقع سے لاتے ہیں...ایک مقام پر جہاں حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات کا حال آیا ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے حجرہ شریف کا پردہ اٹھا کر صحابہ کو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا... اور آپ مسرور ہوئے... صحابہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مُبارک دیکھ کر قریب تھا کہ ہم نمازیں توڑ دیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے سب کو سکون کا حکم فرمایا... اس جگہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شعر بہت اچھا لکھا ہے...

. رنماز خم ابروئے تو چوں یاد آمد حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

برکاتِ تبرکات

حضرت ام عطیہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل وکفن کے واقعہ میں روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہ بند ہمارے پاس ڈال دیا کہ اس کو مرحومہ کے بدن سے مماس کر کے پہناؤ... یعنی سب سے نیچے اس کو رکھو (تا کہ اس کی برکت بدن سے متصل رہے) (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث آثار وملبوسات صالحین سے برکت لینے میں اصل ہے... معلوم ہوا کہ تبرکات سے برکت حاصل کرنے کا ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ بعد موت کے اس کو کفن میں رکھ دیا جائے... مگر اس سے قرآن اور دعاؤں کی کتابوں کا کفن میں رکھنا جائز نہ ہوگا... کیونکہ اس میں ان کا احترام باطل ہو جاتا ہے کیونکہ قرآن کے ساتھ ناپاکی نجاست قرآن کو بھی لگے گی... اسی طرح وہ کتابیں جن میں دعائیں ہیں اور اللہ رسول کا نام جابجا ہے قابل احترام بلکہ الفاظ وحروف مطلقاً قابل احترام ہیں بلکہ سادہ کاغذ بھی بوجہ آلہ علم ہونے کے قابل احترام ہے...

بعض لوگ فرعون وہامان کا نام لکھ کر اس پر جوتے مارتے ہیں... یہ بالکل لغو ومہمل حرکت ہے... اس پر تو بس نہ چلا الفاظ ہی کی بے حرمتی پر بہادری دکھلائی... یہ لوگ وہ تھے جو فرعون کے لفظ کی بے حرمتی کرتے ہیں اور ان کے مقابل بعض لوگ وہ

ہیں جو اس لفظ کی ایسی حرمت کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے احسان وانعام کے تذکرہ کا ایک صنعت سے اس کو عنوان بتاتے ہیں چنانچہ مثنوی کے ایک محشی نے موسیٰ علیہ السلام کی فتح کے قصہ کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے... لفرعون الٰہی فرعون بدریائے نیل غرق شدہ... بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ فرعون الٰہی یہ ترکیب کتنی فصیح ہے مگر مقصود تو یہ تھا کہ فرعون کے قصہ میں خدا کی مدد کا بیان بھی اسی کے نام سے ہوا... استغفر اللہ العظیم... یہ سخت واہیات ہے...

اسی طرح آج کل یہ دستور شائع ہو گیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے احسانات و انعامات کا عنوان پیر کے نام سے قرار دیا جاتا ہے مثلاً شاہ فضل الرحمٰن صاحب کے مریدین اپنے اوپر فضل واحسان خداوندی کے تذکرہ کریں گے تو سارے الفاظ چھوڑ کر یوں لکھیں گے کہ بفضل رحمان...

اسی طرح ہمارے سلسلہ میں بعض لوگ خطوط میں بامداد اللہ لکھتے ہیں مجھے تو اس سے سخت نفرت ہے اور اس میں شرک کی بو آتی ہے... اب تو صرف یہ عادت ہے مگر یاد رکھو کہ چندروز کے بعد عبادت ہو جائے گی...

غرض اس حدیث سے تبرکات وغیرہ کا قبر میں رکھنا جائز معلوم ہوا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ملبوس شریف تبرکاً کفن میں رکھنے کے لئے عطا فرمایا ہے مگر ہم کو تبرک کی نیت سے کسی کو کوئی چیز اپنا ملبوس وغیرہ دینا جائز نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے اور اپنی برکت کو آپ وحی سے جانتے تھے... ہمارے اوپر کونسی وحی اتری ہے کہ ہم بھی بزرگ اور صاحب برکت ہیں... خاتمہ ایمان پر ہو جائے تو بسا غنیمت ہے... میں نے ایک بار ایسی نادانی کی کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ اپنے کچھ حالات بطور سوانح لکھوا دیجئے... آپ نے جواب دیا کہ کیا خوب! اپنے ہی منہ میاں مٹھو بنوں... واقعی اپنے کو بزرگ سمجھنا کیسے ہوسکتا ہے اور تبرک ہوتا ہے بزرگوں کا پس اپنا تبرک کیسے دیا جائے...

یہاں پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ مشائخ سے ثابت ہے کہ انہوں نے بعض دفعہ خود بخود بدوں درخواست کے اپنے متعلقین کو اپنے تبرکات دیئے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حضرات تبرکاً نہیں دیتے تھے بلکہ مرید کا جی خوش کرنے کے لئے دیتے تھے کہ مرید کو یہ معلوم ہو جائے کہ شیخ کی میرے حال پر توجہ بہت ہے یا اس خیال سے دیتے ہیں کہ لینے والے کو اس میں برکت کا گمان ہوگا تو اس کو اس خیال سے نفع ہوگا... چنانچہ واقعی نفع ہوتا ہے ایک نفع تو میں نے خود محسوس کیا ہے...

کیرانہ میں ایک گوجر تھے حاجی عبداللہ بڑے بزرگ آدمی تھے... انہوں نے مجھے ایک چھینٹ کا جبہ دیا تھا جس کا یہ اثر تھا کہ جب تک میں اسے پہنے رہتا تھا معاصی کا خیال نہ آتا تھا بلکہ معاصی سے نفرت رہتی تھی...

شاید پیروں کے کوئی معتقد یہ سوال کریں کہ شیخ کے تبرک کو پہن کر پائخانہ میں جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب یہ ہے کہ جائز ہے البتہ اگر غلبہ ادب ہو تو واجب بھی نہیں اور ہر جائز کام کا کرنا ضروری ہی کیا ہے... خود میری یہ حالت ہے کہ جب جبہ شریف تھانہ بھون میں آتا ہے تو اگرچہ اس مکان کی طرف جہاں وہ رکھا جاتا ہے پیر کرنا جائز ہے... مگر غلبہ ادب کی وجہ سے مجھ سے اس طرف نہیں کیا جا سکتا ہے... یہ سب کچھ ہے مگر اس سے احکام نہیں بدل سکتے... حکم شرعی وہی ہے کہ پیر کرنا اس کی طرف جائز ہے اور تبرکات کو پہن کر پائخانہ میں بھی جانا جائز ہے... اور یوں کسی کو غلبہ ادب ہو وہ ایسا نہ کرے مگر حکم یہی ہے شرعی حکم کے سامنے نہ الہام کوئی چیز ہے اور نہ خواب و کشف کچھ ہے...

شاہ نظام الدین اولیاء و قاضی ضیاء الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہما کا قصہ ہے کہ حضرت سلطان جی سماع سنا کرتے تھے اور قاضی صاحب ان کو روکتے تھے... حضرت سلطان جی نے فرمایا کہ اچھا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں کہ میں حق پر ہوں جب بھی مانو گے تو انہوں نے کہا کہ اچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادو...

حضرت سلطان جی نے اپنی چادر اتار کر ان کو اڑھا دی... دیکھتے کیا ہیں کہ دربار رسالت قائم ہے... صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مجمع ہے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تشریف فرما ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں کہ فقیر کو کیوں تنگ کرتے ہو... قاضی صاحب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس وقت مجھے معلوم نہیں کہ میں کس حال میں ہوں ہوش میں ہوں یا بے ہوش ہوں... ایسی حالت کا سنا ہوا حکم معتبر نہیں ہو سکتا... حکم وہی ہوگا جو کہ حضور سے ہوش وحواس کی حالت میں صحابہ نے نقل فرمایا ہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا... حضرت سلطان جی نے چادر اتار لی اور کہا دیکھا بھی حضور نے کیا فرمایا... قاضی صاحب نے جواب دیا کہ سنا بھی ہم نے کیا عرض کیا...

تو صاحبو! شریعت کے احکام کے سامنے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت منامیہ کے وقت کی سنی ہوئی باتیں بھی حجت نہ ہوں گی... کیونکہ احکام شرعیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح منقول ہیں... جن میں ذرا شبہ کو گنجائش نہیں اور خواب یا کشف کی زیارت میں غلطی کا احتمال ہے...

تبرکات نبوی کے ساتھ معاملہ

حضرت کبشہ صحابیہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ سے منہ لگا کر کھڑے کھڑے پانی پیا... میں کھڑی ہوئی اور دہانہ مشک کو کاٹ کر تبرکاً اپنے پاس رکھ لیا...

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء میں لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ حضور کے تمام متعلقات کی تعظیم کی جائے اور جس جگہ آپ تشریف لے گئے ہیں اس کا اکرام کیا جاوے اور مکہ مدینہ میں جن مکانات کو حضور سے کسی قسم کا انتساب ہے ان کا احترام کیا جاوے ویسے ہی جن چیزوں کو آپ نے لمس کیا ہے... نیز شفاء میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ بعض لڑائیوں میں ان کی کلاہ سر پر سے گر پڑی تو اس کے لئے انہوں نے ایسا سخت حملہ کیا

جوان کے ساتھیوں کو غیر معمولی معلوم ہوا کیونکہ اس حملہ میں بہت آدمی قتل ہوئے... حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے یہ حملہ ٹوپی کی وجہ سے نہیں کیا تھا بلکہ اس میں حضور کے موئے مُبارک تھے اس کی وجہ سے کیا تھا کہ مبادا کہیں میں ان کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں اور یہ مُبارک بال کفار کے ہاتھ میں پہنچ جائیں...

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے کہ چند کھجوریں حضور نے ان کو دم کر کے دی تھیں جس کو انہوں نے ایک توشہ میں رکھ لیا تھا اور ان میں ایسی برکت ہوئی کہ ہمیشہ ان میں سے کھاتے رہے یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت میں وہ ان کے پاس سے کھوئی گئیں جس کا ان کو بہت صدمہ ہوا... چنانچہ ان کا شعر بھی اس بارہ میں مشہور ہے...

للناس هم و في اليوم لي همان — فقد الجراب و قتل الشيخ عثمان

کہ لوگوں کو ایک ہی غم ہے اور مجھے آج دو غم ہیں.. توشہ دان کے کھوئے جانے کا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کا حضرت ابوہریرہ کو اس برکت نبوی کے فوت ہو جانے کا غم تھا جو ان چھواروں میں تھی عشاق کی یہی حالت ہوتی ہے کہ محبوب کی ذرا ذرا سی چیز پر جان دے دیتے ہیں...

درمنزلے کہ جاناں روزے رسیدہ باشد — باخاک آستانش داریم مرحبائے

عشاق کو تو اسی حب منزل محبوب کی بناء پر جنت کی بھی تمنا اسی طمع واشتیاق میں ہو گی کہ وہاں جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونگے... جنت میں گو راحت تو ان شاء اللہ ملے ہی گی مگر عشاق کو جنت کی اصل تمنا اور آرزو زیادہ اسی لئے ہوتی ہے کہ وہاں حضور کی زیارت ہوگی تو گویا جنت بھی آپ ہی کی ذات بابرکت سے مقصود ہو گئی اور جنت تو جنت آپ کی تو یہ شان ہے کہ دنیا میں بھی جس حصہ زمین پر آپ ہوں وہ مقصود ہو جاتا ہے... چنانچہ ارشاد ہے...

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ م بِهٰذَا الْبَلَد

اس کی تفسیر میں بعض مفسرین نے واؤ حالیہ قرار دیا ہے پس معنی یہ ہوں گے کہ میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اس حال میں کہ آپ اس میں مقیم ہیں یعنی آپ کی اقامت کی وجہ سے یہ شہر اس درجہ مکرم ہو گیا کہ خدا تعالیٰ اس کی قسم کھاتے ہیں پس اس بناء پر کہ جب جنت میں داخل ہو جاؤ گے تو ایک خوشی تو ہو گی راحت ملنے کی اور غم کے زائل ہونے کی کہ اللہ کا شکر ہے دنیا کے مصائب سے نجات ہو گئی... چنانچہ حق تعالیٰ جنتیوں کا قول نقل فرماتے ہیں کہ اہل جنت کہیں گے...

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ط اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ نِ الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ

یعنی حمد و شکر کرتے ہیں ہم اللہ کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا... بیشک خدا تعالیٰ بڑے بخشنے والے بہت قدردان ہیں جنہوں نے اپنے فضل سے اقامت کی جگہ میں پہنچا دیا... (یعنی جنت مثل دنیا کے دار الارتحال نہیں بلکہ دار الاقامۃ ہے) نہ ہمیں اس میں مشقت پہنچتی ہے نہ تھکن...

یہ خوشی تو طبعی ہو گی دوسری خوشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو گی اور یہ خوشی عشقی ہو گی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ایک قصہ کے ضمن میں تبریز کا ذکر فرماتے ہوئے مولانا شمس تبریز کو یاد کر کے تبریز کے حق میں کہتے ہیں...

ابر کی یا ناقتی طالب الامور ان تبریزا مناجات الصدور
اسرحی یا ناقتی حول الریاض ان تبریزا النعام نعم المفاض
سار بانا بار بکشاز اشتراں شہر تبریز ست و کوئے گلستان

یہ اشعار زبان حال سے جنت میں جانے کے وقت پڑھنے کے قابل ہوں گے... پس ابرکی اور اسرحی یا ناقتی جب جنت میں پڑھیں گے تو وہاں ناقہ سے مراد جسم ہو گا یعنی اے بدن ٹھہر جا اور خوب کھا پی... اب تعب نہیں رہا... مشقت کے دن گئے اب تبریز حقیقی آ گیا تو یہ جسم اونٹنی ہے جو روح کا مرکب ہے اور اس پر سوار ہو کر ہم

اعمال کرتے ہیں اور اس مرکب ہونے کے لحاظ سے یہ اعضاء بھی قابل قدر ہیں کہ اعمال صالحہ کا ذریعہ ہیں... عارفین کو اپنے بدن کے ساتھ جو محبت ہوتی ہے وہ اسی وجہ سے ہوتی ہے ایک عارف کہتے ہیں...

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است — افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را — کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

یعنی محبوب تک رسائی ہونے میں چونکہ ان کو دخل ہے اس وجہ سے یہ رتبہ ان اعضاء کا ہو گیا کہ یہ قابل بوسہ کے ہیں ....اور باعث ناز ہیں اور جب اس تعلق سے قطع نظر کر لی جائے ..تو اس حالت میں یہ اس کے مصداق ہیں ....جو دوسرے صاحب حال کہتے ہیں...

بخدا کہ رشکم آید ز دو چشم روشن خود — کہ نظر دریغ باشد بچنیں لطیف روئے

یا جیسے حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں...

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم — گوش را نیز حدیث تو شنیدن نہ دہم

یعنی میری نظر ہونے کے لحاظ سے یہ بھی غیر ہے اور قابل غیرت ہے اور اس حیثیت سے کہ آپ کا عطیہ ہے قابل قدر و باعث فخر ہے چنانچہ اس کے بعد ہی بیم کا مقصود ہونا اسی اعتبار سے فرماتے ہیں...

گر بیاید ملک الموت کہ جانم ببرد — تا نہ بینم رخ تو روح رمیدن نہ دہم

اگر ملک الموت میری جان نکالنے کے لئے آئے تو جب تک تیری تجلی نہ دیکھ لوں فرشتہ کو روح نکالنے نہ دوں...

پس ناقہ بدن کو من حیث آلۃ الوصول گویا جنتی بلسان حال خطاب کرتا ہے ابر کی یا ناقتی اور اسری یا ناقتی اور عجیب بات ہے کہ اشعار میں بھی حول الریاض آیا ہے اور اس آیت کا بیان ہو رہا ہے اس میں بھی فی رَوضۃ وہی مادہ واقع ہے پس یہ عجیب تطابق ہے لفظاً بھی معنیً بھی...اور فی روضتہ کے بعد جو یحبرون آیا ہے...

مضمون مقصود کا نام الحبور بھی اسی لئے رکھا گیا ہے...

بہرحال جنت میں جانا حبور ہے تو جنت میں جانے کا سبب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم واتباع کی برکت ہے... اصل الحبور ہے پھر بقیہ مضمون تبرکات کا معروض ہے...

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تابعی کی حکایت بیان فرمائی ہے کہ وہ کہتے تھے جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان کو اپنے دست مُبارک میں لیا ہے اس وقت سے بے وضو کمان کو میں نے کبھی ہاتھ میں نہیں لیا...

اللہ اکبر! کیا ٹھکانا ہے ادب کا کہ جس چیز کا ہاتھ میں لینا حضور سے ثابت ہو گیا اس کی مثل کو بھی بے وضو کبھی نہ چھوا... یہ تو سب کر سکتے ہیں کہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مس فرمایا ہے اس کو بے وضو ہاتھ میں نہ لیا جائے مگر یہ بات کہ اس کی نوع میں سے بھی کسی کو بے وضو نہ چھوا جائے... یہ غایت ادب ہے...

قاضی عیاض حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنا ہاتھ منبر نبوی پر پشت گاہ نبوی سے مس کر کے اپنی پیشانی کو ملتے تھے...

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز ملبوس نبوی سے مس کی گئی ہو اس میں بھی برکت ہوتی ہے... مگر اس سب کے ساتھ ان کو عید نہ بنانا چاہئے کیونکہ سمجھنے کی بات ہے کہ ان چیزوں کی قدر کس لئے ہے... اسی لئے کہ یہ حضور کی چیزیں ہیں...

پھر احکام بھی تو حضور ہی کے ہیں ان کی بھی تو قدر کرنی چاہئے... ان میں بھی تو برکت ہے... اس برکت کو بھی تو لینا چاہئے...

غرض وہ جو سوال کیا گیا تھا سلف صالحین کا تبرکات کے ساتھ کیا برتاؤ تھا... ان روایتوں سے اس کا جواب معلوم ہو گیا...

ان ہی کے موافق ہم کو بھی عمل کرنا چاہئے... اس سے زیادہ تعدی نہ کرنی چاہئے... (خطبات حکیم الامت جلد ۵ ص ۲۷۹)

امام مالک رحمہ اللہ کا دقیق ادب

امام مالک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میں مدینہ منورہ میں کسی سواری پر نہیں ہوتا ہوں .... کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیاء آتی ہے کہ جس دھرتی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں .... اس کو میں جانور کے پاؤں سے روندوں ... امام مالک رحمہ اللہ فتویٰ دیا کرتے تھے .... کہ جو شخص مدینہ منورہ کی پاک زمین کو رڈی اور ناقص قرار دے .... اس کو تیس ۳۰ کوڑے مارے جائیں ... اور اس کو جیل میں ڈال دیا جائے ... (فیضان روضۃ النبی)

تبرکات کا ادب

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ... شیخ کے تبرک کو پہن کر پاخانہ میں جانا جائز ہے یا نہیں ...

جواب یہ ہے کہ جائز ہے البتہ اگر غلبہ ادب ہو تو واجب بھی نہیں اور ہر جائز کام کا کرنا ضروری ہی کیا ہے خود میری یہ حالت ہے کہ جب جبہ شریف تھانہ بھون میں آتا ہے تو اگرچہ اسی مکان کی طرف جہاں وہ رکھا جاتا ہے پیر کرنا جائز ہے مگر غلبہ ادب کی وجہ سے مجھ سے اس طرف پیر نہیں کیا جا سکتا ... (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

آثار و تبرکات کیساتھ ادب کا معاملہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عشق و محبت کی داستانوں سے سیرت کی کتابیں بھری ہوئی ہیں .... کوئی سی چیز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتی ہو، ان کے ہاتھ لگ جاتی تو اسے جان سے عزیز تر رکھتے ... ایمان کو تازہ کرنے کے لیے چند واقعات پیش خدمت ہیں ...

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ کابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی شکل

وصورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے... ایک مرتبہ کابس، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کے پاس آئے... سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں دروازے سے داخل ہوتے دیکھا تو فوراً پلنگ سے اُٹھ کھڑے ہوئے، انہیں خوش آمدید کہا، ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور مرغاب نامی جاگیر انہیں عطا کردی... صرف اسی لیے کہ وہ صورتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے جلتے تھے... (شفاء، ص:۴۰)

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن ہیں جنہیں آپ نے مکہ مکرمہ میں تعینات فرمایا تھا... ان کے سر کے اگلے بال بہت لمبے تھے... ایک گچھا سا بنائے رکھتے تھے... اگر بیٹھے ہوئے بالوں کو نیچے چھوڑ دیتے تو بال زمین کو چھونے لگتے... ان سے کہا گیا: آپ ان بالوں کو کٹوا کیوں نہیں دیتے؟ فرمایا: میں انہیں کٹواتا اس لیے نہیں کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک لگ چکا ہے... میں چاہتا ہوں کہ اس متاعِ عظیم کو قبر میں ساتھ لے جاؤں... (شفاء، ص:۴۴، ج:۲)

شعائر اللہ کا ادب و احترام ہر مسلمان کا فرض ہے... یہ تو فقہ کا مسئلہ ہوا لیکن عاشقانہ سرمستی اس بارے میں فقہی پابندیوں سے بھی دو قدم آگے نکل جاتی ہے... ایک تیر انداز تھے... ان کے پاس ایک کمان پہنچی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ہاتھ میں لیا تھا... اب وہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے میں نے کبھی اسے بے وضو ہاتھ نہیں لگایا... (شفاء قاضی عیاض، ص:۴۴، ج:۲)

مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے پہلے مہتمم ایک بلند مرتبہ صاحب نسبت بزرگ تھے... مشہور ہے "والی راولی مے شناسد" آپ بانی دارالعلوم حضرت مولانا نانوتوی کے ساتھ نہایت مؤدبانہ پیش آتے... انہوں نے اپنے ایک مرید مولوی نظام الدین صاحب حیدرآبادی سے فرمایا کہ میں ۲۵ برس حضرت مولانا نانوتوی کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور کبھی بلا وضو نہیں گیا... (ارواحِ ثلاثہ، ص:۱۸۳)

سبحان اللہ! کیا ٹھکانہ ہے ادب و احترام کا! اکابر دیوبند آثار و تبرکات کا بے حد

احترام کرتے تھے... حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مدینہ منورہ کی جو کھجوریں آتیں، انہیں کھا لینے کے بعد گٹھلیوں کو پھینک نہیں دیتے تھے، کوٹ پیس کر رکھ لیتے اور سفوف کی شکل میں انہیں وقتاً فوقتاً استعمال فرما لیتے... (تذکرۃ الرشید)

حد تو یہ ہے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جلائے جانے والے زیتون کے تیل کی تلچھٹ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو ملی تو اسے بھی غٹ غٹ پی گئے... (شہاب ثاقب)

اللہ اکبر! کیا عالم ہے وارفتگی کا... جلال آباد (ہندوستان) میں ایک جبہ مبارک تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب تھا... تقسیم کے بعد یہ جبہ شریف پاکستان میں آیا تھا، کچھ عرصہ بہاول پور بھی رہا... اس گنہگار نے اس کی زیارت کی ہے... جبہ شریف کے متولیان کبھی کبھی اسے لے کر تھانہ بھون جاتے... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ رات بھر اسے اپنے پاس رکھتے... فرماتے تھے جس حجرہ میں یہ جبہ شریف رکھا ہوتا ہے اس حجرہ کی طرف بھی پاؤں پھیلانا دل کو گراں معلوم ہوتا ہے... (ملفوظات)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کعبہ شریف کی طرف پاؤں پھیلانا تو بے ادبی ہے ہی.... میں تو اتنی احتیاط کرتا ہوں کہ چلتے ہوئے کبھی میری چھڑی کا نچلا سرا کعبہ کی طرف نہیں ہوتا... اللہ، اللہ کتنا احترام ہے شعائر اللہ آثار دینیہ کا... (روایت حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ)

حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف جن لوگوں کو حاصل ہوا وہ جانتے ہیں کہ حضرت کی ریش مبارک خاصی دراز تھی لیکن اس کی وجہ کیا تھی اس بات کا علم بہت کم لوگوں کو ہے... اصل قصہ یہ ہے کہ عرصہ ہوا خان پور ضلع رحیم یار خان میں ایک بڑا تبلیغی جلسہ ہوا جبکہ حضرت اقدس خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے اور حضرت اقدس امروٹی رحمۃ اللہ علیہ بھی، حضرت امروٹی شریک جلسہ ہوئے... آپ نے ایک اجلاس میں مختصر سا خطاب بھی فرمایا... ایک دو آیتیں پڑھ کر سندھی زبان میں ترجمہ و تشریح فرمائی... پھر انہیں آیات پر مفصل بیان حضرت

لاہوری کا ہوا اور وہ بیان اتنا نورانی اور معارف سے پُر تھا کہ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ بے حد متاثر ہوئے... حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فارغ ہوئے تو حضرت اقدس دین پوری رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں گلے سے لگالیا اور ان کی داڑھی پر بوسہ لیا... حضرت لاہوری یہی چاہتے تھے کہ داڑھی کے جن بالوں کو سید العارفین کے ہونٹ چھو چکے ہیں وہ قبر میں ساتھ جائیں... (بروایت استاذنا حضرت مولانا محمد صادق صاحب بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ)

تعجب ہے کہ جو لوگ اللہ کے مقرب بندوں سے اس حد تک عقیدت کا تعلق رکھتے ہیں... انہیں نادانوں کا ایک گروہ، اولیاء اللہ کا منکر قرار دیتا ہے... حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کتابیں لکھنے کے لیے جو قلم استعمال فرماتے تھے ان کے تراشے ایک صندوق میں جمع کرتے تھے بوقت وفات وصیت فرمائی کہ انہی تراشوں کو جلا کر میرے غسل کا پانی گرم کیا جائے کہ شاید یہی میرے لیے وسیلہ نجات بن جائے... (مقالہ ''علماء سلف'' از حبیب الرحمٰن خان شیروانی)

عربی کے مشہور شاعر متنبّی کا ممدوح سیف الدولہ اپنی زندگی میں نصاریٰ سے جہاد کرتا رہا... جب وہ کسی جنگ سے فارغ ہوتا تو کپڑے وغیرہ جھاڑ کر مٹی جمع کر لیتا تھا... حتیٰ کہ اس طرح پر اس کے پاس ایک کچی اینٹ بن گئی... بوقت وفات اس نے وصیت کی کہ یہ اینٹ میرے ساتھ قبر میں رکھ دی جائے کہ اسی کو اپنے اللہ کے دربار میں پیش کر دوں گا... فارسی کا مشہور مقولہ ہے: ''رحمت حق بہانہ مے جوید، بہانے جوید''......اللہ کی رحمت کے طلبگار کیا کیا بہانے ڈھونڈتے رہے... اب حضرت ابی محذورہ رضی اللہ عنہ صحابی اور عارف لاہوری کے طرزِ عمل پر غور کیجئے...

حدیث اور سیرت کی کتابوں میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرق بدن نہایت خوشبودار تھا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ اُم سلیم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاں تشریف لاتے اور آرام فرماتے تو وہ حضرت کے جسد اقدس کا پسینہ شیشی میں جمع کر لیتی تھیں

اور شادی وغیرہ کی تقریبات کے موقع پر اس سے کام لیا جاتا...

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو گلاب کے پھول سے محبت تھی... ایک مرتبہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ جانتے ہو، مولانا کو گلاب سے زیادہ محبت کیوں تھی؟ ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک حدیث ضعیف میں آیا ہے کہ گلاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرق مبارک سے بنا ہوا ہے... فرمایا، ہاں! اگرچہ حدیث ضعیف ہے مگر ہے تو حدیث...(ارواح ثلاثہ، ص:۲۰۵)

قارئین کرام! ذوق وجمال کی ان باتوں کو قیل وقال کے پیمانوں سے نہ جانچیے.... اس چیز پر نظر کیجیے جو دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو کر اس کے آثار ونتائج ان شکلوں میں نمودار ہوتے ہیں...

یہ کیفیت اسے ملتی ہے ہو جسکے مقدر میں ——— مئے اُلفت نہ خم میں ہے نہ شیشے میں نہ ساغر میں

بزرگوں کے عطیات تو تبرکات کی حیثیت رکھتے ہی ہیں ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ اکابر سلف وخلف اپنے سے چھوٹوں کا بھی بے حد احترام کرتے تھے اور ان کی عطایا کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے... چند واقعات ہدیہ قارئین ہیں...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ لوگ اطراف عالم سے تمہارے پاس دین سیکھنے کے لیے آئیں گے... میں تمہیں ان کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں... حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر فرمان نبوی کا پاس دار کون ہو سکتا ہے؟ حضرت ابوالدرداء انصاری رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں... آپ نے شام میں رہائش اختیار فرمائی تھی... دمشق کی مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کو حدیثیں سنایا کرتے تھے جو لوگ حدیث کا درس لینے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے... آپ تعظیماً ان کی خاطر اُٹھ کھڑے ہوتے... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا علمی پایہ بہت بلند تھا... مجاہد تابعی ان کے شاگرد تھے لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کبھی کبھی ان کے رکاب پکڑ کر انہیں سوار ہونے میں مدد دیتے...(تذکرۃ الحفاظ، ص۸۶، ج:۱)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاد ہیں... حضرت اُستاد کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ احمد بن حنبل کو ایک امتحان سے گزرنا ہوگا... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قاصد بھیج کر امام احمد کو اطلاع کی اور ثابت قدمی کی تلقین فرمائی... قدردان شاگرد کو واجب الاحترام استاذ کے قاصد کے آنے سے اتنی خوشی ہوئی کہ انہوں نے اپنا کرتا اُتار کر ہدیۃً اس قاصد کو دے دیا، جب وہ واپس گیا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا تو انہوں نے وہ کرتہ لے کر اسے بوسہ دیا... آنکھوں سے لگایا اور اسے پانی میں بھگو کر پانی کو ایک بوتل میں بھرلیا... پھر آپ کے شاگردوں اور دوستوں میں سے جو بیمار ہوتا اس میں سے کچھ پانی اس کے پاس بھیج دیتے جسے استعمال کر کے وہ شفایاب ہو جاتے... (از علامہ عبدالوہاب شعرانی)

علماء دیوبند کے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلفاء میں سے حضرت مولانا قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت ہی احترام فرماتے تھے... ایک مرتبہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عمامہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا تو حضرت نے اسے تبرک سمجھ کر سر پر رکھ لیا... (ملفوظات حسن العزیز، قصص الاکابر،ص:۹۲)

ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے کہ بارش آ گئی... سب طلباء کتابیں لے کر اندر بھاگے مگر مولانا سب طلباء کی جوتیاں جمع کر رہے تھے کہ اُٹھا کر لے چلیں، لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو کٹ گئے... (ارواح ثلثہ،ص:۲۲۷)

اللہ! اللہ! کیا عالم ہے بےنفسی اور تواضع کا... وقت کا امام طالب علموں کی جوتیاں سمیٹ رہا تھا، صرف یہ سمجھ کر کہ حدیث کے طالب علم مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ رکھتے ہیں جو ظالم ایسے علماء پر گستاخ اور بے ادب ہونے کا فتویٰ جڑتے ہیں کچھ تو دیانت اور خوف خدا سے کام لیں...

جبہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام

جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ شریف تھانہ بھون میں آتا ہے تو اس کے قیام گاہ کی طرف کو پیر نہیں پھیلاتا بوجہ ادب کے اس سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ قرآن شریف کا اتنا احترام نہیں کیا جاتا... اس سے جبہ شریف کے احترام کی زیادتی کلام مجید پر لازم آتی ہے... فرمایا کہ اس کا یہ جواب ہے کہ قاعدہ ہے کہ نئی چیز کا احترام طبعی طور پر زیادہ ہوتا ہے... مثلاً کچھ لوگ اپنے شیخ کی خدمت میں بیٹھے ہوں اور کوئی دوسرے بزرگ آجائیں اور لوگ اُٹھ کر ان سے مصافحہ کرنے کے لیے چلے جائیں تو اس میں کچھ حرج نہیں... دوسری بات یہ ہے کہ جبہ شریف تو کبھی کبھی آجاتا ہے اس کا یہ احترام ہم کر سکتے ہیں اور قرآن مجید کا اس قدر احترام نہیں کر سکتے کیونکہ وہ ہمارے پاس ہر وقت موجود ہے... (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۸)

جبہ شریف کا ادب

ریاست رام پور میں اس وقت ایک جبہ شریف ہے جس کو جلال آباد پرگنہ تھانہ بھون سے نواب کلب علی خان صاحب مرحوم کی درخواست پر منتقل کر لیا گیا ہے جس کے متعلق کسی باقاعدہ سند سے تو ثابت نہیں مگر عام طور پر مشہور ہے کہ جبہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس کا حال اور حکم پورا پورا السنة الجلیة میں حضرت والا نے تحریر فرمایا ہے... اس جبہ کو خدام جبہ ربیع الاول میں ریاست رام پور سے جلال آباد بھی لایا کرتے تھے... اور کبھی تھانہ بھون بھی اس کو لایا جاتا ہے تو اس کے متعلق حضرت والا نے ایک تذکرہ میں فرمایا کہ جب وہ جبہ شریف یہاں آتا ہے تو حوض والی مسجد کے احاطہ میں ایک مختص حجرہ ہے وہاں پر ایک محفوظ مقام میں اس جبہ شریف کو رکھا جاتا ہے تو گو وہ اس وقت حوض والی مسجد میں ہوتا ہے...

(اور یہ حوض والی مسجد اس مقام سے کہ جہاں خانقاہ میں حضرت والا دوپہر کو لیٹتے ہیں بہت دور ہے) مگر اس زمانہ میں دوپہر کو (یعنی خانقاہ میں دوپہر کو جہاں حضرت والا قیلولہ فرماتے ہیں اس جگہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ) یہاں لیٹنے میں اول اول جبہ شریف کی طرف پیر نہیں کرتا تھا اور اب تو کبھی ذہول بھی ہو جاتا ہے مگر تنبیہ کے بعد گرانی ہوتی ہے...

پھر فرمایا کہ میرے کانپور سے مستقل طور پر وطن آجانے کے کہ اول بار جبہ شریف یہاں لایا گیا مجمع میں تو بعض منکرات کے سبب میں نے زیارت نہیں کی مگر خلوت میں زیارت کرنا چاہی تو میں نے خدام جبہ سے کہا کہ جس وقت کوئی ہوگا اس وقت خلوت میں زیارت کرادیں....

مگر جبہ شریف کو تم ہی کھولنا کیونکہ میرے ہاتھ اس قابل نہیں کہ جبہ شریف کو مس کریں گو وہ لوگ جو جبہ شریف کو یہاں لاتے ہیں ان میں سے بعض لوگوں کے عقائد اچھے نہیں مگر وہ چونکہ خادم ہیں اس جبہ شریف کے اس لئے میں نے ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں سے افضل سمجھا... انہوں نے منظور کر لیا پس میں نے خلوت میں اس جبہ شریف کی زیارت کی تو خواب چوما' آنکھوں سے لگایا...

پھر فرمایا کہ ایک ضروری بات قابل غور ہے کہ اس جبہ شریف کا اتنا ادب کیوں کیا جاتا ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جبہ شریف کو نسبت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گو وہ نسبت یقینی نہیں....

مگر باوجود غیر یقینی ہونے کے اس کا ادب کیا جاتا ہے تو احکام شرعیہ' جنکی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یقینی ہے وہ کس قدر قابل وقعت ہوں گے کیونکہ ان احکام کی نسبت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے...

اس میں کچھ شک شبہ ہی نہیں اور من جملہ احکام شرعیہ کے ایک حکم یہ بھی ہے کہ کسی چیز کے ادب میں غلو نہیں کرنا چاہئے لہٰذا یہ حکم بھی قابل وقعت و قابل احترام

ہوگا اور جیسے وہ احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں جو منصوص ہیں اسی طرح وہ احکام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف منسوب ہیں کہ جواز قسم اجتہادات ہیں کیونکہ القیاس مظہر لا مثبت یعنی فقہاء نے جو قرآن وحدیث سے احکام کا استنباط کیا ہے تو انہوں نے اپنی طرف سے کوئی حکم ایجاد نہیں کیا...

بلکہ قرآن وحدیث میں جو کچھ مخفی تھا اس کو سب کے سامنے کردیا جیسے ایک بند صندوق میں جواہرات رکھے ہوئے تھے اس وقت تو وہ کسی کو نظر نہ آتے تھے پھر ایک شخص نے اس صندوق کا پٹ کھول دیا...

پس وہ جواہرات سب کو نظر آنے لگے... مگر افسوس ہے کہ آج کل لوگ باوجود اس کے کہ احکام شرعیہ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوسری منسوب چیزوں سے زیادہ ہے مگر ان کی وقعت نہیں کرتے حالانکہ وہ سب سے زیادہ قابل احترام ہیں... (ملفوظات حکیم الامت ج ۳۱)

ہر جگہ ادب کی ضرورت نہیں

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قصہ لکھا ہے کہ پہلے زمانہ میں ایک مولانا فارسی پڑھایا کرتے تھے... ایک مرتبہ بچوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم عام لوگوں کی طرح بات نہ کرنا' وزن دار بات کرنا اور یہ نہ بتلایا کہ اس بات کا محل کہاں ہے ایک بار مولانا بیٹھے تھے کہ ایک بچے نے پٹاخا چلایا...

ایک چنگاری اڑ کر مولانا کی پگڑی میں جا پڑی تو وہ بچہ نصیحت کے مطابق وزن دار بات کرتا رہا اتنے میں مولانا کی پگڑی کیا....

سر بھی جل گیا بچے سے پوچھا تو اس نے کہا کہ آپ نے خود فرمایا تھا کہ ادب سے بات کیا کرو' پھر محل بتایا کہ ہر جگہ ادب کی ضرورت نہیں... (دروس القرآن الکریم ج ۳ ص ۱۴۴) (ملفوظات حکیم الامت ج ۳۱)

فوت شدہ بزرگوں کے ادب کی ضرورت

فرمایا کہ جیسا ادب احیاء میں ہوتا ہے... اموات میں بھی ہوتا ہے چنانچہ جھنجھانہ میں ایک صاحب کشف آئے تھے انہوں نے میاں جی صاحب رحمہ اللہ کے مزار کی زیارت کی تو کہا افسوس کس ظالم نے ان کو یہاں حضرت امام سید محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دفن کر دیا....

یہ یہاں ادب کی وجہ سے اپنے انوار روکے ہوئے ہیں... اگر کسی ویرانے میں ہوتے تو دنیا ان کے انوار سے جگمگاتی اور اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان کی ہڈیاں نکال کر کہیں علیحدہ دفن کرتا پھر ان کے انوار و فیوض و برکات مشاہد ہوتے ایسے ہی ادب کی میں نے کہیں یہ حکایت دیکھی ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے والد مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ کبھی کبھی حضرت شاہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ کے مزار پر تشریف لے جایا کرتے تھے اور آپ کا مزار با انوار نئی دہلی سے سات کوس ہے ایک روز مراقب ہو کر بیٹھے کہ قطب صاحب رحمہ اللہ کی روح منکشف ہوئی...

انہوں نے سماع کی بابت دریافت کیا... فرمایا تمہارا شعر کے بارے میں کیا قول ہے انہوں نے یہ حدیث پڑھ دی... الشعر کلام موزون حسنہ حسن وقبیحہ قبیح او کمال قال فرمایا اور صوت حسن کے بارے میں کیا....

خیال ہے کہا نعمت خداوندی ہے اور بعض کی تفسیر پر مصداق اس آیت کا یَزِیْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ فرمایا اگر دونوں مجتمع ہوں... کہا نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ... یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اسی اثناء میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمہ اللہ کا تخت آسمان سے اترا قطب صاحب مؤدب ہو کر بیٹھ گئے... جب آپ تشریف لے گئے تو مولانا نے کہا کہ آپ نے ان کے سامنے یہ تقریر کیوں نہیں فرمائی وہ بھی تو اہل سماع میں سے نہیں فرمایا ادب مانع تھا... (ملفوظات حکیم الامت ج ۲۹)

روضہ نبوی کا ایک اہم ادب

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کے حالات میں ہے

ایک دن مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام سے باہر تشریف لائے تو ایک صاحب جو پاکستانی تھے اور وضع قطع سے تعلیم یافتہ اور اچھے خاصے متمول معلوم ہوتے تھے... حضرت سے نہایت ادب واکرام سے ملے اور حضرت سے دعا کی درخواست کی حضرت نے انہیں دیکھ کر رونا شروع کردیا.... ہم سب حاضرین بھی رونے لگے.... حضرت نے تھوڑی دیر بعد ان سے فرمایا:

بھائی! آپ نے پوچھا نہیں کہ میں کیوں رویا ہوں؟

اس پر ان صاحب نے عرض کیا ارشاد فرمایئے آپ کیوں روئے ہیں؟

آپ نے فرمایا: بھائی! میں نے جب آپ کے چہرے کو دیکھا تو مجھے اس لئے رونا آیا کہ آپ اس چہرے اور شکل کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں گئے ہوں گے؟ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچی ہوگی؟

یہ سننا تھا کہ وہ شخص دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور روتے روتے کہنے لگا کہ حضرت! آئندہ کبھی بھی داڑھی نہیں منڈاؤں گا... اس کے بعد حضرت رحمہ اللہ نے ان کیلئے دعا کی اور چل دیئے... (ماہنامہ بینات شہید نمبر ص ۳۷۹)

باب پنجم

بے ادبی و گستاخی کا انجام

قرآن مجید کی بے ادبی کی مختلف صورتیں

قرآن مجید کی بے ادبی کی مختلف صورتیں درج ذیل ہیں... ہر مسلمان کو ان سے حتی الوسع اجتناب کرنا چاہئے... بغیر وضو قرآن مجید کو چھونا...

کتب تفاسیر یا عام کتابوں میں مرقوم قرآنی آیات پر بغیر وضو ہاتھ لگانا...

نجس جگہ پر بیٹھے ہوئے زبانی یا ناظرہ قرآن مجید پڑھنا...

جب تلاوت کی آواز کانوں میں پڑ رہی ہو تو اس کو خاموشی سے نہ سننا...

قرآن مجید یاد کر کے بھول جانا... قرآن مجید کے اوپر کوئی کتاب رکھنا خواہ حدیث یا فقہ ہی کی کیوں نہ ہو...

قرآن مجید کے اوپر اپنی عینک، قلم یا ٹوپی وغیرہ رکھنا... قرآن مجید کی طرف پاؤں پھیلانا...

قرآن مجید نیچے ہونا اور خود قریب ہی اونچی جگہ بیٹھنا...

قرآن مجید ایسی جگہ پر رکھنا جہاں آنے جانے والوں کی پشت ہوتی ہو...

تلاوت کے دوران پاؤں کو ہاتھ لگانا یا ناک میں انگلی ڈالنا...

بغیر شرعی عذر کے لیٹ کر قرآن مجید پڑھنا، خواہ ناظرہ ہو یا زبانی...

قرآن مجید کا مطالعہ کرتے وقت حقہ یا سگریٹ پینا یا منہ میں نسوار رکھے ہوئے تلاوت کرنا...

ناجائز کاروبار میں برکت کیلئے ...قرآن پڑھنا یا..... پڑھوانا...قرآنی

حروف والی انگوٹھی پہن کر بیت الخلاء میں جانا...

اخبارات میں قرآنی آیات کی اشاعت کرنا اور پھر انہیں عام کاغذوں کی طرح زمین پر پھینک دینا...

اخبار ورسائل وغیرہ جن میں آیات قرآنی ہوں ان کو دستر خوان وغیرہ کیلئے استعمال کرنا...

قرآن کریم کے نقوش والے کیلنڈر یا کتابوں کی طرف پاؤں پھیلانا...

مونوگرام یا گفٹ کی اشیاء وغیرہ پر آیات لکھنا کہ جس سے بے ادبی کا اندیشہ ہو...

قرآن مجید کی آیات کو مصوری اور خطاطی کے مختلف ڈیزائنوں میں اس طرح لکھنا کہ پڑھنے والے نہ سمجھ سکیں اور غلط پڑھیں سخت بے ادبی ہے... قرآن مجید کو میت کے ساتھ قبر میں رکھنا...

قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کو عام کوڑا کرکٹ کے ڈھیر میں پھینکنا (اگر ضرورت پیش آئے تو ایسے اوراق جمع کر کے نہر یا دریا کے پانی میں بہا دینا چاہئے...)

قرآنی آیات والا کاغذ کھلی حالت میں بیت الخلاء لے جانا (چاندی چمڑے وغیرہ میں بند ہو تو مستثنیٰ ہے)... آیات قرآنی یا قرآن مجید کو حقیر سمجھتے ہوئے آگ میں ڈالنا...

لہو ولعب کی مجالس کی ابتداء تلاوت قرآن سے کرنا... جس نے قرآن پاک کی تلاوت کی اور گمان کیا کہ کوئی شخص اس سے افضل چیز کا حامل ہے تو اس نے کلام اللہ کی توہین کی... (بکھرے موتی)

علماء کی بے ادبی کسی صورت جائز نہیں

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کسی عالم سے فرض کیجئے کہ آپ کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو مسئلہ میں اختلاف کرنا تو جائز ہے جب اپنے کو حق پر سمجھے لیکن بے ادبی اور تمسخر کرنا کسی حالت میں جائز نہیں ہے کیونکہ بے ادبی اور تمسخر کرنا دین کا نقصان ہے اور اختلاف کرنا محبت سے یہ عین

دین ہے دین جائز ہے اور خلاف دین جائز نہیں...

اختلاف رائے اگر اہل اللہ اور علماء میں ہو جائے تو مضائقہ نہیں لیکن بے ادبی یا تذلیل کسی حالت میں بھی جائز نہ ہوگی اس لیے کہ وہ بہر حال عالم دین ہے جس سے آپ اختلاف کر سکتے ہیں مگر اس کا مقام و منصب بطور نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے اس کی عظمت واجب ہوگی...

ہم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ پر عمل کرتے ہیں امام شافعی رحمہ اللہ پچاسیوں مسئلوں میں ان سے اختلاف کرتے ہیں مگر ادنی درجے کی بے ادبی قلب میں امام شافعی رحمہ اللہ کے نہیں آتی اور جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ واجب التعظیم ہیں ویسے ہی امام شافعی رحمہ اللہ بھی دونوں آفتاب و ماہتاب ہیں دونوں سے نور اور برکت حاصل ہو رہی ہے کسی طرح جائز نہیں کہ ادنیٰ درجہ کی گستاخی دل میں آ جائے...(جواہر حکمت)

آیات واحادیث اور اللہ کے نام کی بے ادبی کرنا

اس کا گناہ ہونا تو ظاہر ہے اور معلوم و مشہور ہے لیکن آج کل کتابت و طباعت کی کثرت اور بالخصوص اخبارات و رسائل کی بھرمار کے سبب یہ گناہ ایسا عام ہو گیا کہ کوئی گھر، کوئی گلی کوچہ، کوئی مسلمان اس سے خالی نہ رہا، جگہ جگہ کاغذ بکھرے نظر آتے ہیں جن میں اللہ کا نام یا آیات و احادیث یا مسائل فقہیہ ہوتے ہیں جن کی تعظیم واجب اور بے ادبی گناہ ہے... خصوصاً قرآن مجید اور سپاروں کے بوسیدہ اوراق عموماً مسجد کے طاقوں وغیرہ میں رکھ دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس کے حق سے فارغ ہو گئے حالانکہ وہ ان طاقوں سے بذریعہ ہوا اُڑ کر گلی کوچوں میں پہنچتے ہیں اور اس ساری بے ادبی کا گناہ رکھنے والے کو ہوتا ہے...

ایسے قرآن مجید یا کتب دینیہ جو بوسیدہ اور دریدہ ہو کر قابل انتفاع نہ رہیں، ان کے لیے حکم یہ ہے کہ کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر کسی محفوظ زمین میں دفن کر دیا

جائے یا کہیں تعمیر ہوتی ہو تو بنیادوں میں طاق بنا کر رکھ دیا جائے...

اور جس طرح ایسے اوراق کو بے ادبی کی جگہ ڈالنا گناہ ہے اسی طرح ایسے اخبار و رسائل جن کے متعلق عادت غالبہ سے یہ معلوم ہو کہ وہ ردّی میں ڈالے جائیں گے، آیات قرآنی یا حدیث وغیرہ کا ان میں لکھنا بھی جائز نہیں....

اگر ان اخبارات کی بے ادبی ہوئی تو اس کا گناہ جیسے بے ادبی کرنے والوں کو ہوگا ایسے ہی اس کے لکھنے اور چھاپنے والوں کو بھی ہوگا بلکہ ایسے اخبارات میں اگر کوئی مضمون اس قسم کا لکھنا ہے....تو اصل عبارت کے بجائے ترجمہ لکھنے پر اکتفاء کریں، اگرچہ ترجمہ بھی قابل تعظیم و ادب ہے اور اس کی بے ادبی بھی بری ہے مگر پھر بھی کچھ فرق ہے...

اسی طرح عام خطوط میں بھی آیات واحادیث نہیں لکھنا چاہیے کہ وہ عموماً ردّی میں ڈالے جاتے ہیں...اور شاید اسی لیے اکابر سے یہ طریقہ منقول ہے کہ خطوط میں بجائے....بسم اللہ کے اس کا عدد (۷۸۶) لکھتے ہیں اور بجائے اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنے کے ''بفضلہٖ تعالیٰ'' لکھتے ہیں...

مسئلہ: جس کاغذ پر قرآن کی کوئی آیت یا حدیث یا مسائل شرعیہ لکھے ہوئے ہوں اس میں کسی چیز کو لپیٹنا پیکنگ کرنا برا ہے...(عالمگیری درمختار)

مسئلہ: ایسے کاغذات کی طرف پاؤں پھیلانا بھی گناہ ہے...(عالمگیری)

تنبیہ: ہزاروں مسلمان (طلبہ) آج ان بے لذت و بے فائدہ گناہوں میں مبتلا ہیں اور یہ ایسے گناہ ہیں کہ جن سے آخرت کی سزا کا تو خطرہ ہے ہی ان کا وبال دُنیا میں بھی عموماً آفات اور بلاؤں....:

قحط وگرانی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جن میں آج کل ساری دُنیا مبتلا ہے، مگر افسوس کہ ان کے ازالہ کے اصلی اسباب کی طرف کسی کی توجہ نہیں...(گناہ بے لذت،ص:۲۷)

شرعی احکام کی حکمتیں پوچھنا بہت بے ادبی ہے

جمعہ کی دو اذانوں کے متعلق ذکر ہو رہا تھا... ایک صاحب نے پوچھا کہ ان میں اصل کونسی ہے؟ فرمایا کہ دونوں اصل ہیں' ایک بھی زائد نہیں جس کو ترک کیا جا سکے... البتہ جواب پہلی اذان ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بالاجماع مقرر ہوئی ہے لیکن اس کو زائد کہنے کا تو یہ حاصل ہے کہ یہ فضول ہے تو کیا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر گمراہی کا خیال کیا جاوے گا...

پھر انہوں نے یہ عرض کیا کہ میرا مقصود دریافت کرنے سے یہ ہے کہ پھر دوسری اذان کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا کہ آپ اس کا جواب دیدیجئے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو کیوں پیدا کیا' اس کی کیا ضرورت ہے' آپ اس کی حکمتیں بتا دیں؟ میں اذان ونماز اور سارے احکام کی حکمتیں بتا دوں گا...

انہوں نے کہا کہ مجھے اعتراض مقصود نہیں ہے... سوال عن الحکمت مقصود ہے' مثلاً خدا تعالیٰ نے انسان کو اس لیے پیدا فرمایا تاکہ میں پہچانا جاؤں...

اس پر حضرت والا نے فرمایا اس قسم کے سوالات ادب کے خلاف ہیں اس وجہ سے مجھ کو پریشانی ہوئی اور چونکہ بے ادبی کا سوال تھا اس وجہ سے میں نے سختی کے ساتھ آپ سے وہ سوال کیا اگر ایسا نہ کرتا تو آپ کو اپنی بے ادبی کا حال بھی نہ معلوم ہوتا... میرے سوال کا حاصل یہ ہے کہ جب احکام تکوینیہ کی حکمتیں نہیں پوچھتے تو احکام تشریعیہ کی حکمتیں کیوں پوچھی جاتی ہیں؟ وہ بھی خدا ہی کا کیا ہوا ہے پھر اس کی کیا وجہ کہ ایک حکمت نہیں پوچھی باغی تو یہ سوال کر سکتا ہے مطیع وفرمانبردار کو حق ایسے سوال کرنے کا نہیں ہے... یہ وسوسہ ہے اس کو قلب سے نکالنا چاہیے... یہ ہلکی بات نہیں جس کی عظمت قلب کے اندر ہوتی ہے اس کی تجویزوں پر سوال نہیں کیے جا سکتے... مجھ

سے اس جلسہ میں کسی نے یہ سوال نہیں کیا کہ اس طرح کی ٹوپی کیوں پہنی کیونکہ میری عظمت ہے... افسوس خدا کی اتنی عظمت بھی نہیں کتنے ڈوب جانے کی بات ہے کہ خدا کی اتنی عظمت بھی نہیں جتنی ایک ناپاک مخلوق کی' میرا تو رونگٹا کھڑا ہوگیا... کسی انگریز سے تو قانون کی حکمتیں پوچھ لیجئے...

اس وقت معلوم ہوگا کہ ایسے سوال کا کیا اثر ہے... خدا نے ہمیں عمل کے لیے پیدا کیا ہے سوالات کے لیے پیدا نہیں کیا... عمل کا طریقہ جب معلوم ہے پھر سوالات کی کیا غرض ہے... میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا اور چیزوں کی مثلاً نماز' روزہ اور حج وزکوٰۃ سب کی حکمتیں معلوم کر لی ہیں کہ جو کہا جاوے کہ صرف اس اذان کی حکمت باقی رہ گئی ہے' وہ معلوم کی جاتی ہے' لوگ مولویوں کو سخت بتلاتے ہیں جب سخت بات ہوگی تو اس کا جواب بھی سختی ہی سے دیا جاوے گا...

کسی بادشاہ کے خلاف معتاد دو سال میں بچہ ہوتا ہو اس سے کوئی اتنا تو پوچھے کہ تمہارے بیوی کے دو سال میں کیوں بچے ہوتے ہیں ذرا کوئی پوچھ کر تو دیکھے... اس سے کم نہیں ہے خدا سے یہ سوال کرنا یا کسی دوست سے اس کی بیوی کا نام پوچھے' جب اتنی ہمت نہیں تو اس سے بڑے سوال کی کیوں ہمت ہوئی... صحبت نہ ہونے کی خرابی ہے' وظیفوں سے کچھ نہیں ہوتا' صحبت سے آنکھیں کھلتی ہیں مجھ کو تو یہ بات سخت ناگوار ہوتی ہے جو لوگ مولویوں سے پوچھتے ہیں کہ فلاں بات کیوں ہے فلاں کیوں میرا تو رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے' ان باتوں کا تو یہ جواب کافی ہے کہ بس خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے البتہ یہ ثابت کرنا ہمارے ذمہ ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے... بس یہ سیدھا طرز ہے مگر مذاق خراب ہو گئے ہیں... بری چیزوں کی برائی قلب میں نہیں رہی' خدا کی عظمت اور قدر مؤمن کے دل میں پوری ہونی چاہیے... میں تو کہا کرتا ہوں کہ بعض علماء کو حکمتیں خوب معلوم ہیں لیکن چونکہ سائل کو پوچھنے کا منصب نہیں ہے اس لیے جواب نہیں دیا جاتا ہے...

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

مثلاً ہمیں اپنے والد اور والدہ کی عمر معلوم ہے مگر کسی کو کیا حق ہے پوچھنے کا، ہمیں معلوم ہے مگر نہیں بتلاتے فضول سوال ہے کیوں بتلا دیں... اگر خدا کے کاموں کی حکمتیں نہ معلوم ہوں تو کسی ضروری مقصود میں تو کوئی خرابی نہیں پڑتی، نہ کوئی کام ان پر موقوف ہے، نماز کے اسرار نہ معلوم ہوں تو کیا اجر کم ملے گا....

بلکہ بعض اوقات.... جن کو اسرار کا علم ہے.... وہ شاید اسی میں رہ جاویں کہ رکوع کی یہ حکمت ہے.... سجدہ کی یہ حکمت ہے.... اور جس کو کچھ نہیں معلوم ہے.... وہ حکم سمجھ کر عبادت کیے جاوے گا...

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کبھی یہ سوال نہیں کیے کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز پانچ وقت کی کیوں ہوئی یا روزے ایک ماہ کے کیوں ہوئے جس بات میں حق تعالیٰ تک یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تک گستاخی پہنچے اس میں مجھ سے ضبط نہیں ہوتا...

حالانکہ میں ان سائل بزرگ کا بہت ادب کرتا ہوں مگر کیا کروں یہ بات بہت ہی گراں معلوم ہوتی ہے... ذوقی طور پر یہ کیسی عبدیت ہے یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مقام کیا ہے... کیا وجہ ہے کہ آج ان کے فعل کی حکمت پوچھی جاتی ہے....

بالکل بدگمانی ہے... گویا انہوں نے (نعوذ باللہ) بالکل فضول حرکت کی کہ انہیں کمیٹی میں شریک نہیں کیا...

بڑی غلطی کی تہجد گزار وظیفہ خوار اور اتنی عقل نہیں کہ یہ بات کہاں تک پہنچی ہے اگر اس پر کسی کو مجھ سے ناگواری ہو... ہوا کرے جب نہی عن المنکر کا قصد کیا ہے تو سب برداشت کرنا پڑے گا جو شخص شریعت کا ادب نہ کرے، ہمیں کیا ضرور ہے اس کا ادب کرنا... (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۸)

سوء ادب سے بچنا ضروری ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایسی خشکی بھی نہیں چاہیے کہ جس سے سوء ادب لازم آئے جیسا کہ ایک نجدی کا واقعہ ہے کسی مجوز توسل سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دیتے ہو اس کا کوئی بھی اثر نہیں اور اس کے بعد یہ کیا کہ اونٹ بیٹھا تھا اس سے خطاب کیا کہ میں تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دیتا ہوں تو کھڑا ہو جا وہ نہیں کھڑا ہوا پھر ایک ڈنڈا مارا تو کھڑا ہو گیا کہنے لگا یہ ڈنڈا مؤثر ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے دیکھیے کہ کیسا برا عنوان ہے...

اس مجوز نے جواب میں یہ کیا کہ ایک بیٹھے ہوئے اونٹ سے کہا کہ میں تجھ کو خدا تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کھڑا ہو جا وہ نہیں کھڑا ہوا پھر ایک ڈنڈا مارا تو کھڑا ہو گیا اور کہا کہ کیا ڈنڈا اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے بھی زیادہ مؤثر ہے افراط و تفریط دونوں ممنوع ہیں یہ باتیں جہل کی بدولت ہوتی ہیں جہل بہت ہی بری چیز ہے یہ کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے کانپور کا واقعہ ہے کہ میرے پاس دو شخص آئے ایک مولوی صاحب اور ایک عامی باہمی جھگڑا یہ تھا کہ مولوی صاحب تو یہ کہتے تھے کہ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبدالقادر جیلانی کو قطعی جنتی نہیں سمجھنا چاہیے اور وہ جاہل یہ کہتا تھا کہ جب وہ جنتی نہیں تو اور کون جنتی ہوگا میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ عام لوگوں سے ایسے واقعات میں گفتگو کرنا ہی مناسب نہیں یہ لوگ خالی الذہن ہوتے ہیں ان کا سمجھانا مشکل ہے بخلاف اہل علم کے کہ ان کے ذہن میں مبادی ہوتے ہیں ان کا سمجھا دینا آسان ہے اور میں نے اس عامی شخص سے کہا کہ واقعی اگر وہ جنتی نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا اس میرے کہنے پر مولوی صاحب کو پریشانی پیدا ہوئی اور سوچنے لگے کہ کیا دلیل بیان ہوگی جنتی ہونے کی پھر میں نے اس شخص سے دریافت کیا کہ پہلے یہ بتلاؤ کہ سیدنا حضرت

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی جنتی ہیں یا نہیں اس نے کہا یقیناً جنتی ہیں میں نے دریافت کیا کہ سیدنا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے سے پھر میں نے دریافت کیا کہ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا کہا کہ اولیاء امت کی شہادت سے میں نے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اولیاء کے ارشاد میں کچھ فرق سمجھتے ہو یا نہیں کہ زمین آسمان کا فرق ہے.... میں نے دریافت کیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اولیاء کے دونوں کے ارشاد میں فرق سمجھتے ہو تو ان کے اثر میں بھی فرق سمجھتے ہو کہا کہ ضرور میں نے دریافت کیا تو پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور حضرت غوث پاک رحمہ اللہ کے جنتی ہونے میں بھی وہی فرق سمجھتے ہو گے کہا کہ ہاں تب میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ لیجئے حضرت جو عقیدہ آپ کا ہے وہی اس شخص کا ہے فرق دونوں میں صرف عنوان کا ہے یہ جس کو یقین کہتا ہے آپ اس کو غلبہ ظن کہتے ہیں مگر بات ایک ہی ہے اس پر مولوی صاحب بہت خوش ہوئے میں نے کہا کہ مولوی صاحب عوام الناس کو بلا ضرورت اور بلا وجہ پریشان کرنا اور متوحش بنانا اور بدون دلیل کے ان پر بدگمانی کرنا اور سوءِ ظن کرنا جائز نہیں...

دیکھیے اصل مقصد میں دونوں متفق تھے اس لیے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے سے حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے جنتی ہونیکا درجہ کم سمجھتا تھا اسی فرق کا نام عدم قطعیت ہے جس پر مولوی صاحب اس سے الجھ رہے تھے حدود کے نہ سمجھنے سے اس قسم کی تشویشات پیدا ہوتی ہیں...

ادب نہ ہونے کے سبب بے برکتی

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خیرو برکت کہاں سے ہو دنیا سے ادب ہی اٹھ گیا اس ادب نہ ہونے کی وجہ سے بھی بہت سی

پریشانیاں اور بے برکتیاں مخلوق کے گلوگیر ہوگئی ہیں اور میری مراد ادب سے ادب متعارف یعنی تعظیم نہیں بلکہ حقیقی ادب مراد ہے وہ یہ کہ ہر شے اپنی حد پر رہے جس کے لوازم میں سے ایک یہ امر بھی ہے کہ ایک سے دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے....

بس یہ ادب ہے صرف تعظیم وتکریم حقیقی ادب نہیں ہاں کسی محل میں یہ تعظیم بھی ادب ہے جبکہ رعایت حدود تعظیم کو مقتضی ہو چنانچہ ایسا ادب اللہ کے نام کا ہونا چاہئے جیسے نواب ٹونک نے اپنے آرام کیلئے ایک مکان بنوایا تھا اس میں مستری نے یعنی معمار نے نواب صاحب کی دینداری کے خیال سے انکو خوش کرنے کی غرض سے ایک اونچے مقام پر لفظ اللہ لکھ دیا جب مکان تیار ہوگیا..نواب صاحب نے آکر دیکھا نام پاک پر بھی نظر پڑی تو فرمایا کہ اب رہنے کا مکان نہیں رہا....

اس میں رہنا بے ادبی ہے بلکہ ادب کی جگہ ہوگئی اس مکان میں وہ رہ سکتا ہے جو ہر وقت اللہ اللہ کر سکے اب یہ عبادت گاہ ہے اور رہنے کے واسطے دوسرا مکان بنایا جائے اور اس مکان میں جا کر نواب صاحب نماز وغیرہ پڑھتے تھے..تو ایسا ادب تو اللہ ہی کے نام کا ہونا چاہئے..باقی مخلوق کا ادب اس کی حقوق کی رعایت ہے جس کی روح راحت رسانی ہے..مگر اب وہ زمانہ ہے کہ نہ بیٹے کو باپ کا ادب نہ باپ کو بیٹے کا ادب نہ شاگرد کو استاذ کا ادب نہ استاذ کو شاگرد کا ادب نہ مرید کو پیر کا ادب نہ پیر کو مرید کا ادب نہ بیوی کو خاوند کا ادب نہ خاوند کو ادب بایں معنی صرف چھوٹوں کے ذمہ بڑوں ہی کا نہیں بلکہ بڑوں کے ذمہ چھوٹوں کا بھی ہے اور وہ ادا کرنا ہے حقوق کا اور ادا حقوق کیلئے لازم ہے راحت رسانی پس ہر شخص کو اس کے خیال رکھنے کی ضرورت ہے مگر افسوس کہ اس باب میں عوام تو عوام خواص تک بکثرت کوتاہی کرتے ہیں صرف چند چیزوں کو لوازم بزرگی سمجھ رکھا ہے اور معاشرت کو دین کی فہرست سے بالکل ہی نکال دیا حق تعالیٰ فہم سلیم عطاء فرمائیں..(ملفوظات حکیم الامت جلد ۵)

حمائل شریف منبر کی بیچ کی سیڑھی پر رکھنا بے ادبی ہے

ایک بار کسی صاحب نے خانقاہ کی مسجد کے منبر کی بیچ کی سیڑھی پر حمائل رکھ دی... حضرت والا کی اس پر نظر پڑی تو حضرت والا نے فرمایا کہ حمائل کو اس جگہ اس طرح رکھنا بے ادبی ہے کیونکہ اس سیڑھی پر خطیب پاؤں رکھتا ہے... گو حمائل جزدان میں ہے مگر چونکہ جزدان اس وقت حمائل سے لپٹا ہوا ہے اور الگ نہیں ہے اس لیے حمائل اور زینہ کے درمیان میں جزدان کا حائل ہونا بے ادبی سے بچنے کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ اس جزدان کے نیچے یعنی منبر کی سیڑھی کی سطح کے اوپر اگر کوئی کپڑا رکھا ہوا ہوتا اور اس کپڑے پر حمائل ہوتی تو بے ادبی نہ ہوتی البتہ اگر یہاں جزدان حمائل سے الگ ہوتا اور حمائل اس کے اوپر ہوتی تو گو جزدان کے نیچے کوئی کپڑا بھی نہ ہوتا مگر بے ادبی نہ ہوتی کیونکہ اس وقت بھی گو حمائل سیڑھی پر ہوتی مگر عرفاً یہ کہا جاتا کہ حمائل جزدان پر رکھی ہے اور جزدان پر رکھنا ظاہر ہے کہ بے ادبی نہیں اور اب جبکہ حمائل جزدان میں لپٹی ہوئی ہے...

اگرچہ جزدان منبر کی سیڑھی اور حمائل کے درمیان میں حائل ہے مگر اس وقت عرفاً یہ نہیں کہہ سکتے کہ حمائل جزدان پر رکھی ہے بلکہ یہی کہا جائے گا کہ منبر کی سیڑھی پر رکھی ہے اور حمائل کا مسجد کی سیڑھی پر رکھنا خلاف ادب ہے... اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص لنگی زمین پر بچھا کر اس پر بیٹھ جائے تو اس شخص کو جالس علی الارض نہیں کہیں گے بلکہ یہ کہیں گے کہ لنگی پر بیٹھا ہے البتہ اگر اس لنگی کو وہ باندھ کر بیٹھے گا تو اس کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ زمین پر بیٹھا ہے اس کو لنگی پر بیٹھنے والا نہیں کہا جائے گا حالانکہ لنگی اب بھی اس شخص کے جسم کے اور زمین کے درمیان حائل ہے... پھر فرمایا کہ ادب کا مدار عرف پر ہے یعنی کوئی فعل جو فی نفسہ مباح ہو اگر عرفاً بے ادبی سمجھا جائے گا تو شرعاً بھی وہ فعل بے ادبی میں شمار ہوگا... (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۰)

بنی اسرائیل کی بے ادبی کا انجام

بنی اسرائیل کو حکم ہوا تھا کہ ایک گائے کی قربانی کرو انہوں نے اس حکم میں حجتیں نکالنا شروع کیں کہ بتلایئے گائے کیسی ہو بتلایا گیا کہ جوان گائے ہو کہا یہ بھی بتلایئے کہ اس کا رنگ کیسا ہو حکم ہوا کہ رنگ زرد ہونا چاہئے پھر کہا کہ ٹھیک ٹھیک اور مشرح بتلایئے کہ کیسی گائے ہو اب تک ہماری سمجھ میں پوری حالت اس کی آئی نہیں حکم ہوا کہ ایسی گائے ہو کہ جس سے نہ جوتنے کا کام لیا گیا ہو اور نہ سینچائی کا کام لیا گیا ہو اور بالکل یک رنگ ہو کہیں اس میں داغ دھبہ نہ ہو چنانچہ ایسی گائے ان کو تلاش کرنا پڑی اور بہ ہزار وقت رقم کثیر خرچ کر کے بہم پہنچی... حدیث میں آیا ہے کہ اگر بنی اسرائیل اتنی حجت نہ کرتے اور جیسے ہی حکم ہوا تھا فوراً کوئی سی گائے ذبح کر ڈالتے تو کافی ہو جاتی یہ تنگی کثرت سوال کی وجہ سے ہوئی حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس امت کو حق تعالیٰ نے خود ہی اس فعل سے منع فرما دیا چنانچہ ارشاد ہے....

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ

(اے ایمان والو وہ باتیں مت پوچھو کہ اگر ظاہر کر دی جاویں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو) اور آگے یہ بھی فرما دیا

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ

یعنی تم سے پہلی امت نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ احکام میں اس طرح حجتیں کرتے تھے گویا تحقیق کر رہے ہیں لیکن جب حکم ہوتا اور اس کی پوری شرح کر دی جاتی تو اس کی امتثال سے انکار کر دیتے ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ حجتیں کرنا اسی بات کی علامت ہے کہ اس شخص کو کام کرنا منظور نہیں کام کرنے والا ہمیشہ ڈرا کرتا ہے کہ خدا جانے مجھ سے تعمیل ہو سکے گی یا نہیں اسی واسطے وہ اپنے اوپر تنگی کو اختیار کرتا ہے بنی اسرائیل بڑے سرکش تھے انہوں نے حجتیں چھانٹیں اور تقریریں کر کر کے اپنے

اوپر مصیبت لادی اس امت پر خدا کا فضل رہا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم حکم کو سن کر اس میں شکوک اور احتمالات نہ نکالتے تھے... (خطبات حکیم الامت ج۲۶)

روضہ نبوی کی گستاخی کرنے والوں کی سزا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے خطبات میں اس واقعہ کو یوں نقل فرمایا ہے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند صدی بعد (یاد نہیں رہا کس بادشاہ کے وقت میں) دو شخص مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو نکالنے کے لیے آئے تھے... مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا اور دن بھر نماز و تسبیح میں مشغول رہتے تھے' لوگ ان کے معتقد بھی ہو گئے تھے' زاہد مشہور ہو گئے تھے' وہ کم بخت رات کے وقت اس مکان سے قبر شریف کی طرف سرنگ کھودتے تھے اور جس قدر سرنگ کھود لیتے راتوں رات مٹی مدینہ سے باہر پھینک آتے تھے اور جگہ برابر کر دیتے تھے تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے کئی ہفتہ تک وہ لوگ سرنگ کھودنے میں مشغول رہے جب ادھر ان لوگوں نے یہ کام شروع کیا....

حق تعالیٰ نے اس زمانہ کے سلطان کو (نام یاد نہیں رہا) بذریعہ خواب کے متنبہ کر دیا' خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے چہرہ مُبارک پر حزن و غم کے آثار ہیں اور آپ اس بادشاہ کا نام لے کر فرما رہے ہیں کہ مجھے ان دو شخصوں نے بہت ایذا دے رکھی ہے جلد مجھے ان سے نجات دو' خواب میں دونوں شخصوں کی صورت بھی بادشاہ کو دکھلا دی گئی... خواب سے بیدار ہو کر بادشاہ نے وزیر سے اس کا تذکرہ کیا' وزیر نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں کوئی حادثہ پیش آیا ہے آپ جلد مدینہ تشریف لے جائیں' بادشاہ نے فوراً فوج لے کر بہت تیزی کے ساتھ مدینہ کی طرف سفر شروع کیا اور بہت جلد مدینہ پہنچ گیا' اس عرصہ میں وہ لوگ بہت سرنگ کھود چکے تھے اور بالکل جسد اطہر کے قریب پہنچ گئے تھے... ایک دن کی بادشاہ کو اور تاخیر ہو جاتی تو وہ

لوگ اپنا کام پورا کر لیتے' بادشاہ نے مدینہ پہنچ کر تمام لوگوں کی مدینہ سے باہر دعوت کی اور سب کو مدینہ سے ایک خاص دروازہ سے باہر نکلنے کا حکم کیا اور خود دروازہ پر کھڑے ہو کر ہر شخص کو خوب غور سے دیکھتا جاتا تھا... یہاں تک کہ مدینہ کے سب مرد شہر سے باہر نکل آئے مگر ان دو شخصوں کی صورت نظر نہ پڑی جن کو خواب میں دیکھا تھا اس لیے بادشاہ کو سخت حیرت ہوئی اور لوگوں سے کہا کہ کیا سب لوگ باہر آ گئے' لوگوں نے کہا کہ اب کوئی اندر نہیں رہا' بادشاہ نے کہا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا' ضرور کوئی اندر رہا ہے' لوگوں نے کہا کہ دو زاہد اندر رہ گئے ہیں وہ کسی کی دعوت میں جایا نہیں کرتے اور نہ کسی سے ملتے ہیں' بادشاہ نے کہا مجھے ان ہی سے کام ہے... چنانچہ جب وہ پکڑ کر لائے گئے تو وہ بعینہ وہ دو صورتیں نظر پڑیں جو خواب میں دکھلائی گئی تھیں ان کو فوراً قید کر لیا گیا اور پوچھا گیا کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ایذا دی ہے...

چنانچہ بڑی دیر کے بعد انہوں نے اقرار کیا کہ ہم نے جسد اطہر کے نکالنے کے لیے سرنگ کھودی ہے... چنانچہ بادشاہ نے وہ سرنگ دیکھی تو معلوم ہوا کہ قدم مُبارک تک پہنچ چکی ہے... بادشاہ نے قدم مُبارک کو بوسہ دے کر سرنگ بند کرادی اور زمین کو پانی کی تہ تک کھدوا کر قبر مُبارک کے چاروں طرف سیسہ پلا دیا تاکہ آئندہ کوئی سرنگ نہ لگا سکے...

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مخالفین کو بھی جسد اطہر کے صحیح و سالم ہونے کا ایسا پختہ اعتقاد ہے کہ کئی سو برس کے بعد بھی اس کے نکالنے کی کوشش کی اگر ان کو جسد اطہر کے محفوظ ہونے کا یقین نہ ہوتا تو وہ سرنگ کیوں لگاتے' محض وہم و شبہ پر اتنا بڑا خطرہ کا کام کوئی نہیں کرتے جو لوگ اہل کتاب ہیں وہ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ نبی کے جسم کو زمین نہیں کھا سکتی' وہ خوب جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق تھے مگر بوجہ عناد کے اقرار نہیں کرتے... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر موافقین و مخالفین سب کے نزدیک بالاتفاق محفوظ ہے اور مع روح ہے جیسا کہ بیان کیا گیا تو ظاہر ہے اور علماء نے بھی تصریح کی ہے... (خطبات حکیم الامت جلد ۳۱)

مکمل دُرود نہ لکھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی

حضرت ابراہیم نسفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ناراض معلوم نظر آئے میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور بوسہ لے کر پوچھا اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگ اصحاب سنت اور اہل سنت والجماعۃ میں نہیں ہیں... اور میں پردیسی ہوں (شاید یہ اپنے وطن میں نہ ہوں گے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرادیا... اور فرمایا جب تم دُرود لکھتے ہو تو سلام کیوں نہیں لکھتے... چنانچہ اس کے بعد سے میں پورا دُرود سلام کے ساتھ لکھنے لگا... (القول البدیع)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ صرف دُرود مثلاً صلی اللہ علیہ یا اَللّٰھُمَّ صل علیہ یا مصلیا پڑھنا یا لکھنا اور سلام کو چھوڑ دینا آپ کی ناراضگی کے باعث ممنوع ہے...

دُرود پاک کے نہ لکھنے کی سزا

ابوزکریا رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ بصرہ کا ایک شخص جو مجھ سے متعارف تھا اس نے کہا کہ میرا ایک ساتھی تھا جو حدیث پاک تو لکھا کرتا مگر بخل کی وجہ سے کہ کاغذ زیادہ لگے گا دُرود پاک نہ لکھا کرتا تھا... میں نے اسے دیکھا تو اسے دائیں ہاتھ میں آکلے کی بیماری ہوگئی... (ابن بشکوال، القول صفحہ ۲۴۴)

فائدہ: بخل دُرود کی سزا کیسی بری ملی...

دُرود شریف لکھنے کے بجائے خط کھینچنے کی سزا

حضرت حسن بن موسیٰ الخضرمی فرماتے ہیں کہ جب میں حدیث لکھتا تھا تو جلدی کی وجہ سے دُرود شریف کے لئے ایک خط کھینچ دیا کرتا تھا... (یعنی دُرود شریف لکھنے کے بجائے ایک خط کھینچ دیا کرتا تھا) تو میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کو دیکھا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے تم حدیث لکھتے ہو تو مجھ پر درُود شریف نہیں لکھتے جیسا کہ ابوعمرو الطبر انی مجھ پر درُود شریف بھیجتے ہیں... کہتے ہیں کہ میں گھبرا کر اٹھا اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ میں کوئی حدیث بغیر صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں لکھوں گا... (القول البدیع ص ۲۵۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رُخ مبارک پھیرلیا

حضرت ابوعلی حسن بن علی العطار سے مروی ہے کہ حضرت ابو طاہر المخلص نے اپنے ہاتھ سے میرے لئے کچھ اجزاء (رسائل) لکھے تو ان میں، میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب بھی ذکر آتا تھا تو اس میں لکھا ہوتا تھا:

"قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا"

ابوعلی نے کہا کہ میں نے ان سے پوچھا کہ تم ایسا کیوں لکھتے ہو... فرمایا کہ میں بچپن میں حدیث لکھتا تھا اور جب ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آتا تو درُود شریف نہیں لکھتا تھا... پس میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ان کی طرف آگے بڑھا... راوی نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ بھی کہا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے چہرہ مبارک پھیرلیا...

میں دوسری طرف جا کر کھڑا ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخ پھیرلیا... تیسری مرتبہ بھی اسی طرح کیا تو میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مجھ سے چہرۂ مبارک ہٹاتے ہیں؟

فرمایا کہ تم اپنی کتاب میں میرا ذکر کرتے ہو تو درُود شریف نہیں لکھتے، کہا کہ میں اس وقت سے جب بھی لکھتا ہوں النبی تو صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً كَثِيْراً كَثِيْراً لکھتا ہوں... (القول البدیع ص ۲۵۶)

اہلِ مدینہ کی بے احترامی کی سزا

حضرت امام مالک رحمہ اللہ جب امیر المؤمنین مہدی کے پاس تشریف لے گئے تو بادشاہ نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرما دیجئے حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا سب سے اول اللہ جل شانہٗ کا خوف اور تقویٰ اختیار کرنا...اس کے بعد اہل مدینہ پر مہربانی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کے رہنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد پہنچا ہے کہ مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے اسی میں میری قبر ہوگی...اسی سے میں قیامت کے دن اُٹھوں گا...اس کے رہنے والے میری پڑوسی ہیں میری اُمت کے ذمہ ضروری ہے کہ ان کی نگہبانی کریں جو میری وجہ سے ان کی خبر گیری کرے گا اس کے لئے قیامت میں شفیع یا گواہ بنوں گا اور جو میرے پڑوسیوں کے بارے میں میری وصیت کی رعایت نہ کرے حق تعالیٰ شانہٗ اس کو طینۃ الخبال پلائے...دوسری حدیث میں ہے کہ طینۃ الخبال جہنمی لوگوں کا نچوڑ ہے...یعنی پسینہ...لہو پیپ وغیرہ...

ایک صاحب مدینہ منورہ گئے تو دہی کھائی تو کہا کہ مدینہ کی دہی کھٹی ہے رات نیند میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراض ہو کر فرمایا نکل جاؤ جہاں کی دہی میٹھی ہو وہاں چلے جاؤ...وہ آدمی بہت پشیمان ہوا علماء سے مشورے کئے کہ اب کسی طرح معافی کی کوئی صورت بن جائے...

مگر یہاں کس کی مجال تھی؟ آخر ایک بزرگ نے یہ مشورہ دیا کہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری دو اور ان سے درخواست کرو کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معافی کیلئے سفارش کریں...آخر وہ آدمی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہوا اور بہت رویا تو رات کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ خواب میں ملے اور فرمایا...مدینہ سے نکل جاؤ ورنہ تمہارے ایمان کا خطرہ ہے...(برکاتِ درُود شریف)

بے ادب بے نصیب

حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند میں ایک طالب علم تھا' اس کی قابلیت' ذہانت اور استعداد کا بڑا چرچا تھا' اتنا چرچا تھا کہ ویسے تو وہ سبق میں آتا ہی نہیں تھا اور اگر کبھی آجاتا اور ارادہ ہوتا کہ آج عبارت پڑھوں گا اگر اس کو موقع نہ ملتا اور کوئی دوسرا عبارت شروع کرتا تو وہ کتاب بغل میں اٹھا کر چلا جاتا تھا' بے ادبی کی انتہا تھی' استاذ کی بھی اور کتاب اور ساتھیوں کی بھی' ایک کام اور کرتا تھا کہ اگر ارادہ کرتا کہ آج سبق نہیں ہونے دینا تو وہ آتا اور اشکال پر اشکال کرتا اور اس طرح گھنٹہ ختم ہو جاتا' جیسے طلبہ عصر کے بعد نکلتے ہیں ایسے اس کے ساتھ بھی نکلتے وہ بھی ساتھ ہوتا تھا تو جہاں جاتے کھیت اجاڑ دیتے تھے اور شرارتیں کرتے تھے اور وہ کبھی یہ حرکت کرتا تھا کہ حقہ لیا ہوا ہے منہ سے لگا کر دارِ جدید کا چکر لگا رہا ہے' تو انجام یہ ہوا کہ میزان سے لے کر دورہ تک اسی دارالعلوم میں پڑھا لیکن دورہ کے سال سہ ماہی میں اس کا اخراج ہو گیا' یقیناً کوئی ناقابل برداشت حرکت کی ہوگی' جس کی وجہ سے اخراج ہو گیا..

دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ کے موقع پر 1981ء میں دستار بندی تھی' ممتاز لوگوں کی بھی دستار بندی ہوئی' جب ہم اجلاس صد سالہ کیلئے جا رہے تھے تو لاہور کے اسٹیشن پر اس طالب علم سے ملاقات ہوگئی' وہ اپنی صلاحیتوں کیساتھ اس طرح دفن ہوا کہ نام ونشان نہ رہا..

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے صفحۂ ہستی سے　　تمہارا نام تک نہ ہوگا داستانوں میں

معلوم ہوا کہ ایک ہائی اسکول میں ٹیچر ہے' لوگ سارے دیوبند جا رہے ہیں اور خوش ہیں اور وہ رو رہا ہے تو ''باادب بانصیب' بے ادب بے نصیب''..

کبھی اس پر فخر نہ کرو کہ ہمارا ذہن تیز ہے' حافظہ عمدہ ہے' میں نے دیوبند میں

ایسے طالب علم دیکھے کہ قلم برداشتہ عربی کا قصیدہ شروع کیا اور فی البدیہہ لکھا لیکن ان میں بھی اساتذہ کا ادب نہیں تھا' نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے علم سے نہ ان کو فائدہ ملا نہ دوسروں نے فائدہ اٹھایا' اس لیے میں عرض کرتا ہوں کہ ادب کا پاس رکھنا بہت ضروری ہے..(مجالس علم وذکر)

ایک نافرمان طالبعلم اور اس کی عبرت آموز داستان

کوئٹہ میں حضرت مولانا عبدالصمد صاحب ایک ملاقات میں ایک مرتبہ اسی طرح کا واقعہ سنا رہے تھے کہ رحیم یار خان میں حضرت مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے میں ایک بڑے اُستاذ تھے...مولانا عبدالواحد صاحب جو کہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے، اُن کا ایک درسی ساتھی تھا، وہ ان کے ساتھ دارالعلوم دیوبند ہی میں پڑھتا تھا، موقوف علیہ کا درجہ تھا اور ہدایہ رابع کا سبق ہو رہا تھا تو اس طالب علم نے کسی مسئلہ پر اُستاذ سے اعتراض کیا...غالباً اُستاذ اس وقت تشفی بخش جواب نہ دے سکے تو اس نے ہدایہ ہاتھ میں لے کر اُستاذ کی طرف پھینک کر ماری اور بولا ''ایسی تدریس کا کیا فائدہ؟ ایسی تو ہدایہ میں بھی پڑھا سکتا ہوں اور اس سے اچھی میں حل کرسکتا ہوں...'' یا اسی طرح کے کچھ الفاظ کہے اور طلبہ کے مجمع کے سامنے گویا اس نے اُستاذ کی بے عزتی کرلی... اُستاذ کچھ نہ بولے، بالکل خاموش رہے...اس طالب علم نے پڑھائی چھوڑ دی اور غائب ہوگیا...مولانا عبدالواحد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک طویل عرصہ کے بعد میں شہر کے اندر کہیں سے گزر رہا تھا، اچانک میری نگاہوں کے آگے ایک بوڑھا شخص آ رہا ہے جس نے اپنے گلے میں بیلٹ کے ذریعہ ایک چوکور لکڑی کا ڈبہ لٹکا رکھا ہے...اس میں پان سگریٹ وغیرہ رکھا ہوا ہے اور گلیوں، سڑکوں میں اس طرح گھومتا پھرتا پان، بیڑی، سگریٹ فروخت کر رہا ہے...میں نے جب اس کو غور سے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ تو وہی میرا درسی ساتھی تھا جس نے ہدایہ شریف کی اور اُستاذ کی بیک وقت بے حرمتی کی تھی، شکل بگڑی ہوئی، چہرے پر داڑھی ندارد...میں نے اسے روکا اور اس کا نام لیا تو وہ جھجکا

اور کچھ دیر کے لیے وہ رُکا، مجھے پہچاننے کی کوشش کرنے لگا تو میں نے اپنا نام بتا دیا اور وہ پہچان گیا... پھر میں نے اس کی حالت کے بارے میں پوچھا اور اس کو کتاب و اُستاذ کی بے حرمتی والا واقعہ بھی یاد دِلایا تو اس نے گردن نیچی کرلی اور افسوس کرتے ہوئے کہنے لگا "آج جو میری حالت ناگفتہ بہ نظر آ رہی ہے، یہ سب اسی واقعہ کی وجہ سے تو ہے..." پھر وہ بھی آگے چلتا بنا اور میں اپنی منزل کی طرف چل پڑا...

ایک اور گستاخ طالب علم کا حال

آج بھی بلوچستان کے ایک شہر میں این جی اوز کے ایک سکول میں ایک مولوی روپے کی حرص میں اپنی اور اپنے علم کی توہین میں مصروف ہے... راقم اس کو بھی خوب اچھی طرح جانتا ہے... وہ کراچی کی ہی ایک عظیم درس گاہ کے چمن میں علم کا خوشہ چیں رہا، مگر وہ اکثر و بیشتر اساتذہ کی بے حرمتی، گستاخی اور بے ادبی کرتا رہتا تھا... اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ زمانہ طالب علمی میں ہی قابل تھا مگر اب وہ پورے علاقے کے اہل مدارس اور علماءِ کبار کی نظروں سے گر چکا ہے، کسی بھی مدرسہ میں اس کو تدریس کے لیے جگہ نہیں ملتی کیوں کہ روپے کی حرص مدارس میں پوری نہیں ہوسکتی تھی، اس لیے اب وہ یہود و نصاریٰ کی سرپرستی میں شغل کررہا ہے... اس قسم کی اور بہت سی مثالیں ہیں جو طلبہ اور علماء کے ماحول میں مذکور ہوتی رہتی ہیں...

ان واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے... حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے زمانہ طالب علمی میں ممکن ہے، کچھ بھول چوک سرزد ہوگئی ہو جس کی وجہ سے قوت حافظہ متاثر ہوگئی اور پڑھا ہوا سبق یادداشت سے غائب ہوجاتا تھا تو اُنہوں نے اپنے اُستاذ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی شکایت کی تھی... اُستاذ نے جواب میں کہا "گناہ کرنا چھوڑ دو! کیوں کہ گناہ کی صفت ظلمت کی ہے اور علم کی صفت نور کی ہے، یہ دونوں ایک دِل میں جمع نہیں ہوسکتے..."

فان العلم نور من الله و نور الله لایعطی لعاصی

تو پھر اساتذہ اور اپنے سرپرستوں اور رُوحانی باپ کی بے ادبی و بے عزتی و گستاخی بھی عظیم اخلاقی گناہ ہے...

شاعرِ مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ نے طلبہ کو ایک نصیحت کی تھی، اسی پر اپنی بات ختم کرتا ہوں:

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے — کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو — کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

(ضرب کلیم)......(ماخذ "ضرب مومن" کراچی)

بے ادبی و گستاخی کے چند واقعات

پہلا واقعہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۱ھ میں حدیث پڑھنے کے لیے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گنگوہ پہنچے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ دورۂ حدیث میں میری ایک حدیث بھی کبھی نہیں چھوٹی، کاندھلہ قریب تھا مگر میں خود جانے کا نام تو کیا لیتا والدہ کے اصرار پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ مجھے خود امر فرماتے تو سبق کے حرج کا عذر کر دیتا تھا، عید کے موقع پر حضرت نے یہ وعدہ فرمایا کہ سبق میں تمہارا انتظار کیا جائے گا اور مجھے حکم دیا کہ تمہاری والدہ کا بار بار تقاضا ہے، جاؤ گھر ہو آؤ... لہٰذا میں کاندھلہ چلا گیا اور فوراً واپس آ گیا جو صاحب قرأت کیا کرتے تھے وہ ایک ولایتی طالب علم تھے، وہ ترمذی کا ایک باب چھوڑ کر دوسرے باب سے شروع کرنے لگے، ہر چند میں نے اور دیگر شرکاء سبق نے اصرار کیا کہ ایک باب چھوٹ گیا مگر وہ یہی کہتے کہ نہیں وہ ہو چکا، چند روز بعد دوسری مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ کاندھلہ ہو آؤ، میری زبان سے نکلا کہ حضرت پہلی ہی مرتبہ کا تعلق ہے کہ ایک باب چھوٹ گیا ہے، حضرت

نے فرمایا اچھا کل اس کو پڑھائیں گے... چنانچہ دوسرے دن وہ باب پڑھایا اور اتنی طویل تقریر فرمائی کہ حد نہیں، اس دن قرأت کرنے والا کچھ ایسا مدہوش تھا کہ سبق کم ہونے پر اس کو غصہ آیا اور جب تقریر تمام ہو چکی تو میری طرف مخاطب ہو کر کہا: ''اور کوئی حدیث رہ گئی ہو تو وہ بھی پڑھ لو...''

میں اور حضرت اقدس دونوں چپ رہ گئے، حضرت نے زبان سے تو کچھ نہ کہا مگر غصہ کی وجہ سے چہرہ سرخ ہو گیا، سنا ہے کہ یہ طالب علم کچھ ہی مدت بعد باؤلا ہو گیا اور عقل جاتی رہی، ''**نعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ وغضب اولیائہ**'' (سوانح عمری حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۱۵۴، ۱۵۵، بحوالہ تذکرۃ الخلیل)

دوسرا واقعہ

حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص حضرت قاری عظیم بخش صاحب زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں:

حضرت نے اسی مجلس میں کراچی کے ایک شاگرد کا واقعہ بیان فرمایا کہ ملنے کے لیے کراچی سے آیا تو معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس کی شادی کا بندوبست نہیں ہو رہا تو میں نے کہا اگر تو راضی ہے تو میں آپ کی شادی کا بندوبست کرا دوں؟ تو اس نے کہا جی بہتر ہے تو حضرت قاری صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس کے لیے بہت اچھے اور دین دار گھرانے میں رشتہ کی بات طے کرادی... الحمد للہ! بچی حافظہ اور عالمہ تھی، بات پختہ ہونے پر میں نے اس کو کراچی خط لکھ دیا کہ آپ خط ملتے ہی فوراً آ جائیں، آپ کی شادی کا بندوبست بہت اچھے اور نیک گھرانے میں ہو گیا، بچی حافظہ، عالمہ ہے تو اس نے جواب دیا کہ حضرت میری شادی کا مسئلہ حل ہو گیا ہے، کراچی میں ایک لڑکی یتیم ہے، سکول پڑھی ہوئی بلکہ سکول ٹیچر ہے، اس کے نام مکان اور کچھ جائیداد بھی ہے تو حضرت فرمانے لگے کہ اس کا خط پڑھ کر بہت صدمہ ہوا کہ بچی والوں کو کیا جواب

دوں؟ دوسرا یہ کہ مجھے اس کی ہلاکت دو وجوہ کی بناء پر سامنے نظر آنے لگی، ایک تو اساتذہ کی مرضی کے خلاف کام کیا کہ اُستاذ کے منشاء کو اہمیت نہیں دی، دوسرا مدرس قرآنی اور مدارس عربیہ کا تربیت یافتہ اور وہ سکولی تعلیم، انگریزی ماحول میں پرورش پانے والی، ان کا آپس میں جوڑ بہت مشکل ہے...

وہی بات ہوئی، کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس عورت نے قاری صاحب کو قتل کرا کے ایک سکول ٹیچر سے رشتہ جوڑنے کی کوشش کی، مگر قتل ثابت ہونے پر گرفتار ہوگئی اور اس مدرس قاری صاحب کو جنازہ تک نصیب نہ ہوا کہ پندرہ دن بعد لاش برآمد ہوئی اور بدبو کی وجہ سے وہیں دفن کردی گئی...

فرماتے تھے کہ اساتذہ کی ناراضگی بہت بڑا اثر رکھتی ہے اور فرمایا کہ اس شاگرد کے لیے بہت استغفار اور دُعائیں کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت ان کو جنت الفردوس نصیب فرمائیں اور ان کی لغزشوں کو معاف فرمادیں... آمین (ماہنامہ "الاشرف" تلاوت نمبر ج:۳، ص:۲۳۲)

گستاخی کرنے پر لاش تک نہ ملی

مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی تحریر فرماتے ہیں:

"(اس) واقعہ کے راوی جالندھر کے ایک نوجوان مولوی محمد اکرام صاحب قریشی ہیں جو حمید نظامی مرحوم کے جگری دوست مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن میں اُن کے دست و بازو اسلامیہ کالج کے فارغ اور لیگ کے آغاز سے آج تک اس کے حامی چلے آتے ہیں، وہ مولانا مدنی اور اُن کے مدرسۂ فکر کے کبھی ہم خیال نہیں رہے بلکہ ان نوجوانوں میں سے تھے جنہیں جالندھر میں لیگ کا ہراول دستہ کہا جاتا تھا... اس واقعہ کے راوی یہی محمد اکرام قریشی ہیں جن کو لاہور کے احباب ڈاکٹر بھی کہتے ہیں اور آج کل بیڈن روڈ لاہور میں رہ رہے ہیں، اُن کی روایت کے مطابق اس واقعہ کے کئی راوی اب تک بقید حیات ہیں (اُن کا بیان ہے کہ) ابھی پاکستان نہیں بنا تھا اور

۱۹۴۶ء کے انتخابات کا زمانہ تھا... مولانا حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ پنجاب یا سرحد کے سفر سے واپس جا رہے تھے، جالندھر کے اسٹیشن پر یہی نوجوان مسٹر شمس الحق کی ہمراہی میں اپنے رہنماؤں کے استقبال کے لیے گئے ہوئے تھے... رہنما کسی وجہ سے نہ پہنچ سکے، شمس الحق کی نظریں مولانا مدنی رحمتہ اللہ علیہ پر پڑ گئیں، وہ اپنے ساتھ کے نوجوانوں کو لے کر اُن کے ڈبے پر چڑھ دوڑا، نعرے لگائے سب وشتم کیا حتیٰ کہ داڑھی کو پکڑ کر کھینچا، ایک بیان کے مطابق رُخسار پر طمانچہ مارا، مولانا صبر کی تصویر تھے، آہ تک نہ کی، اس کارنامہ کے بعد شمس الحق یا اُس کے کسی ساتھی نے یہ واقعہ مولانا عظامی سے بیان کیا جو جالندھر لیگ کے نائب صدر تھے...

انہوں نے سنتے ہی کانپ کر پوچھا، کیا یہ صحیح ہے؟ جب تصدیق کی گئی تو اُن پر رعشہ سا طاری ہو گیا... اکرام قریشی کہتے ہیں کہ وہ کانپ رہے تھے اور انہوں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا: اگر یہ سچ ہے تو جس نے حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ کی داڑھی پر ہاتھ ڈالا ہے اس کی لاش نہیں ملے گی اُس کو زمین جگہ نہیں دے گی... عظامی کانپ رہے تھے اُن کا چہرہ اشکبار تھا اور آنکھیں پُرنم تھیں... آپ جانتے ہیں کہ یہ شمس الحق کون تھا؟ یہ وہی نوجوان ہے جو لائل پور میں قتل وخون کا شکار ہو گیا جس کی نعش کا پتہ نہ چلا، کفن ملا نہ قبر، اس واقعہ کو تقریباً گیارہ بارہ سال ہو چکے ہیں، روایتوں پر روایتیں آتی رہیں، خود لیگ کے زعماء مہر بلب رہے، کسی نے کہا بھٹہ میں زندہ جلا دیا گیا، کسی نے کہا لاش کے ٹکڑے کر کے دریا بُرد کر دیا گیا جتنے منہ اتنی باتیں... پولیس نے انعام بھی رکھا، سب کچھ کیا لیکن شمس الحق کا سراغ نہ ملا...'' (ہفت روزہ چٹان لاہور، مارچ: ۱۹۶۳ء)

قارئین محترم! ہم نے تاریخ عالم سے یہ چند واقعات نقل کیے ہیں، سب کا تذکرہ نہ مقصود ہے اور نہ ہی سب کا استقصاء ممکن ہے، غرض یہ ہے کہ یہ واقعات ببانگ دُہل بتلا رہے ہیں کہ اللہ والوں سے عداوت ودشمنی کا نتیجہ دین ودُنیا کی بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوتا...

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) فرماتے ہیں: ''جو لوگ علماء دین کی توہین اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اُن کا قبر میں قبلہ سے منہ پھر جاتا ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے...'' (حکایاتِ اولیاء، ص:۳۵۹)

بنواُمیہ کے آخری تاجدار کی بیوی خلیفہ محمد مہدی کے محل میں

''ایک مرتبہ خلیفۂ مہدی کی بیوی خیزران اور دوسری خواتین شاہی محل میں بیٹھی تھیں کہ خادم نے آ کر اطلاع دی کہ ایک شریف مگر بدحال عورت دروازے پر کھڑی ہے، اندر آنے کی اجازت چاہتی ہے لیکن اپنا نام اور کام نہیں بتاتی، خیزران نے خادم سے کہا کہ اس سے کہو اندر آ جائے، عورت اندر آ گئی، وہ پھٹے پرانے کپڑوں میں تھی لیکن بشرہ پر شرافت کا جمال نمایاں تھا، خیزران نے پوچھا بہن تم کون ہو؟ اس نے کہا میں مروان بن محمد (آخری اموی خلیفہ) کی بیوی ''مُزْنَۃُ'' ہوں، زمانہ نے مجھے اس حالت کو پہنچا دیا ہے... میرے جسم پر تم یہ جو پرانے کپڑے دیکھ رہی ہو، یہ بھی میرے نہیں ہیں مانگے کے ہیں گو زمانہ نے ہم کو اس نوبت کو پہنچا دیا ہے...

لیکن اب بھی ہماری شرافت کا وقار ہم کو عام لوگوں سے ملنے کی اجازت نہیں دیتا، اس لیے ہم تمہارے پاس آئے ہیں کہ ہماری جو نوبت بھی ہو تمہارے پردہ میں ہو، ''مُزْنَۃُ'' کی باتیں سن کر خیزران کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں لیکن اُس کی مغلانی زینب (جو بڑی منہ چلی تھی) اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی ''مُزْنَۃُ'' تم وہ دن بھول گئیں جب ہم حران میں تمہارے پاس امام ابراہیم (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پوتے محمد بن علی کے صاحبزادے تھے... والد کی وفات کے بعد اُن کے جانشین ہوئے اور عباسی تحریک کی (جو بنواُمیہ کے خلاف تھی) قیادت اُن کے سپرد ہوئی... خلافت بنواُمیہ کے خلاف تحریک چلانے کے جرم میں قید کر کے پھانسی پر چڑھائے گئے اور کئی دن اُن کی لاش پھانسی پر لٹکتی رہی، زینب نے اسی کا تذکرہ کیا ہے)........

کی لاش مانگنے کے لیے گئے تھے تو تم نے ہمیں ڈانٹ کر نکلوا دیا تھا اور کہا تھا کہ مردوں کے معاملات میں عورتوں کو کیا دخل، تم سے اچھا سلوک تو (تمہارے میاں) مروان نے کیا تھا کہ جب ہم اس کے پاس گئے تو اس نے قسم کھا کر امام ابراہیم کے قتل سے انکار کیا... گو کہ وہ اس قسم میں جھوٹا تھا اور اس نے لاش ہمارے حوالے کر کے مالی سلوک بھی کرنا چاہا تھا لیکن ہم نے خود ہی انکار کر دیا، "مُزْنَۃ" نے کہا خدا کی قسم ہماری یہ حالت اسی کا نتیجہ ہے، معلوم ہوتا ہے تم اس حالت کو اچھا سمجھتی ہو، جبھی خیزران کو ایسے کام پر اُبھار رہی ہو جس میں ہم مبتلا ہو کر اس نوبت کو پہنچ گئے ہیں...

تمہیں تو چاہیے تھا کہ اسے نیکی اور بھلائی پر آمادہ کرتیں اور برائی کے بدلے میں برائی کرنے سے روکتیں تا کہ خدا نے جو نعمت تم کو عطا کی ہے وہ باقی اور قائم رہے اور اس کے ذریعہ سے دین کی حفاظت ہو، بہن زینب تم دیکھ رہی ہو کہ خدا نے دوسروں کی حق تلفی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کا ہم سے بدلہ لیا ہے، پھر بھی تم ہماری ہمدردی سے اجتناب برتتی ہو، یہ کہہ کر وہ روتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی (خیزران دل میں بہت متاثر ہوئی) لیکن وہ زینب کی مخالفت کو اچھا نہیں سمجھتی تھی (اس لیے ظاہری اخلاق نہ برت سکی) اور ایک لونڈی کو اشارہ دیا کہ وہ چپکے سے کمرے میں لیجا کر کپڑے وغیرہ بدلوا دے... خلیفہ مہدی محل میں آیا تو اس وقت زینب جا چکی تھی، خلیفہ کی عادت تھی کہ وہ ہر روز شام کو اپنی خاص خواتین کے ساتھ وقت گزارتا تھا... خیزران نے دن میں پیش آنے والا سارا قصہ اُس کو سنایا اُس نے اسی وقت لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ کمرہ میں جانے کے بعد "مُزْنَۃ" کیا کہہ رہی تھیں... اس نے کہا امیر المؤمنین وہ رو رو کر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ رہی تھیں:

"وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ" (۱۶...۱۱۲)

''اور اللہ تعالیٰ نے ایسی بستی کی مثال بیان کی جو امن وچین سے تھی، اُس کے پاس ہر جگہ سے فراغت سے رزق آتا تھا...پس اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی، اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور خوف کا مزہ چکھایا...'' یہ سن کر وہ زار وقطار رونے لگا اور خدا کے حضور میں دُعا کی...

''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ النِّعْمَۃِ'' الٰہی میں زوالِ نعمت سے پناہ مانگتا ہوں اور خیزران سے کہا کہ اگر تم ''مُزْنَۃُ'' کے ساتھ اچھی طرح سے پیش نہ آئی ہوتیں تو میں تم سے کبھی نہ بولتا اور زینب کے فعل کو بہت برا جانا اور کہا کہ زینب اگر ہماری بڑی بوڑھیوں میں سے نہ ہوتیں تو میں اس سے کبھی بھی کلام نہ کرنے کی قسم اُٹھالیتا... پھر ایک لونڈی کے ذریعہ ''مُزْنَۃُ'' کے پاس سلام کے بعد یہ پیام کہلا بھیجا کہ بنت عم اس وقت تمہاری سب (دینی) بہنیں میرے پاس جمع ہیں ایسی حالت میں اگر میرا آنا تمہارے پاس تم کو غمزدہ نہ کردیتا تو میں خود آتا... ''مُزْنَۃُ'' اس پیام کا مطلب سمجھ گئیں اور دامن سمیٹتی ہوئی خود چلی آئیں....

مہدی نے انہیں مرحبا کہا اور اپنے پاس بٹھایا اور دیر تک اُن کے خاندان کی تباہی پر ہمدردانہ گفتگو کرتا رہا اور کہا اگر میں تمہارے خاندان میں شادی کرنا پسند کرتا تو ضرور تمہارے ساتھ شادی کرلیتا لیکن ایسا نہیں کرسکتا اس لیے بہتر ہے کہ تم مجھ سے پردہ کرو اور اپنی بہنوں (عباسی خواتین) کے ساتھ محل میں رہو، جو سلوک ان کے ساتھ کیا جارہا ہے وہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا...

چنانچہ ''مزنۃ'' کے آرام وراحت کا تمام سامان مہیا کردیا...اس میں اور خاندانِ شاہی کی خواتین میں کوئی فرق نہ کیا حتیٰ کہ اُن کے برابر جاگیر بھی اُن کو دے دی... ''مُزْنَۃُ'' نے آرام وراحت، عزت وآبرو کے ساتھ اس محل میں پوری عمر گزاری اور ہارون الرشید کے زمانہ میں انتقال کیا... (مروج الذہب ج:۳، ص:۳۲۳ تا ۳۲۵ بحوالہ جواہر پارے جلد اول)

جعفر برمکی کی والدہ سوالی کے روپ میں

جعفر برمکی خلیفہ ہارون الرشید کا وزیر اعظم اور اس کے لڑکے مامون کا اتالیق تھا، جعفر کی وجہ سے برامکہ کو یہ اقبال حاصل ہوا کہ بڑے بڑے امراء وعمائد اُن کی آستان بوسی کو فخر سمجھتے تھے، اُن کی زر پاشیوں نے دجلہ کے بالمقابل سونے اور چاندی کا دریا بہا دیا تھا، ان کا محل فقیروں اور مسکینوں کا ملجاو ماویٰ تھا، علماء، شعراء اور دوسرے اربابِ کمال ان کی فیاضیوں سے مالا مال تھے، یا یہ زوال آیا کہ جعفر کی ماں عبادہ جس کی خدمت میں چار سو کنیزیں رہتی تھیں، عین عید کے دن پھٹے پرانے کپڑوں میں محمد بن عبدالرحمٰن امام مسجد کوفہ کے گھر معمولی امداد کے لیے نظر آتی ہے... چنانچہ محمد بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں:

''میں بقرہ عید کے موقعہ پر والدہ سے ملنے گیا تو دیکھا کہ ایک شریف عورت پھٹے پرانے کپڑوں میں والدہ سے بات چیت کر رہی ہے... والدہ بولیں کہ اس عورت کو جانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں، کہنے لگیں کہ یہ جعفر بن یحییٰ برمکی کی والدہ عبادہ ہے، میں نے اس سے بات چیت اور اس کی تعظیم کے خیال سے اپنا رُخ اُس کی طرف کر لیا اور کہا کہ اماں جی! آپ کا یہ عجیب حال میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ وہ بولی بیٹا ایک وقت وہ تھا کہ عید آتی تھی تو چار چار سو کنیزیں میرے سرہانے کھڑی ہوتی تھیں، میں پھر بھی اپنے بیٹے کو اپنا نافرمان شمار کرتی تھی اور ایک اب یہ عید آئی ہے جس میں میری تمنا فقط یہ ہے کہ دو بکریوں کی کھالیں مل جائیں تو اُن میں سے ایک کو گدّا اور دوسری کو رضائی بنالوں...

محمد بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے اسے پانچ سو روپے دے دیئے وہ اتنی خوش ہوئی، قریب تھا کہ خوشی کے مارے مر جاتی... پھر وہ ہمارے ہاں آتی جاتی رہی حتیٰ کہ موت نے ہمارے درمیان جدائی ڈال دی...'' (مروی الذہب، ج:۳،ص:۳۹۲ بحوالہ جواہر پارے جلد اول)

فقیر کو جھڑکنے والا خود فقیر بن گیا

شہاب الدین محمد بن احمد ابشہی (م ۸۵۰ھ) لکھتے ہیں: ''ایک مرتبہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا، سامنے بھنی ہوئی مرغی بھی رکھی تھی، اچانک ایک فقیر نے دروازے پر آ کر صدا لگائی...

وہ شخص دوازے کی طرف گیا اور اس فقیر کو خوب جھڑکا، فقیر یونہی واپس چلا گیا، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ عرصے بعد یہ شخص خود فقیر ہو گیا، سب نعمتیں ختم ہو گئیں، بیوی کو بھی طلاق دے دی... اس نے کسی اور سے نکاح کر لیا...

پھر ایک دن ایسا ہوا کہ یہ میاں بیوی اکٹھے بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور بھنی ہوئی مرغی سامنے تھی کہ کسی فقیر نے دروازہ کھٹکھٹایا....

میاں نے بیوی سے کہا کہ یہ مرغی اسی فقیر کو دے آؤ... چنانچہ وہ مرغی لے کر دروازے کی طرف گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ فقیر اُس کا پہلا شوہر ہے... خیر مرغی اُسے دے کر واپس لوٹی تو رو رہی تھی...

میاں نے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو، بولی کہ فقیر تو میرا پہلا میاں تھا، غرض پھر سارا قصہ اُسے سنایا جو ایک فقیر کو جھڑکنے سے پیش آیا تھا اس کا میاں بولا خدا کی قسم! وہ فقیر میں ہی تھا...'' (المستطرف فی کل فی مستظرف، ج:۱، ص:۱۰)

ان واقعات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر خدا ہمیں کوئی منصب، کوئی عہدہ یا مال و دولت دے تو اس پر مغرور نہیں ہونا چاہیے....

کیونکہ یہ سب چیزیں آنی جانی ہیں، آج ہیں کل نہیں، خدا جانے آج جو حالات ہیں وہ کل تک باقی رہتے ہیں یا نہیں....

پھر کس برتے پر انسان گھمنڈ کرے... اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے... (بحوالہ جواہر پارے جلد اول)

ایک گستاخ رسول کی ہلاکت

عموریہ کے محاصرہ کے دوران ایک شخص دیوار پر کھڑا ہو کر (العیاذ باللہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا تھا، مسلمانوں کے لیے اس سے بڑھ کر تکلیف کی بات اور کیا ہوسکتی تھی، ہر مجاہد کی خواہش تھی کہ اس منحوس کے ہلاک کرنے کی سعادت اس کے حصے میں آئے لیکن وہ تیروں اور حملوں کی زد میں محفوظ ایسی جگہ کھڑا ہوتا جہاں سے اس کی آواز تو سنائی دیتی تھی لیکن اسے موت کے گھاٹ اُتارنے کی تدبیر سمجھ میں نہ آتی تھی... یعقوب بن جعفر نامی ایک شخص لشکر اسلام میں ایک بہترین تیرانداز تھا، اس ملعون نے جب ایک بار دیوار پر چڑھ کر شانِ رسالت میں گستاخی کے لیے منہ کھولا، یعقوب گھات میں تھا، تیر پھینکا جو سیدھا جا کر اس کے سینے سے پار ہوا، وہ گر کر ہلاک ہوا تو فضا نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اُٹھی، یہ مسلمانوں کے لیے بڑی خوشی کا واقعہ تھا... معتصم نے اس تیرانداز مجاہد کو بلایا اور کہا ''آپ اپنے اس تیر کا ثواب مجھے فروخت کر دیجئے...'' مجاہد نے کہا ''ثواب بیچا نہیں جاتا...'' کہا ''میں آپ کو ترغیب دیتا ہوں'' اور ایک لاکھ درہم اسے دیئے، مجاہد نے انکار کیا، خلیفہ نے پانچ لاکھ درہم اسے دیئے، تب وہ جانباز مجاہد کہنے لگا:

''مجھے ساری دُنیا دے دی جائے تو بھی اس کے عوض اس تیر کا ثواب فروخت نہیں کروں گا... البتہ اس کا آدھا ثواب بغیر کسی عوض کے میں آپ کو ہبہ کر دیتا ہوں...''

معتصم اس قدر خوش ہوا، گویا اسے ایک جہاں مل گیا ہو... معتصم نے پھر پوچھا ''آپ نے تیراندازی کہاں سیکھی ہے؟ فرمایا: ''بصرہ میں واقع اپنے گھر میں'' معتصم نے کہا ''وہ گھر مجھے فروخت کر دیں...'' کہنے لگا: ''وہ رمی اور تیراندازی سیکھنے والے مجاہدین کے لیے وقف ہے (اس لیے اسے فروخت نہیں کیا جاسکتا) معتصم نے اس جانباز مجاہد کو ایک لاکھ درہم انعام میں دیئے...'' (تعلیقات رسالۃ المسترشدین)

بے ادبی پر دربار رسالت سے عتاب

شیخ الحدیث حضرت مولانا موسیٰ روحانی بازی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اس دور کے جلیل القدر علماء اور عبقری شخصیات میں سے تھے، ان کے صاحبزادے نے ان کی زندگی کا ایک عجیب واقعہ لکھا، وہ لکھتے ہیں: ''ایک مرتبہ حضرت شیخ رحمہ اللہ بمع اہل و عیال حج کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے... حج کے بعد چند روز مدینہ منورہ میں قیام فرمایا، مولانا سعید احمد خان رحمہ اللہ (جو کہ تبلیغی جماعت کے بڑے بزرگوں میں سے تھے) کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ کی بمع اہل خانہ اپنی مدینہ منورہ والی رہائش گاہ پر دعوت کی... دعوت کے دوران والد محترم، مولانا سعید احمد خان رحمہما اللہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص (جو کہ مدینہ منورہ ہی کا رہائشی تھا) آیا، اس نے جب مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ کو اس مجلس میں تشریف فرما دیکھا تو انہیں سلام کر کے مؤدبانہ انداز میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ ''حضرت! میں آپ سے معافی مانگنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، آپ مجھے معاف فرما دیں...''

والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''بھائی کیا ہوا؟ میں تو آپ کو جانتا ہی نہیں، نہ کبھی آپ سے ملاقات ہوئی ہے تو کس بات پر معاف کروں؟'' وہ شخص پھر کہنے لگا کہ بس حضرت آپ مجھے معاف کر دیں... حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''کوئی وجہ بتلاؤ تو سہی؟'' وہ شخص کہنے لگا ''جب تک آپ معاف نہیں فرمائیں گے، میں بتلا نہیں سکتا...'' تو اپنے مخصوص لب و لہجہ میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا، بھئی معاف کیا، اب بتلاؤ کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا حضرت! میری رہائش مدینہ منورہ میں ہی ہے، میں اپنے رفقاء اور ساتھیوں سے اکثر آپ کا نام اور آپ کے علم و فضل کے واقعات سنتا رہتا تھا... چنانچہ میرے دل میں آپ کی زیارت و ملاقات کا شوق پیدا ہوا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تمنا بڑھتی گئی مگر کبھی زیارت کا شرف حاصل

نہ ہوسکا... اتفاق سے چند دن قبل آپ مسجد نبوی میں نوافل میں مشغول تھے کہ میرے ایک ساتھی نے مجھے اشارے سے بتلایا کہ یہ ہیں مولانا محمد موسیٰ صاحب، جن کے بارے میں تم اکثر پوچھتے رہتے ہو... میں نے چونکہ اس سے پہلے آپ کو دیکھا نہیں تھا، اس لیے میرے ذہن میں آپ کے بارے میں ایک تصور قائم تھا کہ پھٹا پرانا لباس ہوگا، دُنیا کا کچھ پتہ نہیں ہوگا لیکن جب میں نے نوافل پڑھتے ہوئے آپ کا حلیہ اور وجاہت دیکھی تو میرے ذہن میں جو پھٹے پرانے لباس کا تصور تھا وہ ٹوٹ گیا اور دل میں آپ کے بارے میں کچھ بدگمانی پیدا ہوگئی...

چنانچہ میں آپ سے ملے بغیر ہی واپس لوٹ گیا... اسی رات کو خواب میں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، کیا دیکھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی غصے میں ہیں، میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! مجھ سے ایسی کیا غلطی ہوگئی کہ آپ ناراض دکھائی دے رہے ہیں؟'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میرے موسیٰ کے بارے میں بدگمانی کرتے ہو، فوراً میرے مدینے سے نکل جاؤ...'' میں خوف سے کانپ گیا، فوراً معافی چاہی، فرمایا، ''جب تک ہمارا موسیٰ معاف نہیں کرے گا میں بھی معاف نہیں کروں گا...'' یہ خواب دیکھنے کے بعد میں بیدار ہوگیا اور اس دن سے میں مسلسل آپ کو تلاش کررہا ہوں مگر آپ کی جائے قیام کا پتہ نہیں لگا سکا... آج آپ سے اتفاقاً ملاقات ہوگئی تو معافی مانگنے کے لیے حاضر ہوگیا ہوں... حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ واقعہ سنا تو پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے...'' (ترغیب المسلمین، ص: ۳۰ بحوالہ کتابوں کی درس گاہ میں)

رافضی کی گستاخی کا انجام

علامہ فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۳۴ھ لکھتے ہیں: ''تاج ابن خلکان میں لکھا ہے کہ آپ (اسماعیل المتوفی ۲۱۲ھ بن حماد بن الامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کا ایک ہمسایہ فرقہ رافضیہ میں سے تھا، اس کے دو خچر تھے جن میں سے ایک کا اس نے

بسبب تعصب کے ابوبکر اور دوسرے کا عمر نام رکھا ہوا تھا، اتفاقاً ایک رات ان میں سے ایک خچر نے اس کو ایسی لات ماری کہ وہ مر گیا اور آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ ہمارے جد امجد امام اعظم نے پیشین گوئی کی تھی کہ اس کو عمر ہلاک کرے گا... پس اب تم جا کر دریافت کرو کہ کس خچر نے اس کو ہلاک کیا ہے... جب لوگوں نے دریافت کیا تو اس کا قاتل عمر ہی نکلا...'' (حدائق الحنفیہ: ص:۱۶۶، بحوالہ حاصل مطالعہ)

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی سزا

حضرت مولانا احمد علی سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۹۷ھ لکھتے ہیں: ''کسی محدث سے منقول ہے کہ ایک شخص دمشق میں ایک مشہور محدث کے پاس حدیث کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے گیا، اس نے اس سے پڑھنا شروع کیا لیکن اُستاد اپنے اور شاگرد کے درمیان پردہ ڈالتا تھا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ نظر نہیں آتا تھا، شاگرد کافی عرصہ اس سے تعلیم حاصل کرتا رہا، اُستاد نے حدیث کے حصول میں شاگرد کے شوق وذوق کو دیکھا تو ایک دن پردہ ہٹایا، شاگرد نے دیکھا کہ اُستاد کا چہرہ گدھے جیسا ہے... اُستاد نے شاگرد کو نصیحت کی کہ بیٹے امام سے نماز میں سبقت کرنے سے پرہیز کرنا کیونکہ میں نے جب یہ حدیث پڑھی (کہ جو نماز میں امام سے پہلے سر اُٹھائے گا تو خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر جیسا بنا دے گا) تو میں نے اس کو ناممکن خیال کیا، میں نے امام سے سبقت کی تو میرا چہرہ ایسا ہو گیا ہے جیسے تو دیکھ رہا ہے...'' (ملخص از حاشیہ مشکوٰۃ شریف، بحوالہ حاصل مطالعہ)

بے ادبی کا عبرت آموز عجیب واقعہ

گزشتہ کئی سال قبل ماہ اگست میں ترکی میں آنے والے زلزلے کے حوالے سے بعض ترکی اخبارات میں شائع ہونے والے واقعات انتہائی عبرتناک ہیں...

تفصیلات کے مطابق ترکی بحریہ کے کسی اڈے میں جو ساحل سمندر سے بالکل

متصل تھا رقص و سرور کی ایک مجلس منعقد ہوئی... جس کے شرکاء تین ہزار کے لگ بھگ تھے... وہاں ناچنے اور گانے والیوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے شرکت کی اور شراب و کباب کی خوب محفل جمی... اس محفل کیلئے اسرائیل سے خصوصی طور پر یہودی ناچنے اور گانے والی لڑکیاں درآمد کی گئیں جو انتہائی بے حیاء تھیں... محفل میں ۳۰ سے زائد ترکی جنرل شریک تھے...

بتایا جاتا ہے کہ اس وقت جب کہ انتہائی بے حیائی اور فحش مناظر پر مبنی مجلس جاری تھی کہ ایک ترکی جنرل نے ایک کیپٹن کے ذریعہ قرآن کریم کا ایک نسخہ منگوایا اور اس سے پڑھنے کو کہا... جب اس نے پڑھا تو اس سے اس کی تفسیر پوچھی تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا... اس کے بعد مذکورہ جنرل نے قرآن کریم کے اس نسخے کو لے کر پھاڑ کر ناچتے ہوئے... یہودی اور ترکی لڑکیوں کے پاؤں کے نیچے ڈال دیا... ساتھ یہ بھی کہا کہ... اس قرآن کو نازل کرنے والا کہاں ہے؟ حالانکہ اس میں یہ بھی ہے کہ... ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں... اس قرآن کو اتارنے والا کہاں ہے؟... جو اس کی حفاظت اور اس کا دفاع کرے؟...

اس دوران اس قرآن کریم کو لانے والے کیپٹن پر انتہائی خوف طاری ہو گیا... اچانک وہ تیزی سے بحری اڈے سے باہر آ گیا... شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ شخص اس بحری اڈے پر آنے والے عذاب کے ابتدائی لمحات کا چشم دید گواہ بن سکے... اس کے بعد انتہائی عبرت آموز واقعات اور مناظر پیش آئے... بتایا جاتا ہے کہ اچانک ایک خوفناک روشنی نظر آئی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے اس پورے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا... اس کے بعد سمندر پھٹ پڑا اور اس میں سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے ... ساتھ ہی گولوں کے پھٹنے کی آوازیں بھی آنے لگیں... اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پورے بحری اڈے کو اُٹھا کر سمندر کے بیچ سے اُٹھنے والی خوفناک لہروں کے درمیان پھینک دیا... اس کے بعد دوسرے علاقوں کو بھی زلزلے نے اپنی لپیٹ میں لے لیا...

عجیب بات یہ ہے کہ مذکورہ پروگرام میں شریک ترکی... امریکی اور اسرائیلی فوجیوں کی لاشوں کا کچھ پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں گئیں.. تمام تر وسائل رکھنے کے باوجود اب تک وہ لاشیں سمندر سے باہر نہ آسکیں.. قرآن کریم کی بے حرمتی کر کے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی غیرت کو للکارا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً انتقام لیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا... (ماہنامہ محاسن اسلام ملتان)

بے ادبی کا عجیب واقعہ

بلبیر سنگھ کی پیدائش ۶ دسمبر ۱۹۷۰ء کو پانی پت کے ایک گاؤں میں راج پوت گھرانے میں ہوئی تھی.... ۱۹۹۰ء میں ایڈوانی کی رتھ یاترا میں اس نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس نے قسم کھائی کہ وہ ایودھیا میں رام مندر بنا کر رہے گا بلبیر سنگھ خود بتاتے ہیں کہ.... ''ہم لوگ ۴ دسمبر ۱۹۹۲ء کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ جس میں میرا دوست سونی پت کا یوگیندر پال بھی تھا جس کے والد سونی پت کے ایک بڑے زمیندار ہیں.... وہاں ہم نے اوما بھارتی کا بھاشن سنا جس نے ہمارے اندر آگ بھر دی جیسے ہی اوما بھارتی نے نعرہ لگایا دھکا ایک اور دو بابری مسجد توڑ دو بس میری مرادوں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا تھا اور ہم لوگ کدال لے کر بابری مسجد کی چھت پر چڑھ گئے اور جے رام کے نعرے لگانے لگے' دیکھتے ہی دیکھتے مسجد مسمار ہو گئی....

یہ لوگ جب پانی پت واپس آئے تو مسجد کی دو اینٹیں بھی ساتھ لائے تھے.... یوگیندر نے نفرت میں ان اینٹوں پر پیشاب کیا' اس واقعہ کے چار پانچ روز بعد ہی یوگیندر کا دماغ خراب ہو گیا... پاگل ہو کر وہ ننگا رہنے لگا' کپڑے پہناتے تو انہیں تار تار کر دیتا' اس کے والد بہت پریشان ہو گئے' وہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا' انہوں نے اسے بہت سے عاملوں اور ڈاکٹروں کو دکھایا اور جس نے جہاں کہا وہاں لے کر گئے مگر اس کی حالت بگڑتی ہی جا رہی تھی.... کسی نے انہیں مولوی محمد کلیم صدیقی صاحب کے بارے میں بتایا'

انہیں پتہ چلا کہ وہ پاس کے گاؤں بوانا آنے والے ہیں، وہ لڑکے کو زنجیروں میں باندھ کر بوانا لے گئے.... دوپہر کو ظہر سے پہلے مولوی کلیم صاحب آئے.... انہیں پورا قصہ سنایا اور کہا ہم نے اسے بہت روکا تھا مگر یہ نہیں مانا اور سر پھروں کے چکر میں آ گیا....

ساری کہانی سن کر مولوی صاحب نے کہا کہ ساری دنیا کو چلانے والا اللہ ہے.... اللہ کے گھر کو گرا کر اس نے بڑا گناہ اور ظلم کیا ہے.... اس میں کچھ گناہ ہم لوگوں کا بھی ہے کہ ہم نے دین کا پیغام غیر مسلم بھائیوں تک نہیں پہنچایا، اب ہمارے بس میں کچھ بھی نہیں... بس یہ ہے کہ آپ بھی اس مالک کے سامنے گڑگڑا کر معافی مانگیں اور ہم بھی معافی مانگیں.... مولوی صاحب نے مسجد میں گڑگڑا کر دعا کی.... جب سب لوگ فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلے تو اللہ کا کرم کہ یوگیندر نے اپنے باپ کی پگڑی اتار کر اپنے ننگے جسم پر لپیٹ لی اور جلد ہی یوگیندر نارمل ہونا شروع ہو گیا.... یہ سب دیکھ کر یوگیندر اور اس کے والد نے اللہ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور سچے دل سے اسلام قبول کر لیا.... (البلاغ)

ماں کی بددعا کا عبرت انگیز واقعہ

بے چاری بوڑھی ماں بار بار دروازے کی طرف جاتی... اسے کھول کر گلی میں جھانکتی... لیکن جب وہ نہ نظر آتا تو دل پکڑ کر رہ جاتی... ''ہائے اللہ... میرا بیٹا...'' اس کے منہ سے بے اختیار نکل جاتا...

باپ کب کا فوت ہو چکا تھا... گھر میں بوڑھی ماں اور جوان بیٹے کے علاوہ کوئی اور نہ تھا... لیکن بیٹا بھی غلط لوگوں سے دوستی لگائے ہوئے تھا... بوڑھی ماں نے اسے کئی بار سمجھایا اور بہت زیادہ سمجھایا کہ بیٹا رات کو جلدی گھر آ جایا کرو... میں اکیلی ہوتی ہوں... خوف محسوس ہوتا ہے... حالات ٹھیک نہیں ہیں... تمہاری بھی فکر لگی رہتی ہے اور اپنی بھی پریشانی ہوتی ہے... دیر نہ کیا کرو... جلدی گھر آ جایا کرو...

لیکن وہ تو جیسے سنتا ہی نہیں تھا... ماں کی ساری باتوں کو ایک کان سے ڈالتا اور دوسرے سے نکال دیتا... ماں اس کے بغیر کیسے رہ سکتی تھی؟ اس کے بغیر کیسے کھانا کھا سکتی تھی؟ اس کے بغیر کیسے سو سکتی تھی؟

آج پھر وہی معاملہ تھا... رات تقریباً ساری ہی بیت چکی تھی اور اب صبح ہونے والی تھی... اچانک دروازے پر دستک ہوئی... ماں بھاگتی بھاگتی گئی اور دروازہ کھول دیا... سامنے اس کا بیٹا کھڑا تھا... ماں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ دیر ہو گئی تو خیر ہے... چلو بیٹا تو صحیح سلامت گھر آ گیا ہے... ''اماں! روٹی چاہئے روٹی... جلدی کرو... روٹی دو... بھوک سے مر رہا ہوں...'' اس نے اندر آتے ہی چیخنا شروع کر دیا...

''اچھا بیٹا اچھا... ابھی روٹی لائی... میں نے بھی کچھ نہیں کھایا... بس تیرا ہی انتظار کر رہی تھی... مگر بیٹا آج اتنی زیادہ دیر سے کیوں آیا تو... کہاں چلا گیا تھا... میں تو پریشان ہو ہو کر پاگل ہو چکی تھی...''

''ماں! وہ میں دوستوں کیساتھ فلم دیکھنے چلا گیا تھا... فلم دیکھتے دیکھتے دیر ہو گئی... پھر لڑکوں کے ساتھ گھومنے پھرنے نکل گیا'' ''مگر بیٹا... تو کیسے لوگوں سے دوستی لگا بیٹھا ہے... انہوں نے تو تجھے بہت غلط راستے پر ڈال دیا ہے... کتنی بار تجھے پولیس گرفتار کر چکی ہے... ماں کی پیار بھری باتیں اس کو کڑوی زہر معلوم ہو رہی تھیں... وہ چاہ رہا تھا کہ ماں کچھ نہ کہے اور چپ چاپ اسے کھانا کھلا دے...

''بس کر بس کر... زیادہ نصیحتیں نہ جھاڑ اور باتیں نہ بنا... میں نے جو کہا ہے وہی کر... جلدی جا اور مجھے کھانا لا کر دے... ورنہ...'' ماں اس کا لہجہ سن کر حیران رہ گئی... وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کا بیٹا اسے ایسے تڑ تڑ جواب دے گا... تکلیف کے مارے اس کا دل پھٹنے لگا... وہ بھی غصے میں آ گئی...

''ورنہ... ورنہ کیا... کیا کر لے گا تو میرا... مجھے دھمکیاں دیتا ہے... اپنی ماں کو... جس نے تجھے پالا پوسا اور بڑا کیا... شرم نہیں آتی تجھ کو... جا... نہیں دیتی

کھانا تجھے... آج بھوکا سو... تاکہ تجھے پتہ چلے...''

یہ سننا تھا کہ وہ غصے سے پاگل ہوگیا... اس نے جوتا ہاتھ میں پکڑا اور بوڑھی ماں کو مارنے کیلئے دوڑا... ماں بے چاری بچنے کیلئے بھاگی... مگر گھر چھوٹا سا تھا اور گلی میں سخت اندھیرا تھا... بالآخر وہ ماں تک جا پہنچا اور اس کو جوتے مارنے لگا... ماں نے بہت ہاتھ پیر مارے... لیکن اپنے آپ کو سنگ دل بیٹے سے نہ بچا سکی... بیٹے کے جوتے اس کے منہ پر لگے تو دل سے آہ نکلی... اسی لمحے ماں نے بیٹے کو یوں بددعا دی:

''اے اللہ!... مجھے بچہ اس لیے دیا تھا کہ آج اس کے ہاتھوں سے جوتے کھا رہی ہوں... مجھے موت دیدے... اے میرے مولیٰ! جو بے عزتی ہوئی... ہو چکی... بس اب مجھے اپنے پاس بلا لے... میں اب زیادہ جوتے نہیں کھا سکتی... اے میرے اللہ! جس نے ماں کی توہین کی ہے... اس کتے کو دنیا اور آخرت میں برباد کر دے...''

ماں کی زبان سے یہ الفاظ سن کر بیٹا لرز کر رہ گیا... مگر اب کیا ہو سکتا تھا... اس نے ماں کو وہیں چھوڑا اور خود سونے کے لیے چلا گیا... تھوڑی دیر کے بعد وہ سو چکا تھا... مگر اچانک پاؤں میں درد محسوس ہوا... اس نے سمجھا معمولی درد ہے... ابھی ختم ہو جائے گا ...مگر درد بڑھتا ہی گیا... صبح ہوئی تو درد اس قدر شدید ہو چکا تھا کہ برداشت نہیں ہو رہا تھا... پاؤں بھی بہت سوج چکا تھا... وہ گھر سے نکلا اور بڑی مشکل سے چلتا ہوا ڈاکٹر کے پاس پہنچا... ڈاکٹر نے پاؤں کا معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ درد کس وجہ سے ہو رہا ہے؟ لہٰذا وہ چیک کروانے کے لیے کسی بڑے ہسپتال میں جائے... اب وہ آدمی شہر کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں گیا... وہاں بھی کسی ڈاکٹر کو اس کی بیماری سمجھ نہ آئی... اب اس کا برا حال ہو رہا تھا... پاؤں دن بدن سوجتا چلا جا رہا تھا اور درد بھی روز ہی بڑھتا جا رہا تھا... آخر ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ پاؤں اندر سے خراب ہو رہا ہے... اسے کاٹ دیا جائے... سارا پاؤں کاٹ دیا گیا تھا... اب وہ لنگڑا ہو گیا... مگر اس کی ٹانگ ٹھیک نہ ہوئی... جہاں سے پاؤں کاٹا گیا تھا' وہاں زخم بن گیا...

اس زخم میں پیپ بھر گئی...جو کسی دوائی سے ختم نہ ہوئی...

ادھر بیٹے کا علاج جاری تھا...ادھر اس کی دکھیاری ماں فوت ہوگئی...بے چاری بوڑھی اماں بیٹے کے ہاتھوں مار کھانے کے بعد صرف ایک ہفتہ زندہ رہی...مگر ان سات دنوں میں اس نے کچھ نہیں کھایا...بس روتی رہتی تھی اور کہتی تھی: ''میں سمجھتی تھی کہ بیٹا خدمت کرے گا...مگر میں نے تو اس بڑھاپے میں اس کے ہاتھوں جوتے کھائے ہیں...مجھے اپنے بیٹے کی کوئی ضرورت نہیں...'' یہی کہتے کہتے وہ فوت ہوگئی...

ماں کے مرنے کے بعد بیٹے کی حالت بہت بُری ہوگئی...اس کی شادی ہوئی...مگر بیوی اسے چھوڑ کر چلی گئی...بچے ہوئے...مگر وہ بھی اس کے قریب نہ جاتے...اس کی جائیداد تھی...مگر اس پر بیٹوں نے قبضہ کرلیا تھا...ایک دکان تھی...وہ بھی چھین لی گئی...اس طرح جب اس کے پاس کچھ نہ رہا تو وہ آدمی بھیک مانگنے کے لیے راستے میں بیٹھنے لگ گیا...مگر لوگ اس کے قریب بھی نہ جاتے تھے...بس دور سے ہی روٹی اس کی طرف اچھال دیتے...جیسے کتے کی طرف ہڈی پھینکی جاتی ہے...لوگ اسے دیکھ کر کہتے کہ یہ وہی بدبخت اور لعنتی انسان ہے جس نے اپنی ماں کو جوتے مارے تھے...

اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کی قدر کرنے اور خدمت کے ذریعے ان کی دعائیں لینے والا بنائے...آمین...(ماہنامہ محاسن اسلام ملتان)

گستاخ رسول کو خدائی سزا

ہلاکو خان کے دور میں منگولوں کے ایک سردار نے عیسائیت اختیار کرنے کے موقع پر ایک عظیم الشان محفل منعقد کی...اس موقع پر ایک عیسائی پادری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ وکلمات کہنا شروع کردیئے...پاس ہی بندھا ہوا کتا اس ملعون پادری پر جھپٹ پڑا، لوگوں نے بیچ بچاؤ کرادیا...

ایک شخص نے اس پادری سے کہا کہ تم نے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں

گستاخی کا ارتکاب کیا اس لئے یہ کتا تم پر جھپٹ پڑا... اس نے طنزیہ انداز میں کہا نہیں یہ کتا بڑا خود دار ہے اس کی عزت نفس نے میرے ہاتھ کے یوں یوں والے اشارے دیکھ کر یہ خیال کیا کہ شاید میں اسے مارنا چاہتا ہوں یہ دیکھ کر اس نے بھونکنا شروع کر دیا اور مجھ پر حملہ آور ہو گیا... پھر اس ملعون عیسائی پادری نے دوبارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں پہلے سے زیادہ بدگوئی شروع کر دی یہ دیکھ کر کتا اپنی رسی توڑ کر اس پر حملہ آور ہوا اور شیر کی طرح جست لگا کر اس عیسائی بدباطن کی گردن میں اپنے نوکیلے دانت گاڑ دیئے اور منٹوں میں اس خبیث گستاخ رسول کو جہنم واصل کر دیا... اس عجیب منظر کو دیکھ کر وہاں پر موجود چالیس ہزار منگول حلقہ بگوش اسلام ہو گئے... (درمنثور ابن حجرؒ)

محترم قارئین! دیکھئے ایک کتے نے جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کی شان میں نازیبا الفاظ سنے تو کیسا غضب ناک ہو گیا اور اس نے کس انداز میں اپنے غیرت مند ہونے کا ثبوت پیش کیا... آج ہماری غیرت کہاں رخصت ہو گئی؟ کیا آج ہم سے ہماری ایمانی جرأت وحمیت بالکل ختم ہو گئی؟

اے امت محمدیہ! بتاؤ دشمنان اسلام نے میری عزت وحرمت پر ڈاکے ڈالے، مجھے خوب اذیتیں پہنچائیں تو تم نے میری عزت وآبرو حرمت وناموس کے دفاع میں کیا کردار پیش کیا؟ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ گستاخان رسول کا مکمل معاشی وسفارتی بائیکاٹ کریں...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کی سزا

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا ابولہب کے بیٹے عتبہ کے نکاح میں تھیں... جب قرآن کی سورۃ تبت نازل ہوئی تو ابولہب اور اس کی بیوی نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاق دیدو ورنہ ہمارا تم سے کوئی تعلق نہ رہے گا...

چنانچہ عتبہ نے ام کلثوم کو طلاق دے دی اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

سامنے جا کر اس نے طلاق کی خبر دی اور بہت بے ادبی کی باتیں کہیں... تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولہب کے بیٹے عتبہ کیلئے بددعا فرمائی کہ "اے اللہ اس پر اپنی کتوں میں سے کوئی کتا مسلط فرما دے"...

چنانچہ بددعا کا جو اثر ہوا اس کا قصہ حاکم نے بیان کیا ہے کہ ابولہب اور اس کا بیٹا عتبہ ملک شام کے سفر پر گئے تھے... راستہ میں مقام زرقاء پر ایک راہب تھا ان کے پاس دونوں ٹھہرے راہب نے کہا کہ یہاں درندے بہت رہتے ہیں تم اپنے بچاؤ کا سامان کر لینا... ابولہب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ پر بددعا کی ہے اسلئے اس کو بڑی حفاظت سے رکھنے کی ضرورت ہے... چنانچہ سارا سامان اکٹھا کر کے خوب اونچائی پر عتبہ کو سلا دیا اور سب آس پاس نگرانی کیلئے سوئے رات میں ایک شیر آیا... اس نے ہر ایک کا منہ سونگھ کر چھوڑ دیا اور کود کر عتبہ کا سر چبا ڈالا... یہ شیر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا پر خدا کی طرف سے آیا تھا اسلئے آس پاس والوں کو چھوڑ کر عتبہ کو ہلاک کر گیا اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی کی وجہ سے عتبہ کا گوشت خباثت سے بھرا ہوا تھا اس لئے اس کے گوشت کو شیر نے بھی نہ کھایا... شیر کے گوشت نہ کھانے سے معلوم ہوا کہ شیر کا تقرر صرف دشمن رسول سے انتقام تھا اور بس... اللہ تعالیٰ ہمیں کامل اتباع سنت کی توفیق بخشیں اور ہر قسم کی گستاخی و بے ادبی سے محفوظ فرمائیں... آمین...

ماں کی بددعا کا عبرت انگیز واقعہ

عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ایک جماعت نے سفر کیا اور ایک میدان میں اتری پس یہاں اس جماعت کے لوگوں نے متواتر گدھے کی آواز سنی جس سے وہ بیدار ہو گئے اور تحقیق کیلئے چلے تا کہ اس کو دیکھیں ناگاہ انہیں ایک ایسا گھر نظر آیا جس میں ایک بڑھیا موجود تھی..... پس ان لوگوں نے اس سے کہا کہ ہم نے گدھے کی آواز سنی جس نے ہم کو بیدار کیا..... لیکن ہم تیرے یہاں گدھا نہیں

دیکھتے ہیں اس بڑھیا نے ان سے کہا کہ میرا لڑکا تھا..... اس کی یہ حالت تھی کہ مجھ سے کہتا تھا کہ اے گدھی آ... اور اے گدھی جا..... اور یہ اس کی عادت تھی میں نے اس کے حق میں بد دعا کی کہ یا اللہ اس کو گدھا کر دے چنانچہ اب ہمیشہ ہر رات میں صبح تک گدھے کی بولی بولتا ہے..... اسکے بعد ان مسافروں نے اس سے کہا کہ ہم کو اس کے پاس لے چلو تا کہ ہم اس کو دیکھیں پس یہ لوگ اسکے پاس گئے وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ وہ قبر میں ہے اور اس کی گردن گدھے کی گردن کی طرح ہے.....

لاحول ولا قوة الا بالله (ایک ہزار پرتاثیر واقعات)

ماں کی بد دعا... ایک عبرت انگیز واقعہ

ایک فوجی میجر صاحب اپنے بچوں کو کوئٹہ سے منڈی بہاؤالدین لے جانے کے لیے تیار ہوئے... پلیٹ فارم پر پہنچے تو پتا چلا کہ گاڑی تقریباً آدھا گھنٹہ لیٹ ہے... خیر بیٹھ گئے ریل کے انتظار میں... انتظار کچھ زیادہ طویل نہ ہوا اور ریل گاڑی پلیٹ فارم پر پہنچ گئی... میجر صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے ڈبے میں رش زیادہ تھا... سب لوگ باری باری سوار ہونے لگے... ہم بھی سوار ہو ہی رہے تھے کہ ریل آہستہ آہستہ چلنے لگی... میں نے اپنے بچوں کو جلدی جلدی گاڑی میں سوار کیا اور خود بھی گاڑی میں سوار ہونے کے لیے ایک آدمی کو ہاتھ دیا کہ اچانک ہی گاڑی کی رفتار تیزی ہوگئی اور میرا ہاتھ اس آدمی کے ہاتھ سے پھسل گیا اور میجر صاحب نیچے گر پڑے...

ایک شور اٹھا اور ریل گاڑی جھٹکے سے رک گئی... تمام مسافر ریل گاڑی سے اترنے لگے اور میجر کے گرد حلقہ بنا کر کھڑے ہوگئے... جیسے ہی میں نے میجر کی طرف دیکھا تو دل ہل کر رہ گیا... کیونکہ ان کی دونوں ٹانگیں جسم سے علیحدہ ہوگئی تھیں اور خون بے تحاشاہ بہہ رہا تھا... میجر صاحب آہ و بکا کر رہے تھے... لیکن اپنے ہوش میں تھے... میں کھڑا دل ہی دل میں ان کی ہمت کو داد دے رہا تھا کہ اتنی تکلیف میں بھی وہ بے

ہوش نہیں ہوئے تھے... پھر اچانک میجر صاحب درد بھری آواز میں چلائے:

''لوگو! آج میں نشانِ عبرت بن گیا ہوں... ہاں مجھ سے عبرت حاصل کرو! میں بدبخت نامراد ہو گیا... خدارا کبھی... بھی اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا... دیکھو یہ انجام... یہ ہے میرے بدقسمتی... کہاں ہے میرا عہدہ؟... کہاں ہے؟....

جو مجھے ماں کی بددُعا سے بچا نہ سکا...'' ہجوم تیزی سے بڑھ رہا تھا... شاید ریلوے پولیس نے ایمبولینس بلوالی تھی...

مگران کی یہ غیر متوقع بات سن کر مجمع کو سانپ سونگھ گیا... سب دم بخود ان کے چہرے کو دیکھنے لگے... چند لمحوں کے بعد وہ دوبارہ بولے....

''مجھ پر خدا کی مار ہے... بے شک خدا کی لاٹھی بے آواز ہے... کسی نے مجھے نہ بچایا کسی میں قدرت نہیں کہ وہ خدا کے عذاب سے کسی کو بچا سکے... ہاں یہ ہے بدنصیبی... یہ میں ہوں جو کل خود کو کچھ زیادہ ہی اونچا گمان کرتا تھا... اتنا اونچا کہ اسکے آگے اپنے والدین کی بھی کوئی قدر و منزلت نہ تھی...

آہ......ہ......ہ وہ بھیانک دن... وہ خوف ناک صبح جب میں نے اپنے بوڑھے والدین کو خوب مارا اور جب میں مار مار کر تھک گیا... تو میری ماں نے صرف یہ کہا:

''اے خدا! اے مالک تو نے اس کی ٹانگیں کیوں نہ توڑ دیں؟...... یہ شکوہ نہیں ... بلکہ بددعا تھی جس کا نتیجہ آپ سب لوگوں کے سامنے ہے...''

بس یہ چند جملے تھے... جو میجر نے کہے پھر درد کی شدت کے باعث اس کی زبان بند ہو گئی... اتنے میں ایمبولینس آگئی اور کچھ لوگ انہیں ہسپتال لے گئے... یہ واقعہ سن کر ہمارا دل لرز کر رہ گیا...

خدایا! کیا واقعی کوئی اپنے والدین کو مار سکتا ہے...

• اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے واقعات سے عبرت پکڑنے کی توفیق عطا فرمائے... اور ہمیں اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے... آمین (ماہنامہ محاسن اسلام ملتان)

مسواک کے بارے میں عبرت ناک واقعہ

ایک شخص ابوسلامہ نامی جو بصریٰ مقام کا باشندہ اور نہایت بے باک اور بے غیرت تھا اس کے سامنے مسواک کے فضائل ومناقب اور محاسن کا ذکر آیا تو اس نے ازراہِ غیظ وغضب قسم کھا کر کہا کہ میں مسواک کو اپنی سرین میں استعمال کروں گا... چنانچہ اس نے اپنی سرین میں مسواک گھما کر اپنی قسم کو پورا کر کے دکھایا...اور اس طرح مسواک کے ساتھ سخت بے حرمتی اور بے ادبی کا معاملہ کیا جس کی پاداش میں قدرتی طور پر ٹھیک نو مہینہ بعد اس کے پیٹ میں تکلیف شروع ہوئی...اور پھر ایک (بدشکل) جانور جنگلی چوہے... جیسا اس کے پیٹ سے پیدا ہوا جس کے ایک بالشت چار انگلی کی دم، چار پیر، مچھلی جیسا سر اور چار دانت باہر کی جانب نکلے ہوئے تھے، پیدا ہوتے ہی یہ جانور تین بار چلایا جس پر اس کی بچی آگے بڑھی اور سر کچل کر اس نے جانور کو ہلاک کر دیا اور تیسرے دن یہ شخص بھی مر گیا...(البدایہ والنہایہ)

ماں کی شان میں گستاخی کرنے والے کی سزا

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب المفرد میں لکھا ہے کہ ایک قبرستان میں مغرب کے بعد ایک قبر پھٹتی تھی ...اس میں سے ایک شخص نکلتا...جس کا سر گدھے کے مانند تھا...گدھے کی آواز نکال کر چند لمحے بعد قبر میں چلا جاتا تھا...کسی نے لوگوں سے پوچھا کہ آخر اس قبر والے کے ساتھ یہ معاملہ کیوں ہو رہا ہے؟

کیا وجہ ہے؟ بتانے والے نے بتایا کہ یہ آدمی شراب پیتا تھا...جب اس کی ماں اسے ڈانٹتی تو کہتا کہ کیوں گدھے کی طرح چلاتی ہے؟

فائدہ: ماں کا ادب بہت ضروری ہے...حدیث میں ہے کہ ماں کے پیروں کے نیچے جنت ہے...اور باپ جنت کا دروازہ ہے...(بکھرے موتی)

اللہ والوں کی بے ادبی کا وبال

ایک دفعہ ایک میاں بیوی جا رہے تھے... کسی بزرگ کے پاؤں سے عورت پر چھینٹیں پڑ گئیں... اس عورت کے شوہر نے غصہ میں ان بزرگ کو طمانچہ مارا کہ دیکھ کر نہیں چل سکتے... میری بیوی کے سارے کپڑے خراب کر دیئے ہیں... وہ بزرگ خاموش رہ کر چلتے بنے آگے شہر آ گیا... شہر کے شروع میں ایک حلوائی کی دکان تھی... حلوائی نے یہ سوچ رکھا تھا کہ آج صبح صبح جو سب سے پہلے شہر میں داخل ہوگا... اس کو گرم دودھ کا پیالہ پلاؤں گا... چنانچہ وہ پیالہ ان بزرگ کی قسمت میں آیا اور حلوائی نے وہ پلایا...

یہ بزرگ کہنے لگے کہ اے اللہ واہ تیری بڑی عجیب شان ہے کہ تھوڑی دیر پہلے میری پٹائی کرادی اور پھر اب گرم گرم دودھ کا پیالہ پلا رہے ہیں چنانچہ تھوڑی دور گئے تو وہ میاں بیوی اپنے گھر پہنچ گئے سیڑھیاں چڑھے' میاں کا اوپر والی سیڑھی سے پاؤں پھسلا اور دھڑم کر کے گرا اور فوت ہو گیا بیوی بولنے لگی لوگ اکٹھے ہو گئے کہ ایک بابا جی نے چھینٹے مارے تھے انہوں (خاوند) نے ایک طمانچہ مار دیا تھا لگتا ہے کہ بابا جی کی بددعا لگ گئی ہے...

اتنے میں وہ بابا جی بزرگ صاحب بھی پہنچے فرمانے لگے کہ میں نے اس کے لیے کوئی بددعا نہیں کی تھی اس کو اپنی بیوی سے محبت تھی اس نے اس کا بدلہ مجھ سے لے لیا اور مجھ سے میرے اللہ کو محبت ہے... اس لیے میری طرف سے اللہ تعالیٰ نے اس سے بدلہ لے لیا... اور حدیث شریف میں بھی آتا ہے کہ جو اللہ کے ولی کو تنگ کرتا ہے... اللہ تعالیٰ اس سے اعلان جنگ کرتا ہے... اس لیے کبھی اللہ والے (نیک آدمی) کو تنگ نہ کرنا چاہیے... اور کسی کے ماتھے پر تو لکھا نہیں کہ یہ نیک ہے... اس لیے کسی آدمی کو بھی تنگ نہ کرنا چاہیے... (اہل اللہ کے واقعات)

بے ادبی اور گستاخی کے ثمرات

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوص خلفائے راشدین کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنا عند اللہ نہایت ہی مبغوض اور مردود فعل ہے گستاخ اور بے ادب کبھی مقصود راہ تک نہیں پاسکتا کبھی صورت تک مسخ ہو جاتی ہے بعض گستاخ فرقے اس باب میں بہت دلیر اور جری ہیں ہندوؤں کے چہرہ میں بھی وہ ظلمت اور بے رونقی نہیں جوان گستاخوں کے چہرہ پر ہوتی ہے جس کا راز یہ ہے کہ کفر ایک باطنی لعنت ہے اس کا اثر باطن پر زیادہ ہوتا ہے اور گستاخی ایک ظاہری بے ہودگی ہے اس کا اثر ظاہر پر زیادہ ہوتا ہے اور یہ سب بے ادبی اور گستاخیوں کے ثمرات ہیں اور ان گستاخوں میں سے بعض کے چہروں اور پیشانیوں پر گو سجدوں کے نشان نمایاں ہوتے ہیں مگر ساتھ ہی کھرا پن بھی ہوتا ہے جس کو دیکھ کر وحشت ہوتی ہے ملاحت نہیں ہوتی... (ملفوظات حکیم الامت ج ۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بُرا کہنے والے کیلئے ذبح کا حکم

امام مستغفری نے اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں بیان کیا ہے کہ ایک نہایت نیک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور تمام لوگ حساب کے لیے بلائے جارہے ہیں... میں پل صراط کے قریب پہنچا اور گزر گیا... میں نے دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حوض کوثر پر کھڑے ہیں اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم لوگوں کو آب کوثر پلا رہے ہیں میں نے بھی پانی مانگا... آپ دونوں نے انکار کر دیا... پس میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ انہوں نے مجھے آب کوثر نہیں پلایا... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمادیجئے کہ وہ مجھے پانی پلائیں...

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''تیرا ایک ہمسایہ ہے جو علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے اور تو اس کو منع نہیں کرتا'' میں نے عرض کیا کہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کو روک سکوں وہ قوی ہے مجھ کو مار ڈالے گا... اس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو ایک چھری عنایت فرمائی اور فرمایا کہ جا اس کو اس سے ذبح کر دے...

میں نے خواب ہی میں اس کو ذبح کر ڈالا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اس کو قتل کر ڈالا ہے... تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کو پانی پلا دو... اس پر انہوں نے مجھے پانی کا پیالہ عنایت فرمایا... میں نے پیالہ ان سے لے لیا لیکن یاد نہیں کہ پانی پیا یا نہیں... اتنے میں میری آنکھ کھل گئی... میں نہایت خوفزدہ تھا... میں نے جلدی سے وضو کیا اور نماز میں مشغول ہو گیا... پھر دن نکل آیا... میں نے لوگوں کو شور وغل مچاتے سنا کہ فلاں آدمی کو کوئی اس کے بستر پر مار گیا ہے... حاکم کے پیادے آئے اور ہمسائیوں کو پکڑ کر لے گئے... میں نے دل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے یہ تو وہ خواب ہے جو میں نے دیکھا ہے... اللہ تعالیٰ نے اس کو سچا کر دکھایا...

میں جلدی سے اٹھا اور سارا ماجرا حاکم سے کہہ سنایا... حاکم نے خواب سن کر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس کی جزا دے... خیر اب اٹھو اور اپنا راستہ لو کہ تم واقعی بے گناہ ہو... اور یہ سب لوگ بھی جن کو میرے سپاہی گرفتار کر کے لائے ہیں بے قصور ہیں...

حضرات شیخین کو برا کہنے والا بندر کی شکل ہو گیا

امام مستغفری نے کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں بیان کیا ہے کہ ایک ثقہ نے بیان کیا کہ ہم تین آدمی یمن کو جاتے تھے اور ہمارے ساتھ ایک شخص کوفہ کا تھا... وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا کرتا تھا ہم ہر چند اسے منع کرتے لیکن وہ باز نہ آتا تھا... جب ہم یمن کے نزدیک پہنچے

تو ایک جگہ اتر کر سو رہے اور جب کوچ کا وقت آیا تو ہم سب نے اٹھ کر وضو کیا اور اس کو جگایا... وہ اٹھ کر کہنے لگا افسوس میں تم سے جدا ہو کر اسی منزل میں رہ جاؤں گا...

ابھی میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سر پر کھڑے فرماتے ہیں کہ اے فاسق تو اس منزل میں مسخ ہو جائیگا... ہم نے کہا کہ وضو کر... اس نے اپنے پاؤں سمیٹے... ہم نے دیکھا کہ انگلیوں سے اس کا مسخ ہونا شروع ہوا اور دونوں پاؤں اس کے بندر کے سے ہو گئے... پھر گھٹنوں تک پھر کمر تک پھر سینہ تک پھر منہ تک مسخ پہنچا اور وہ بالکل بندر بن گیا...

ہم نے اس کو پکڑ کر اونٹ پر باندھ لیا اور وہاں سے روانہ ہوئے اور وقت غروب آفتاب ایک جنگل میں پہنچے وہاں چند بندر جمع تھے... اس نے جب انہیں دیکھا تو رسی تڑوا کر ان میں جاملا... **نعوذ باللہ منہا**... (برکات درود شریف)

بے ادبی و گستاخی کا وبال

حضرت امام یافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مجھے صحیح اسناد کے ساتھ پہنچا ہے اور اس زمانہ میں بہت مشہور ہوا ہے... واقعہ یہ ہے کہ عارف باللہ شیخ ابن الزغب یمنی کی عادت تھی کہ ہمیشہ اپنے وطن سے سفر کر کے اول حج ادا کرتے... اور پھر زیارت روضہء اقدس کے لیے حاضر ہوتے تھے... حاضری دربار کے وقت والہانہ اشعار قصیدہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھ کر روضہء اقدس کے سامنے پڑھا کرتے تھے...

ایک مرتبہ حسب عادت قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک رافضی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آج میری دعوت قبول کیجئے... حضرت شیخ نے از روئے تواضع اور اتباع سنت دعوت قبول فرما لی... آپ کو اس کا علم نہ تھا کہ یہ رافضی ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح سے ناراض

ہے... آپ حسب وعدہ اس کے مکان پر تشریف لے گئے... مکان میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے دو حبشی غلاموں کو اشارہ کیا... جن کو پہلے سمجھا رکھا تھا... وہ دونوں اس ولی اللہ کو لپٹ گئے اور آپ کی زبان کاٹ ڈالی... اس کے بعد اس کمبخت رافضی نے کہا ... جاؤ یہ زبان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے پاس لے جاؤ جن کی مدح تم کیا کرتے ہو... وہ اس کو جوڑ دیں گے...

شیخ موصوف کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لیے روضہء اقدس پر حاضر ہوئے ... آنسوؤں کے ذریعے داستان غم کہہ سنائی... اسی عالم میں آنکھ لگ گئی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبین حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی اس واقعہ کی وجہ سے غمگین تھے...

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیخ کے ہاتھ سے کٹی ہوئی زبان اپنے دست مبارک میں لی اور شیخ کو قریب کر کے زبان ان کے منہ میں اس کی جگہ رکھ دی... شیخ یہ خواب دیکھ کر بیدار جو ہوئے تو زبان بالکل صحیح سالم اپنی جگہ لگی ہوئی تھی... دربار نبوت کا یہ کھلا معجزہ دیکھ کر اپنے وطن واپس چلے گئے...

دوسرے سال پھر حج کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور حسب عادت قصیدہ مدحیہ روضہء اقدس کے سامنے پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک شخص نے دعوت کے لیے درخواست کی... شیخ نے پھر توکلا علی اللہ قبول فرمالی اور اس کے ساتھ تشریف لے گئے...

مکان میں داخل ہوئے تو وہی پہلے والا مکان معلوم ہوا... خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے داخل ہو گئے... اس شخص نے نہایت عزت واحترام کے ساتھ بٹھایا اور پر تکلف کھانے کھلائے... کھانے کے بعد یہ شخص شیخ کو ایک کوٹھڑی میں لے گیا... وہاں دیکھا کہ ایک بندر بیٹھا ہے... اس شخص نے کہا آپ جانتے ہیں یہ بندر کون ہے... فرمایا نہیں... اس نے عرض کیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے آپ کی زبان قطع کرائی تھی...

حق تعالیٰ نے اسے بندر کی صورت میں مسخ کر دیا... یہ میرا باپ ہے اور میں اس کا بیٹا...(غرض شہنشاہ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات باہرہ کے سامنے یہ کوئی بڑی چیز نہیں...لیکن اس سے یہ امر اور ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد وصال روضہ اقدس میں زندہ ہیں...(برکات درود شریف)

سنت کی بے ادبی پر پکڑ کا عجیب واقعہ

نواب علی محمد خاں حاکم روہیل کھنڈ کے صاحبزادے نواب سعد اللہ خاں نے ایک دن حجامت بنوانا شروع کی....مولانا مفتی عبدالغنی اتفاق سے پاس ہی بیٹھے تھے....نواب زادہ نے سر کے بالوں کی حجامت سے فارغ ہونے کے بعد حجام کو ڈاڑھی کترنے کا حکم دیا اور اپنی حکومت وریاست کے گھمنڈ میں مولانا کا بالکل پاس نہ کیا....

حجام نے نواب زادہ کی ڈاڑھی کترنے کو ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ مفتی صاحب کو ہتک سنت پر کمال غصہ آیا اور آپ نے ایک طمانچہ حجام کے مارا جس کا اثر نواب زادہ کے چہرہ تک پہنچا....نواب زادہ کو غصہ آیا تو بہت مگر ہیبت حق اور کچھ اس لحاظ سے کہ وہ میرے باپ کا جلیل القدر مہمان ہیں خاموش ہوگیا....

جب نواب علی محمد خاں کا انتقال ہوگیا اور نواب سعد اللہ خاں کا دور دورہ ہوا تو اس نے بدلہ لینے کے لیے ان پر ایک قتل کا الزام لگا کر آنولہ طلب کیا....

مفتی صاحب نے کہا بلادعویٰ وحضوری فریقین وگواہان محض آپ کا کہنا خواہ آپ حاکم وقت ہی ہیں کیا اصل رکھتا ہے....البتہ اگر قاضی اور مفتیان اسلام حکم شرعی فرمائیں تو مجھے بدل وجان منظور ہے....نواب کو اس صاف گوئی پر بہت طیش آیا اور کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دفعتاً فالج گرا' امراء وزراء اور متعلقین نے مولانا کے قدم پکڑے کہ نواب کو آپ کی اور شریعت کی بے ادبی کی پوری سزا مل گئی....اب خدارا دعا فرمائیے....

آپ کی دعا سے مرض بالکل زائل ہوگیا اور اسی وقت سے حافظ الملک حافظ

رحمت خاں رویلہ وغیرہ تمام امرائے روہیلہ آپ کا احترام کرنے لگے.... آج کتنے پیر' کتنے سجادہ نشین' کتنے مولوی و مفتی اور کتنے عالم و امام ہیں جو شریعت اسلام کی علانیہ ہتک دیکھتے ہیں اور اپنے مریدوں' عقیدتمندوں اور زیر اثر لوگوں کو اس سے منع کرنے کی جرأت اور طاقت رکھتے ہیں؟ (ناقابل فراموش واقعات)

بڑے کی بات میں دخل دینا بے ادبی ہے

ایک صاحب کی غلطی پر حضرتِ والا مؤاخذہ فرما رہے تھے... ان سے جواب طلب ہو رہا تھا وہ صاحب خاموش تھے... ایک صاحب نے جو مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے ان سے خطاب کیا کہ آپ جواب دیجیے! اس پر حضرتِ والا نے ان سے فرمایا: بس آپ دخل نہ دیجئے... آپ کو میں نے وکیل نہیں بنایا... آپ کیوں دخل در معقولات دیتے ہیں... اس طرز میں بڑی خرابیاں ہیں... ایک مفسدہ (خرابی) تو یہ ہے کہ ایک غریب پر چہار طرف سے ہنگامہ ہو جاتا ہے... جس سے اس کی دل شکنی ہوتی ہے... دوسرے یہ کہ مخاطب کو مجھ سے تو محبت ہے اس لئے اس کو میری ہر بات گوارا ہوگی اور تم سے محبت نہیں اس لئے (آپ کی بات سے) اس کو ناگواری ہوگی... اور ایک تیسری بات ان دونوں سے باریک ہے جس پر بدوں غور کے نظر پہنچنا مشکل ہے... وہ یہ کہ میری اس میں اہانت ہے کہ تو کافی نہیں... ہمارے جوڑ لگانے کی ضرورت ہے... (الافاضات ج۳)

بے ادبی کرنے والے کے ساتھ معاملہ

حضرت کعب بن علقمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت غرفہ بن حارث کندی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ صحابی ہیں... انہوں نے سنا کہ ایک نصرانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہہ رہا ہے تو انہوں نے اسے ایسا مارا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی... یہ معاملہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا... حضرت

عمرو نے حضرت غرفہ سے فرمایا ہم تو ان سے امن دینے کا معاہدہ کر چکے ہیں... حضرت غرفہ نے کہا اللہ کی پناہ... یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہیں اور ہم ان کے معاہدے کا پھر بھی لحاظ کریں؟ ہم نے تو ان شرطوں پر ان سے معاہدہ کیا ہے کہ ہم ان کے عبادت خانوں کو کچھ نہیں کہیں گے یہ اپنے عبادت خانوں میں جو چاہیں کہیں اور ہم ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ان پر نہیں ڈالیں گے اور اگر کوئی دشمن ان پر حملہ کرے گا تو ہم ان کی طرف سے لڑیں گے اور ان کے احکام میں ہم کوئی دخل نہیں دیں گے... ہاں اگر یہ ہمارے احکامات پر راضی ہو کر ہمارے پاس فیصلہ کروانے آئیں گے تو ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے مطابق ان کے بارے میں فیصلہ کریں گے اور اگر یہ اپنے معاملات کے بارے میں ہم سے الگ تھلگ رہیں گے تو ہم انہیں کچھ نہیں کہیں گے... اس پر حضرت عمرو نے کہا تم ٹھیک کہہ رہے ہو... (اخرجہ ابن المبارک عن حرملۃ بن عمران)

ادب واطاعت کا کمال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر بیٹھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جاؤ... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی مسجد کے دروازے کے پاس بیٹھ گئے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا کہ وہ دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں تو ان سے فرمایا اے عبداللہ بن مسعود! اندر آجاؤ... (اخرجہ ابن عساکر)

استاذ کی بے ادبی کا عبرتناک انجام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں (1943ء میں دارالعلوم ندوہ کے طلباء نے تعلیمی بائیکاٹ کیا اس تعلیمی بائیکاٹ) کی قیادت ہمارے بعض عزیز شاگرد کر رہے تھے.. جو دارالعلوم کے بہترین طالب علم تھے اور ان سے ہم نے اور دارالعلوم نے بڑی بڑی توقعات

قائم کی تھیں، ان میں سے سب سے زیادہ نمایاں میرے عزیز ترین شاگرد علی احمد کیانی تھے میں نے اپنے دس سال کے تدریسی دور میں اور اس کے بعد بھی جب میں نے بحیثیت نائب معتمد کے کام کیا اس نوجوان سے زیادہ ذہین، ذی استعداد اور سلیم الطبع طالب علم نہیں دیکھا.. وہ چوتھے، پانچویں درجہ میں پہنچ کر برجستہ عربی میں تقریر کرنے لگے، حافظہ اس بلا کا تھا کہ ہزاروں شعر اقبال و اکبر اور ظفر علی خاں کے نوک زبان پر تھے، میرے بعض عربی مقالات کا ترجمہ بھی کیا تھا، وہ تعلیمی بائیکاٹ کے بعد کراچی گئے تو اپنی نوعمری کے باوجود کراچی کی علمی مجلسوں میں علامہ کیانی کے نام سے مشہور ہوئے..

جیسا کہ طلباء کے ہنگاموں میں ہوا کرتا ہے وہ طوعاً وکرہاً طلباء کے نمائندہ اور اسٹرائیک کے قائد بن گئے، انکے سب اساتذہ کو اور بالخصوص مجھے انکے اس ہنگامہ میں نہ صرف شریک ہونے بلکہ قائد بننے سے سخت قلق تھا، زیادہ تر اس وجہ سے کہ اس اسٹرائیک کی زد سید (سلیمان ندوی) صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت اور ان کی معتمد پر پڑتی تھی.. سید صاحب رحمہ اللہ کے دل کو بھی اس ہنگامے سے بڑی چوٹ لگی، انکے دل میں ندوہ کی خدمت اور طلباء کی تربیت کی بڑی بڑی امنگیں تھیں، انکو اس سے اپنی تمناؤں کا خون اور اپنی کوششوں کی ناکامی کا منظر نظر آیا اور بہت دل شکستہ اور افسردہ ہو گئے، انہی دنوں میں علی احمد کیانی پر جنون کا دورہ پڑا اور حالت یہاں تک پہنچی کہ انکو گھر والوں نے رسیوں سے باندھ دیا.. انکے بھائی میرے برادر معظم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب مرحوم کو انکو دکھانے کیلئے گھر لے گئے، میں بھی خصوصی تعلق کی بنیاد پر ساتھ ہو گیا، انکو جب رسیوں سے بندھا ہوا دیکھا تو آنکھ میں آنسو آگئے کہ نوجوان جو اپنی ذکاوت اور صحیح الدماغی میں اپنے ساتھیوں کیلئے بھی قابل رشک تھا اس حالت میں ہے..

سید صاحب اس زمانہ میں اتنے دل برداشتہ تھے کہ دارالعلوم میں قیام بھی نہیں فرمایا، ہمارے ہی گھر میں مقیم تھے، میں نے ایک مرتبہ تنہائی میں موقع پا کر عرض کیا کہ

میرا خیال ہے کہ علی احمد کی زبان سے آپکی شان میں کوئی الفاظ نکل گئے، اس طوفان بدتمیزی میں کچھ بعید نہیں کہ ان پر جذباتیت غالب آئی ہو اور ناگفتنی کا ارتکاب کیا ہو..

حدیث شریف میں آتا ہے.. "جس نے میرے ولی کو اذیت پہنچائی، تو اس کے ساتھ میرا (اللہ جل شانہ) کا اعلان جنگ ہے" اور آپ تو ان کے محسن اور مربی بھی تھے، سید صاحب نے اس کے جواب میں تواضع اور فروتنی کے الفاظ فرمائے اور کہا کہ میں کیا چیز ہوں میں نے دوبارہ عرض کیا اور دعا کی درخواست کی، سید صاحب نے اس پر سکوت فرمایا، دوسرے یا تیسرے دن مجھ سے فرمایا کہ مولوی علی صاحب! میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کردی....

اب اس واقعہ کو سید صاحب کی کرامت سمجھا جائے یا اس کو کسی اور بات پر محمول کیا جائے کہ عزیز موصوف بالکل نوعمری میں 1950ء میں پاگل ہوگیا.. اللہ تعالیٰ ہمیں بے ادبی سے محفوظ فرمائیں آمین (راہ علم کا مسافر)

استاذ کے ساتھ بے وفائی کی ایک صورت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں.. میرے زمانۂ طالب علمی میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں گنگوہ میں دورۂ حدیث ہوتا تھا اور صحاح ستہ کا درس خود حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دیتے تھے..

دیوبند سے اکثر طلباء دورۂ حدیث سے پہلے کی کتابیں پڑھ کر دورۂ حدیث کے لئے گنگوہ چلے جاتے تھے..

دیوبند میں کم رہ جاتے تھے مجھے چونکہ حضرت مولانا یعقوب صاحب سے گہری محبت تھی مجھے بے وفائی معلوم ہوئی کہ میں دورۂ حدیث کے لئے ان کو چھوڑ کر جاؤں.. اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے حدیث میں بھی اپنے دوسرے ساتھیوں سے کم نہیں رکھا.. (مجالس حکیم الامت)

بے اَدبی و گستاخی کا انجام

فرمایا کہ مولانا عبداللہ صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قبر کھود کر دیکھ لے کہ گستاخ کا منہ قبلہ سے پھرا ہوا ہوگا..

اس پر مولوی ابوالحسن صاحب نے عرض کیا کہ میں نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے یہ بات خود سنی ہے حضرت کے یہ لفظ تھے کہ جو کوئی ائمہ پر طعن کرتا ہے اس کا منہ قبر میں قبلہ سے پھر جاتا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ منہ قبلہ سے پھر گیا..(حسن العزیز)

غلطی کا وَبال کبھی برسوں کے بعد ظاہر ہوتا ہے

عوارف میں ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ کسی زمانہ میں ان کی زبان سے کوئی کلمہ ناگوار خلاف شرع نکل گیا تھا اس کے بعد وہ ولی ہوئے، صاحب معرفت شیخ ہوئے مگر اس کلمہ کا کہنا یاد بھی نہ رہا اس (جملہ) سے خاص (طور پر) توبہ نہیں کی..

ایک دن لا الہ الا اللہ کہنے کا ارادہ کیا تو زبان سے کلمہ نہ نکلا اور سب باتیں کر سکتے تھے مگر لا الہ الا اللہ نہ کہہ سکتے تھے.. یہ حالت دیکھ کر لرز گئے.. جناب باری میں دعا کی یہ میرے کس گناہ کی سزا ہے مجھے بتلایا جائے الہام ہوا کہ فلاں زمانہ میں تم نے فلاں کلمہ کہا تھا اور اب تک استغفار نہیں کیا اس لئے آج اتنے برس کے بعد ہم نے اس کی سزا دی.. یہ فوراً سجدہ میں گر پڑے اور توبہ کی تو فوراً زبان کھل گئی..(التبلیغ)

توہین صحابہ رضی اللہ عنہم کی عبرت انگیز نقد سزا

ایک شخص حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے صحابہ کرام کی شان میں گستاخی و بے ادبی کے الفاظ بکنے لگا...آپ نے فرمایا کہ تم اپنی خبیث حرکت سے باز رہو...ورنہ میں تمہارے لیے بددعا کردوں گا...اس گستاخ و بے باک نے کہا کہ مجھے آپ کی بددعا کی کوئی پرواہ نہیں...آپ کی بددعا سے میرا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا...

یہ سن کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! اگر اس شخص نے تیرے پیارے نبی کے پیارے صحابیوں کی توہین کی ہے... تو آج ہی اس کو اپنے قہر و غضب کی نشانی دکھا دے تا کہ دوسروں کو اس سے عبرت حاصل ہو...

اس دعا کے بعد جیسے ہی وہ شخص مسجد سے باہر نکلا... تو بالکل ہی اچانک ایک پاگل اونٹ کہیں سے دوڑتا ہوا آیا اور اس کو دانتوں سے پچھاڑ دیا اور اس کے اوپر بیٹھ کر اس کو اس قدر زور سے دبایا کہ اس کی پسلیوں کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور وہ فوراً ہی مر گیا...

یہ منظر دیکھ کر لوگ دوڑ دوڑ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارک باد دینے لگے کہ آپ کی دعا قبول ہو گئی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دشمن فوت ہو گیا... (دلائل النبوت)

اذان کی بے حرمتی کرنے کی سزا

اسلام آباد کے زلزلہ زدہ مارگلہ ٹاور کے ملبہ میں سے ایک شخص کا کٹا ہوا سر ملا... دھڑ نہ مل سکا... بعض افراد نے سر کو پہچان کر بتایا کہ یہ بدنصیب شخص جب اذان شروع ہوتی تو گانوں کی آواز مزید اونچی کر لیتا تھا... اس خوفناک زلزلے نے پاکستان کے مشرقی حصے میں یعنی پنجاب کے بعض مقامات کے علاوہ کشمیر اور صوبہ سرحد میں بے حد تباہی مچائی... لاکھوں افراد مارے گئے اور زخمیوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں... (یادگار واقعات)

بغض صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے چہرہ سیاہ ہونا

حضرت امام ابن ابی الدنیا حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم مکہ میں کعبہ شریف کے نزدیک بیٹھے تھے کہ ایک شخص ہمارے سامنے آیا اس کا آدھا چہرہ سیاہ تھا اور آدھا سفید... کہنے لگا اے لوگو! میری شکل دیکھ کر عبرت حاصل کرو... میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کسی نے میرے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا او

اللہ کے دشمن او فاسق! کیا تو ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا ہے... پس جب میں بیدار ہوا تو یہ میری حالت ہوگئی جو آپ لوگ مشاہدہ کر رہے ہیں... (کتاب الروح لابن قیم ص ۲۳۲)

بغض صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے قبر میں سے غائب ہو جانا

علامہ حق نازلی اپنی مشہور تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں کہ مدینہ شریف میں ابن ہیلان نامی ایک شخص رہا کرتا تھا...

جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہا کرتا تھا... جب وہ فوت ہوا تو اس کو جنت البقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا...

کسی وجہ سے دوسرے دن اس کی قبر کھودی تو دیکھا کہ اسکی لاش غائب تھی... اس واقعہ میں حضرت قاضی جمال الدین بھی موجود تھے... اس واقعہ کو اس زمانہ کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی سمجھا... (تفسیر روح البیان ص ۳۳۷ ج ۱)

گستاخی پر فوری سزا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی شریف صلی اللہ علیہ وسلم میں منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل ہی اچانک ایک بدنصیب اور خبیث النفس انسان جس کا نام جہجاہ غفاری تھا کھڑا ہو گیا اور آپ کے دست مبارک سے عصا چھین کر اس کو توڑ ڈالا...

آپ نے اپنے حلم و حیاء کی وجہ سے اس سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا... لیکن خدا تعالیٰ کی قہاری و جباری نے اس بے ادبی اور گستاخی پر اس مردود کو یہ سزا دی کہ اس کے ہاتھ میں کینسر کا مرض ہو گیا اور اس کا ہاتھ گل سڑ کر گر پڑا اور وہ یہ سزا پا کر ایک سال کے اندر ہی مر گیا... (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۲ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۲)

ایک سبی رافضی کا بندر بن جانا

امام بیہقی اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک معتبر آدمی نے بیان کیا کہ ہم تین آدمی یمن کو جا رہے تھے اور ہمارے ساتھ ایک شخص کوفہ کا بھی تھا... وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا... ہم ہر چند اسے منع کرتے تھے لیکن وہ باز نہ آتا تھا... جب ہم یمن کے نزدیک پہنچے... ایک جگہ اتر کر سو رہے... جب روانگی کا وقت آیا تو ہم سب نے اٹھ کر وضو کیا اور اس کوفی کو بھی جگا دیا... وہ اٹھ کر کہنے لگا افسوس کہ میں تم سے جدا ہو کر اسی منزل پر رہ جاؤں گا کیونکہ ابھی ابھی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے... کہ اے فاسق تو اس منزل پر مسخ ہو جائے گا... اسی اثناء میں اس نے پاؤں اکٹھے کر لئے... ہم نے دیکھا کہ انگلیوں سے مسخ ہونا شروع ہوا اور اس کے دونوں پاؤں بندر جیسے ہو گئے... پھر گھٹنوں تک پھر کمر تک پھر منہ تک حالت مسخ پہنچ گئی اور حتی کہ وہ بالکل ہی بندر کی شکل میں تبدیل ہو گیا... ہم نے اسے پکڑ کر اونٹ پر باندھ دیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے... غروب آفتاب کے وقت ہمارا گذر ایک جنگل سے ہوا... وہاں دیکھا کہ چند بندر جمع ہیں... اس نے جب ان بندروں کو دیکھا اپنی رسیاں توڑ کر ان میں جاملا... اسی طرح کا واقعہ امام علامہ تلمسانی نے بھی ذکر کیا ہے... لیکن اس واقعہ میں بندر کی بجائے خنزیر کا ذکر ہے... (سعادۃ الدارین للنبہانی ص ۱۵۳)

دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم پر کتے کا مسلط ہونا

حضرت امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک کتا دیکھا جس نے لوگوں کا راستہ چلنا بند کر دیا تھا... میں جب اس راستہ سے گذرا تو دل میں خوف پیدا ہوا کتا مجھے دیکھ کر کہنے لگا تم ہرگز نہ ڈرو... اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والوں پر مسلط کیا ہے... (سیرۃ فاروق لابن جوزی نزہۃ المجالس ص ۲۹۸ ج ۲)

اس کتے کو اللہ تعالیٰ نے بطور عبرت مقرر کر دیا ہوگا شاید اس وقت بصرہ میں دشمن شیخین بہت ہوں گے دوسرے کتا کا بولنا یہ بھی بطور عبرت کے تھا... اولیاء کرام سے جانوروں کا بات کرنا خرق عادات سے ہے... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے ساتھ ایک کتے کا کلام کرنا بہت علماء کرام نے نقل کیا ہے

بغض صحابہ رضی اللہ عنہم سے نصرانیوں کے ساتھ

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو بکر صیرفی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص مر گیا جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا... اور مذہب جہمیہ کو اچھا سمجھتا تھا... اس کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ گویا وہ ننگا ہے... اور اس کے سر پر ایک سیاہ چیتھڑا ہے اور اس کے ستر پر ایک دوسرا چیتھڑا ہے... اس نے کہا تیرے ساتھ خدا تعالیٰ نے کیا کیا؟... اس نے کہا مجھے بکر بن قیس اور عون بن اعسر کے ساتھ کر دیا اور یہ دونوں نصرانی تھے... (شرح الصدور للسیوطی ص ۲۲۴)

حضرت معاویہؓ کی توہین کرنیوالے کی حیرت انگیز موت

حضرت علامہ مفسر و مورخ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کسی نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابو بکر و عمر عثمان و علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم یہ پانچوں صحابی بیٹھے ہیں... اتنے میں ایک آدمی آ گیا جس کا نام راشد الکندی تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے دیکھ کر کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آدمی ہمیں برا بھلا کہتا رہتا ہے...

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سختی سے ڈانٹا وہ کہنے لگا یا حضرت! میں انہیں تو کچھ نہیں کہتا بلکہ میں تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو کم و بیش کہا کرتا ہوں... آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بربادی ہو تیرے لیے کیا یہ میرے صحابی نہیں ہیں؟ آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لوہے کا ڈنڈا اٹھا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا کہ اسے پیچھے کی طرف سے مار... جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے مارا... میری نیند سے آنکھ کھل گئی جب صبح ہوئی تو میں نے سنا کہ وہ آدمی رات کو کسی اچانک موت سے مرگیا... (البدایہ والنہایہ ص ۱۳۹ ج ۸)

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی لاشیں نکالنے کا مشہور واقعہ

یہ ایک ایسا مشہور واقعہ ہے جس کو بڑے بڑے علماء امت نے نقل کیا ہے... علامہ امام قرطبی و علامہ مرجانی نے تاریخ مدینہ میں اور علامہ امام محب الدین طبری نے اپنی کتاب ریاض النضرۃ میں اور علامہ سمہودی اپنی مشہور کتاب تاریخ مدینہ عرف خلاصۃ الوفاء فی الاخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت شمس الدین اللمطی شیخ خدام روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک جماعت نے حاکم مدینہ کو جو کہ ایک نیم مسلمان حاکم تھا بہت سی دولت کا لالچ دے کر یہ بات منوائی... کہ ہمیں روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی لاشیں نکالنے کی اجازت دی جائے... وہ لالچ میں آ کر یہ بات مان گیا... تو انہوں نے چالیس آدمی اوزاروں کے ساتھ بھیج دیئے...

شیخ شمس الدین جو اس وقت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے... ان کو حاکم مدینہ نے بلا کر کہا... کہ رات کو چالیس آدمی روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوں گے... وہ جو کچھ کریں ان کو مت روکنا... شیخ نے اس ظالم حاکم کی ہیبت کی وجہ سے دبی زبان سے کہا... جیسے آپ حکم دیں حاضر ہوں... پھر آ کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں روتا رہا اور دعائیں مانگتا رہا... وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی... تو یکایک چالیس آدمیوں کی جماعت اوزاروں سمیت مسجد نبوی میں داخل

ہوئی... پس جب وہ روضہ کے قریب گئے... تو اچانک زمین پھٹ گئی اور وہ سارے کے سارے اوزاروں سمیت زمین میں غرق ہو گئے... صبح کو اس بے دین حاکم نے خادم روضہء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر پوچھا کہ رات کو جو اتنے آدمی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے تھے وہ کہاں گئے؟

خادم نے کہا حضور وہ سارے کے سارے غرق ہو گئے... اس حاکم نے آکر اس جگہ کو دیکھا جہاں زمین پھٹنے کا نشان تھا... بعض روایات میں ہے کہ اس جگہ کو کھودا بھی گیا لیکن ان کا نشان تک نہ ملا... پھر علامہ محب الدین طبری لکھتے ہیں کہ حاکم مدینہ کو کوڑھ کے مرض نے آگھیرا... جس سے اس کا گوشت بدن سے گرتا تھا حتی کہ وہ بہت بری حالت میں مر گیا... یہ روایت مختلف الفاظ سے مروی تھی میں نے مختصر طور پر سب کا خلاصہ جمع کر دیا ہے... (المنن الکبریٰ للشعرانی ص ۸۱ ج ۲ کتاب سعادۃ الدارین ص ۱۵۵)

بغض صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے خنزیر بن جانا

حضرت علامہ امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب الزواجر میں علامہ کمال سے نقل کرتے ہیں... وہ حضرت شیخ الصالح عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں... کہ میں مدینہ شریف میں رہا کرتا تھا... عاشورہ کے موقع پر جہاں کچھ اعدائے صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہو جایا کرتے... میں ان کے پاس گیا... میں نے ان سے کہا کہ مجھے محبت صدیق رضی اللہ عنہ کے بدلے کچھ چیز عطاء کرو... تو ان میں سے ایک آدمی نے جواب دیا تھوڑی دیر یہاں بیٹھ جا... چیز مل جائے گی... جب وہ فارغ ہو گئے... تو ایک آدمی مجھے اپنے گھر میں لے گیا جب میں ان کے گھر میں گیا تو اس نے اندر سے دروازے بند کر دیئے اور مجھ پر دو نوکر مقرر کر دیئے کہ اس کو خوب مارو... تو انہوں نے مجھے باندھ کر خوب مارا اور میری زبان کاٹ کر مجھے دروازے سے باہر نکال دیا اور کہا جس کی محبت کے بدلے چیز مانگتا تھا... اب ان سے اپنی زبان درست کرانا... وہ کہتے ہیں کہ میں تکلیف کی

وجہ سے روتا ہوا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا اور روضہ مبارک کے سامنے روتا رہا... حتی کہ روتے روتے مجھے نیند آ گئی... خواب میں دیکھتا ہوں کہ میری زبان درست ہوگئی ہے... جب میں جاگا تو اللہ کے فضل سے میری زبان بالکل درست تھی...

اس واقعہ سے میری محبت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ بڑھ گئی... جب دوسرا عاشورہ آیا تو میں پھر ان کی مجلس میں گیا اور وہی بات کہی جو پچھلے سال کہی تھی... ان میں سے ایک جوان نکلا میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور میری بہت عزت کی اور کھانا کھلایا پھر اسی مکان کا دروازہ کھول کر مجھے اندر لے گیا اور پھر وہ جوان رونے لگا... میں نے اندر دیکھا کہ ایک خنزیر بندھا ہوا ہے...

میں نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے بڑی مشکل سے بتلایا اور قسم دلوائی کہ کسی کو یہ راز نہ بتلانا... پھر اس نے یہ کہا کہ پچھلے عاشورہ کو ایک سائل آیا تھا اس نے محبت صدیق رضی اللہ عنہ کے بدلے کوئی چیز مانگی تھی اور اس نے وہ سارا واقعہ مارنے کا سنایا... اس نے کہا جب میں نے اس کو نکال دیا تو جس وقت رات ہوئی ہم سو گئے یکایک ہم نے رات کو ایک ایسی ہولناک چیخ سنی کہ سب ڈر کر اٹھ بیٹھے اور ہم نے دیکھا کہ یہ میرا والد خنزیر کی شکل میں مسخ ہو چکا ہے... ہم نے اس کو مکان میں بند کر دیا اور لوگوں میں اس کی موت کا اعلان کر دیا... وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا میں وہی ہوں جس کے بدلے یہ عذاب میں گرفتار ہوا ہے... اللہ تعالیٰ نے میری زبان کو محبت صدیق رضی اللہ عنہ کی برکت سے صحیح سالم کر دیا ہے... پس اس نوجوان نے مجھے کچھ چیزیں دے کر رخصت کر دیا... (زواجر لابن حجر مکی ص ۱۹۳ ج ۲)

ایک رافضی کا خواب میں قتل ہو جانا

علامہ امام ابن قیم حضرت علامہ قیروانی سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ بعض اسلاف سے مروی ہے کہ میرا ایک ہمسائیہ تھا وہ ہمیشہ حضرت ابوبکر صدیق رضی

اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا... ایک دن میری اس سے سخت چھیڑ چھاڑ ہوگئی... آخر میں اس بات سے بہت مغموم ہوا... اسی غم کی حالت میں رات کو سو گیا... رات کو میں نے خواب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی... میں نے عرض کیا کہ حضرت! فلاں آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو سخت برا بھلا کہتا ہے... آپ نے فرمایا کون سے اصحاب کو؟

میں نے عرض کیا... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چھری لے لے اور اس کو جا کر ذبح کر دے... میں نے جا کر اس کو پکڑا اور لٹا کر اس کی گردن پر چھری پھیر دی... میں نے دیکھا کہ اس کے خون سے میرے ہاتھ بھر گئے ہیں... میں نے چھری پھینک دی اور ارادہ کیا کہ اپنے ہاتھوں کو مٹی سے پونچھ کر صاف کر دوں پس میں جاگ پڑا... کیا سنتا ہوں کہ اس کے گھر سے رونے کی آواز آ رہی ہے... میں نے پوچھا یہ کیسا رونا ہے؟ انہوں نے کہا کہ فلاں آدمی اچانک موت سے مر گیا ہے... جب صبح ہوئی تو میں نے جا کر دیکھا اس کی گردن کے اوپر ایک دھاری سی پڑی ہوئی ہے جس سے ذبح کا نشان ظاہر ہوتا ہے... (کتاب الروح لابن قیم ص ۲۳۰)

اس واقعہ پر ایک شبہ پڑتا ہے کہ خواب میں قتل کرنے سے وہ گھر میں کیسے قتل ہو گیا؟ جواب یہ ہے کہ ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے جو معجزات بعد وفات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوتے رہیں گے... دوسرا جواب: امام ابن قیم فرماتے ہیں سونے والے کی روح خواب میں ایسی ایسی چیزیں دیکھتی ہے کہ بیدار ہونے پر بعض دفعہ اس کے آثار بدن پر محسوس ہوتے ہیں... یہ اس روح کی قوت کا دوسری روح میں تاثر کہلاتا ہے... (کتاب الروح ص ۲۳۰)

اسی قسم کے بہت سے واقعات ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں ہے... اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ بھی امام ابن قیم حضرت علامہ محمد بن عباد سے نقل کرتے ہیں... کہ انہوں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک دشمن صحابہ کو قتل کر دیا تھا... (کتاب الروح ص ۲۳۲)

اسی قسم کا واقعہ حضرت امام علامہ تلمسانی نے بھی اپنی کتاب مصباح الظلام میں نقل کیا ہے) یہاں تک ایسے واقعات نقل کئے ہیں جو بعض دشمن صحابہ رضی اللہ عنہم کو دنیا میں پیش آئے...اب ایسے واقعات درج کرتا ہوں جو انہیں مرتے وقت اور قبر میں پیش آئے...

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین کرنیوالے کا چہرہ خنزیر کی شکل میں

علامہ بارزی حضرت منصور سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے شام میں ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا بدن آدمی جیسا ہے لیکن اس کا چہرہ خنزیر کی شکل میں ہے اس کی وجہ پوچھی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر روزانہ ایک ہزار مرتبہ لعنت کیا کرتا تھا...اور جمعہ کے دن چار ہزار مرتبہ... کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس مردود کی شکایت کی آپ نے اس کے چہرہ کی طرف تھوک دیا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ خنزیر کی شکل میں تبدیل ہو گیا...(صواعق المحرقہ ۱۹۴)

بغض شیخین رضی اللہ عنہما سے گلے میں طوق بن جانا

حضرت علامہ تلمسانی اپنی کتاب مصباح الظلام میں علامہ ابو محمد عبداللہ فقیہ حنبلی سے روایت نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک جماعت مکہ شریف حج کے لئے روانہ ہوئی ان میں ایک آدمی تھا جو نوافل نماز بہت پڑھتا تھا وہ راستے میں فوت ہو گیا اس کے دفن کے لئے ان کے پاس کوئی کدال وغیرہ نہ تھا جس سے اس کی قبر کھود کر دفن کریں... انہوں نے اس جنگل میں گھومنا شروع کیا...ایک بڑھیا عورت کی جھونپڑی دیکھی...اس کے پاس گئے دیکھا اس کی جھونپڑی میں لوہے کا ایک بڑا سا کدال پڑا ہے...انہوں نے اس سے طلب کیا اس نے کہا کہ تم حلفیہ عہد کرو کہ ہم اسے ضرور واپس کر دیں گے... انہوں نے واپس کرنے کا حلف اٹھایا اور اس سے کدال لے کر آ گئے پس اس کدال

سے قبر کھودی اور اس کو دفن کر دیا... جب فارغ ہوئے تو دیکھا کہ کدال غلطی سے قبر میں رہ گئی ہے اور اس بڑھیا کا عہد بھی یاد آیا... کدال نکالنے کے لئے اس قبر کو کھودا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ کدال اس مردہ کی گردن میں طوق بنی ہوئی ہے... اور ہاتھ بھی اس میں بند ہیں... وہ حیران رہ گئے... انہوں نے اسے ویسے ہی بند کر دیا اور اس واقعہ کو بڑھیا کے پاس جا کر بیان کر دیا... بڑھیا نے لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور کہا کہ یہ کدال میرے پاس تھی مجھے خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس کدال کو محفوظ رکھنا یہ ایک ایسے شخص کی قبر میں طوق بنے گی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا ہے... (سعادۃ الدارین للنبہانی ص ۱۵۲)

بغض صحابہ سے قبر میں آنکھ نکل جانا

امام ابن عساکر ایک شیخ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میرا ایک ہمسائیہ مر گیا... اس کو میں نے خواب میں دیکھا اس کی ایک آنکھ نہیں ہے... میں نے پوچھا کہ اے فلانے! تیری آنکھ کہاں گئی... اس نے جوابدیا کہ میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کی تھی... اسی وجہ سے اس عذاب میں گرفتار کیا گیا ہوں... جو تو میری حالت دیکھ رہا ہے... (شرح الصدور للسیوطی ص ۴۲۵)

قبر میں خنزیر بن جانا

حضرت علامہ ابن حجر مکی اپنی کتاب زواجر میں تاریخ حلب سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں... حلب میں ایک شخص ابن منیر جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا مر گیا...

حلب کے چند نوجوان سیر و سیاحت کے لئے نکلے... کسی نے کہا یہ جو کہتے ہیں کہ جو شیخین کو گالیاں دیا کرتا ہے قبر میں اس کی صورت خنزیر کی ہو جاتی ہے... آؤ آج

ابن منیر کی قبر کھود کر تماشہ دیکھیں... پس سب جوان اس بات پر متفق ہو کر اس قبرستان میں گئے... اور جا کر ابن منیر کی قبر کو کھودا... دیکھا تو قبر میں ایک خنزیر پڑا ہوا ہے جس کا رخ قبلے سے پھرا ہوا ہے... پس انہوں نے اس کو مار کر قبر میں دفن کر دیا اور گھر چلے آئے... (کتاب الزواجر لابن حجر مکی ص ۱۹۳ جلد ۲)

اس حکایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بہت سے دشمنان صحابہ کو قبروں میں دیکھا گیا لیکن ان کی صورت خنزیر کی نہ تھی... جواب یہ ہے کہ عالم برزخ کے حالات کا مشاہدہ ہم ان ظاہری آنکھوں سے نہیں کر سکتے... ہو سکتا ہے کہ ہر دشمن صحابہ قبر میں خنزیر کی صورت میں ہو لیکن ہم اس صورت کو جو برزخی عذاب کی صورت ہے ادراک نہیں کر سکتے... اور کبھی کبھی کسی برزخی عذاب کو اس دنیا میں نظر آ جانا بطور عبرت کے ہوتا ہے...

تہمت کی عبرتناک سزا

زرقانی (شرح موطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ) میں ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کے گردونواح میں ایک ڈیرے پر ایک عورت فوت ہو جاتی ہے تو دوسری اسے غسل دینے لگی، جو غسل دے رہی تھی جب اس کا ہاتھ مری ہوئی عورت کی ران پر پہنچا تو اس کی زبان سے نکل گیا میری بہنو! (جو دو چار ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں) یہ جو عورت آج مر گئی ہے اس کے تو فلاں آدمی کے ساتھ خراب تعلقات تھے....

غسل دینے والی عورت نے جب یہ کہا تو قدرت کی طرف سے گرفت آ گئی اس کا ہاتھ ران پر چمٹ گیا جتنا کھینچتی ہے وہ جدا نہیں ہوتا زور لگاتی ہے مگر ران ساتھ ہی آتی ہے دیر لگ گئی، میت کے ورثاء کہنے لگے بی بی! جلدی غسل دو، شام ہونے والی ہے ہم کو جنازہ پڑھ کر اس کو دفنانا بھی ہے.... وہ کہنے لگی کہ میں تو تمہارے مردے کو چھوڑتی ہوں مگر وہ مجھے نہیں چھوڑتا، رات پڑ گئی، مگر ہاتھ یوں ہی چمٹا رہا دن آ گیا پھر ہاتھ چمٹا رہا اب مشکل بنی تو اس کے ورثاء علماء کے پاس گئے.... ایک مولوی سے

پوچھتے ہیں مولوی صاحب! ایک عورت دوسری عورت کو غسل دے رہی تھی تو اس کا ہاتھ اس میت کی ران کے ساتھ چمٹا رہا اب کیا کیا جائے؟ وہ فتویٰ دیتا ہے کہ چھری سے اس کا ہاتھ کاٹ دو! غسل دینے والی عورت کے وارث کہنے لگے ہم تو اپنی عورت کو معذور کرانا نہیں چاہتے ہم اس کا ہاتھ نہیں کاٹنے دیں گے....

انہوں نے کہا فلاں مولوی کے پاس چلیں اس سے پوچھا تو کہنے لگا چھری لے کر مری ہوئی عورت کا گوشت کاٹ دیا جائے مگر اس کے ورثا نے کہا کہ ہم اپنا مردہ خراب کرنا نہیں چاہتے.... تین دن اور تین رات اسی طرح گزر گئے گرمی بھی تھی، دھوپ بھی تھی، بدبو پڑنے لگی، گردونواح کے کئی کئی دیہاتوں تک خبر پہنچ گئی....انہوں نے سوچا کہ یہاں مسئلہ کوئی حل نہیں کر سکتا، چلو مدینہ منورہ میں، وہاں حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت قاضی القضاۃ کی حیثیت میں تھے....وہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے حضرت! ایک عورت مری پڑی تھی دوسری اسے غسل دے رہی تھی اس کا ہاتھ اس کی ران کے ساتھ چمٹ گیا چھوٹتا ہی نہیں تین دن ہو گئے کیا فتویٰ ہے؟

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہاں مجھے لے چلو، وہاں پہنچے اور چادر کی آڑ میں پردے کے اندر کھڑے ہو کر غسل دینے والی عورت سے پوچھا بی بی! جب تیرا ہاتھ چمٹا تھا تو تو نے زبان سے کوئی بات تو نہیں کہی تھی؟ وہ کہنے لگی میں نے اتنا کہا تھا کہ یہ جو عورت مری ہے اس کے فلاں مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے....

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا بی بی! جو تو نے تہمت لگائی ہے کیا اس کے چار چشم دید گواہ تیرے پاس ہیں؟ کہنے لگی نہیں پھر فرمایا: کیا اس عورت نے خود تیرے سامنے اپنے بارے میں اقرار جرم کیا تھا؟ کہنے لگی نہیں....فرمایا: پھر تو نے کیوں تہمت لگائی؟ اس نے کہا میں نے اس لئے کہہ دیا تھا کہ وہ گھڑا اٹھا کر اس کے دروازے سے گزر رہی تھی...... یہ سن کر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہیں کھڑے ہو کر پورے

قرآن میں نظر دوڑائی پھر فرمانے لگے.... قرآن پاک میں آتا ہے....

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً (سورۃ النور: آیت ۴)

جو عورتوں پر ناجائز تہمتیں لگا دیتے ہیں پھر ان کے پاس چار گواہ نہیں ہوتے تو ان کی سزا ہے کہ ان کو اسی کوڑے مارے جائیں، تو نے ایک مردہ عورت پر تہمت لگائی، تیرے پاس کوئی گواہ نہیں تھا، میں وقت کا قاضی القضاۃ حکم کرتا ہوں جلادو! اسے مارنا شروع کردو، جلادوں نے اسے مارنا شروع کر دیا وہ کوڑے مارے جارہے ہیں، ستر کوڑے مارے مگر ہاتھ یوں ہی چمٹا رہا.... پچھتر کوڑے مارے گئے مگر ہاتھ پھر بھی یوں ہی چمٹا رہا، اناسی کوڑے مارے تو ہاتھ پھر بھی نہ چھوٹا جب اسی واں کوڑا لگا تو اسکا ہاتھ خود بخود چھوٹ کر جدا ہو گیا... (موت کی تیاری صفحہ ۵۲، بستان المحدثین)

قرآنِ مجید کی توہین کا عبرت انگیز واقعہ

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں....

بھوپال میں ایسا ہوا کہ ایک عورت کے اولاد نہیں ہوتی تھی تو اس نے کسی سادھو سے رجوع کیا اور کہا کہ کوئی تدبیر ایسی بتایئے کہ میرے اولاد ہو جائے.... اس کم بخت نے کہا کہ قرآن شریف کو نیچے رکھ کے اس کے اوپر بیٹھ کے غسل کر تو تیرے اولاد ہو جائے گی حالانکہ وہ مسلمان عورت تھی....

لیکن بعض دفعہ عورتیں اولاد کی طمع میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیتی ہیں اور اس قسم کے ٹونے اور ٹوٹکوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں اس ظالم نے یہ حرکت کی اور ایمان کو پس پشت ڈال کر قرآن شریف پر بیٹھی اور وہاں سے جب اٹھ کر آئی تو اس کی صورت خنزیر کی سی تھی بال وال تو سر پر تھے جس سے یہ پہچانا گیا کہ وہ انسان تھی لیکن اس کی شکل مسخ ہو گئی یہ اخبارات میں بھی آیا.... اور بعضوں کو

یہ شبہ ہے کہ صاحب اخبار نے کیوں اس واقعہ کو لکھ دیا اس سے تو معاذ اللہ اسلام کی توہین ہوئی کہ ایک مسلمان بدک گیا....

میں کہتا ہوں کہ قرآن شریف میں اس قسم کے واقعات کیوں بیان کیے کہ پچھلی امتیں مومن ہوتے ہوئے جب حق کے مقابلہ پر آئیں تو انہیں خنزیر کی صورت دے دی گئی اس سے اس دور کے اسلام کی توہین نہیں تھی تو آج بھی اگر اس قسم کا واقعہ آئے اور وہ عام کیا جائے تو اس میں کیا اسلام کی توہین نہیں...

یہ تو کفر کی توہین ہے کہ اسلام کو چھوڑ کر جب کفر اختیار کیا تو صورت مسخ ہوئی اگر عیاذاً باللہ یہ ہوتا کہ اسلام قبول کرنے پر تلاوت قرآن کرنے پر معاذ اللہ صورت بگڑ جاتی تو اسلام کی توہین تھی لیکن اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف آنے میں صورت بگڑی تو اسلام کی عظمت نمایاں ہوئی کفر کی اہانت اس میں واضح ہوئی تو یہ اسلام کی توہین نہیں بلکہ کفر کی توہین ہے....اور اسلام کی عظمت اس سے ظاہر ہوتی ہے....اور اگر اس میں اہانت تھی تو حق تعالیٰ قرآن میں ایسے واقعات ہی بیان نہ فرماتے، تو اگر آج کے لوگوں نے اس قسم کے واقعات کو نقل کر دیا ہے تو قرآن کی پیروی کی کہ اللہ نے پچھلے واقعات نقل کیے انہوں نے سامنے کا واقعہ نقل کر دیا....اسلام کی عظمت اس سے نمایاں ہوگئی بہر حال میرے عرض کرنے کا مطلب یہ تھا کہ خسف یا مسخ یہ تو نہیں ہوگا رحمۃ للعالمین کی اس امت میں لیکن خاص خاص طور پر ہوگا....

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ تقدیر کو جھٹلانے والے بعض طبقات دھنسائے جائیں گے زمین کے اندر....

اس امت کے اندر بھی ایسے ہی واقعات ہوں گے....تو اگر ایسا واقعہ پیش آئے تو معاذ اللہ، اس کو نقل کر دے مسلمان، تو یہ ڈرانا ہوگا اس سے کہ دیکھو تقدیر کے خلاف کرنے میں یہ وبال پڑتا ہے لہٰذا تقدیر کی حمایت کرو اسلام کے مطابق چلو تا کہ اس قسم کے وبال سے بچ جاؤ، تو قرآن کریم نے تاریخی واقعات کی طرف اشارہ کیا کہ پچھلے

دور میں ہو چکا ہے ایسا، پورے طبقے کے طبقے مسخ کر دیے گئے...

پوری امت ڈرا دی جائے یا پوری امت دھنسا دی جائے اس واسطے کہ یہ امت دوامی اور ابدی ہے اس کے مٹنے کے بعد کوئی اور امت آنے والی نہیں.... اس لئے قیامت تک یہ امت رہے گی اور ایک طبقہ حق پر رہے گا خلاف کرنے والوں پر اس قسم کے عذاب آئیں گے اور اس قسم کے وبال ڈالے جائیں گے.... تو اشارہ دیا قرآن کریم نے کہ جنہوں نے پہلے تکذیب کی تھی ان پر یہ واقعہ ہوا الہذا تم بچو اس قسم کی تکذیب سے کہ تم نہ کہیں مبتلا کر دیے جاؤ تو پہلی چیز تو یہ ہے کہ تاریخی واقعات سے عبرت پکڑو

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ.... (تحفہ حفاظ)

ماں کی نافرمانی کی سزا

ایک نوجوان کو حج کا شوق ہوا اس کی ماں اس کو سفر کی اجازت نہ دیتی تھی چنانچہ وہ بدون اجازت ہی کے حج کو چلا گیا.... راستہ میں چوروں نے اسے پکڑا اور سارا مال اور اس کا زاد و راحلہ سب چھین لیا اور اس کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ کر وہیں راستہ پر چھوڑ دیا.... بیت اللہ کے مؤذن کو خواب میں اشارہ غیبی ہوا کہ اٹھو اور فلاں جنگل میں جا کر فلاں جوان کی خبر لو کہ مجھ کو اس پر رحم آتا ہے (یعنی اس نے گو ایک بڑی غلطی کی ہے مگر چونکہ میرے ہی دربار میں آ رہا تھا اس لئے مجھے بھی اس کی خاطر منظور ہے) چنانچہ وہ مؤذن نیند سے بیدار ہوا اور بتائے ہوئے جنگل کی جانب روانہ ہو گیا وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک نوجوان پڑا ہوا ہے اور اس کے ہاتھ و پیر کٹے ہوئے ہیں اس نے پوچھا کہ اے شخص یہ تیرا کیا حال ہے؟

اس نے کہا میں نے والدین سے اجازت لئے بغیر راہ کعبہ میں قدم رکھا اس لئے میرا حال یہ ہوا جو تیرے سامنے ہے تا کہ بندگان خدا کو عبرت ہو کہ والدین کا بڑا حق ہے ان کی اجازت کے بغیر حج کے لئے بھی جانے میں ایسا معاملہ پیش آتا ہے چہ

جائیکہ ان کو ناحق ایذاء دینا اور برا بھلا کہنا اس کا تو انجام کار بہت ہی برا ہے....

یہ سن کر اس مؤذن نے کہا کہ خیر جو ہوا سو ہوا اب سے توبہ کرو.... اس نے صدق دل سے توبہ کی اور مؤذن سے درخواست کی کہ مجھ کو میرے ماں کے پاس پہنچادے تا کہ اس کو راضی کروں اور جس طرح سے ایک بار حماقت کر کے اپنے سفر حج کو کھوٹا کیا ہے اور ہاتھ پاؤں سے محروم ہو گیا ہوں ایسا نہ ہو کہ دم آخر ایمان سے ہی محروم ہو جاؤں اور سفر آخرت کو کھوٹا کرلوں مؤذن نے یہ سن کر اس کو اٹھایا اور اس کے وطن لے جا کر اس کے ماں کے دروازہ کے پاس اس کو بٹھادیا اور خود واپس ہو گیا.... اس کی ماں اندر بیٹھی تھی جوان نے سنا کہ وہ یوں دعاء کر رہی تھی کہ الٰہی میں نہیں جانتی کہ اس سفر میں میرے بچے کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا کیونکہ وہ بغیر میری اجازت کے چلا گیا ہے .... اب تو اس کو مجھ تک پہنچادے کہ میرا دل اس کے لئے بیقرار ہے.... جوان بھی ماں کے ان کلمات کو سن کر بلبلا گیا اور اپنے کٹے ہاتھ سے دروازہ کھٹکھٹایا.... ماں اندر سے بولی کہ ارے یہ کون ہے جو بیوہ اور غمزدہ کے دروازہ کو کھٹکھٹا رہا ہے.... پھر خیال کیا کہ شاید کوئی میرے مسافر بچے کی خبر ہی لایا ہو یہ خیال کر کے اٹھ کر باہر آئی دیکھا کہ ایک غریب فقیر سا آدمی بیٹھا ہوا ہے کہا کہ اے مسافر غریب آگے آ! اگر تجھ کو روٹی کی ضرورت ہو تو میں روٹی دوں.... اس نے کہا میں روٹی کیسے لوں میرے تو ہاتھ ہی نہیں ہیں اس نے کہا اچھا ذرا آگے آ! کہا آؤں کس طرح میرے تو پاؤں بھی نہیں ہیں....

اس غریب کی یہ بات سن کر بیوہ کو اس پر بہت ترس آیا کہا اے جوان غریب تیری آواز تو میرے بیٹے سے بہت ملتی جلتی ہے چنانچہ وہ دوڑ کر چراغ لائی اور آگے پیچھے سے اس کا منہ دیکھنے لگی.... اس کو دیکھ کر اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی' وہ کہتی جاتی تھی کہ تیرے ہی طرح میرا بھی ایک بچہ تھا بغیر میری اجازت کے وہ حج کے لئے چلا گیا ہے میں نہیں کہہ سکتی کہ سفر میں اس کا کیا حال ہوا.... ماں کے منہ سے یہ کلمات سن کر وہ جوان صبر نہ کر سکا اور پھوٹ کر رونے لگا اور کہا اے ماں وہ بیٹا تیرا میں ہی ہوں' تیری

حق تلفی میں نے کی اس کا یہ انجام ہوا....

ماں نے جب یہ سنا تو ایک ہائے کی اور بیہوش ہوگئی... تھوڑی دیر بعد جب ہوش آیا تو آسمان کی جانب منہ کیا اور دعاء کی کہ الٰہی! تو نے اس کو کیے کی سزا دی اور ادب دیا لیکن پروردگار اس کو ہلاک نہ کی جیو اور ایمان کی سعادت سے اسے محروم نہ رکھیو

غرض اس واقعہ کے بیان سے یہ ہے کہ تم سمجھو کہ ماں باپ کی خوشی عجیب چیز ہے اور ان کی نافرمانی بہت ہی وبال کی چیز ہے....(آداب الصالحین)

عہد رسالت کا ایک عبرت آموز واقعہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قبرستان جنۃ البقیع کی جانب تشریف لے گئے ایک قبر سے نالہ وفریاد اور چیخ و پکار حضرت اقدس کے سمع مبارک میں پہنچی کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ **النار فوقی والنار من تحتی والنار عن یمینی والنار عن شمالی** (یعنی ہائے کیا کروں میرے اوپر سے آگ ہے' نیچے آگ ہے' داہنی جانب آگ ہے' بائیں جانب آگ ہے' ہر چار طرف آگ ہی آگ)

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ جن جن لوگوں کے مردے اس قبرستان میں دفن ہوں وہ گھروں سے نکل کر اپنے اپنے عزیزوں کی قبر کے پاس آ کر کھڑے ہو جائیں.... چنانچہ لوگ گھروں سے نکل کر اپنے اپنے مردہ عزیزوں کی قبروں کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے.... سب کے بعد میں ایک بوڑھی عورت لاٹھی ہاتھ میں لئے ہوئے آئی اور ایک قبر کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی افضل البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ اس قبر میں تیرا کون عزیز دفن ہے؟ اس نے کہا کہ میرا بیٹا ہے....

لیکن یا رسول اللہ! میں اس سے بیزار ہوں.... آپ نے فرمایا کیا تو اس سے خوش نہ ہوگی؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس سے ہرگز خوش نہیں ہونے کی اس نے مجھ کو بہت ستایا ہے....

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دعاء کی کہ الٰہی درمیان سے حجاب اٹھالے تا کہ یہ بڑھیا بھی اپنے لڑکے کا عذاب دیکھ لے.... اس وقت حجاب دور ہو گیا اور اس کی ماں نے اپنے لڑکے کی قبر کو دہکتی ہوئی آگ سے بھرا ہوا دیکھا اور یہ دیکھا کہ اس کا لڑکا اسی آگ میں جل رہا ہے.... اپنے لڑکے کا یہ حال دیکھ کر وہ گھبرا گئی اور دعاء کرنے لگی کہ یا اللہ! اب میں اس سے خوش ہوگئی تو بھی خوش ہو جا اور میرے بچے سے عذاب کو اٹھالے....

چنانچہ جب ماں ہی خوش ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کو بھی اٹھالیا جو اس کی حق تلفی کی وجہ سے ہو رہا تھا.... یہ معاملہ اس لئے ہوا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ماں کو ستانا بہت ہی برا ہے.... اور ماں باپ کی دعاء (یا بددعاء) اولاد کے حق میں قبول ہو جاتی ہے.... (اسوۃ الصالحین)

والد کے نافرمان کا انجام

بیان کیا جاتا ہے کہ مالک بن دینار رحمہ اللہ نے خواب دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ حرم شریف کے حجرہ میں ایک جوان ہے تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے....

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ خواب سے بیدار ہوئے اور حرم کی طرف چلے دیکھا کہ ایک جوان ایک نہایت ہی تنگ و تاریک حجرہ میں زار و قطار رو رہا ہے.... جیسے ہی اس کی نظر مالک بن دینارؒ پر پڑی اس نے پوچھا کہ اے مالک بن دینارؒ آپ کیا پیغام لائے ہیں؟ مالک بن دینارؒ کو تعجب ہوا پوچھا کہ تجھ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں کوئی پیغام لایا ہوں.... اس نے کہا کہ اے مالکؒ برسوں گذر گئے کہ مجھ سے برابر یہی کہا جا رہا ہے کہ خدا کی رحمت سے تیرے لئے کوئی حصہ نہیں ہے.... مالک بن دینارؒ نے پوچھا کہ آخر کیا بات ہے؟ تجھ سے کون سا ایسا گناہ صادر ہوا ہے جس پر تجھ سے یہ کہا جا رہا ہے....

جوان نے کہا کہ میں ایک دفعہ مست تھا اور اسی حالت میں اپنے باپ کو ایک گھونسہ مار دیا تھا جس کی وجہ سے اس کا ایک دانت ٹوٹ گیا تھا.... اس کو پانچ برس کا عرصہ گذرتا ہے اسی وقت سے میں اپنے اس گناہ کے غم میں رو رہا ہوں کہ دیکھئے کل کو روز قیامت مجھے اس جرم کی کیا سزا بھگتنی پڑے.... مالک بن دینار رحمہ اللہ نے کہا کہ اے جوان تیرا باپ کون ہے اور کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ وہ فلاں قبیلہ کا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ امسال حج کے لئے آیا ہے مالک رحمہ اللہ اس پتہ ونشان پر تلاش کرتے ہوئے حرم میں گئے دیکھا کہ اس کا باپ کعبہ کی پشت پر کھڑا ہے' اپنا دانت ہتھیلی پر لئے ہوئے ہے' برہنہ سر ہے اور یوں فریاد کر رہا ہے کہ الٰہی! میرے دانت کو دیکھ....

مالک بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ منظر دیکھ کر مجھے رونا آ گیا.... میں نے اس سے کہا اے پیر مرد! اگر تیرے لڑکے نے تجھ کو طمانچہ مار دیا ہے اور تیرا دانت ٹوٹ گیا ہے اور اس کے سبب سے یہ فریاد کر رہا ہے تو ٹھیک ہے (اس نے بہت برا کام کیا) لیکن تجھ کو بھی کچھ اپنے لڑکے کی حال کی خبر ہے؟ سن پانچ سال ہو گئے کہ وہ مارے ندامت کے گریہ وزاری کر رہا ہے.... اور اس کا سارا حال بیان کیا.... حال سن کر شفقت پدری کو جوش آیا اور اپنے لڑکے کے حال زار پر اس کو رحم آ گیا.... اس کے لئے دعاء کی.... مالک بن دینار رحمہ اللہ خوش ہو گئے اور جوان کے پاس آ کر اس کو باپ کے دعاء کرنے کی خوشخبری سنائی.... یہ سن کر وہ جوان اور زیادہ رونے لگا اور کہا کہ اے مالک تم سے میری ایک اور خواہش ہے.... انھوں نے فرمایا کہ کہو کیا ہے؟ کہا کہ آج اگر میرا باپ مجھ سے خوش نہ ہوتا تو کل کو میرے گلے میں آتشی طوق اور زنجیر ڈال کر دوزخ کی جانب کھینچ کر لے جاتے' لہٰذا تم آج یہ کرو کہ ایک رسی لاؤ اور اس کو میری گردن میں ڈالو اور مجھ کو اس میں باندھ کر کھینچتے ہوئے میرے والد کے سامنے پیش کرو اور کہو کہ گناہ گار کو لائے ہیں....

مالک بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی خواہش کے مطابق میں نے اس

جوان کو اس طرح سے کھینچ کر اس کے باپ کے روبرو پیش کر دیا.... باپ نے اپنے بیٹے کو اس حال میں دیکھا تو دوڑ کر آیا اور اپنے ہاتھ سے اس کے گلے کی رسی کھولی اور اس کو گلے سے لگالیا اور کہا کہ اے جان پدر میں تجھ سے خوش ہو گیا' اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے سعادت مند سے خوش ہو جائے....

اس واقعہ کو بھی بہ نظر عبرت دیکھو.... افسوس صد افسوس ہے ان لوگوں کے حال پر جن کے والدین ان سے راضی نہ ہوں اور خوش نصیب ہے وہ سعادت مند جو اپنے والدین کو اپنے سے خوش کیے ہوئے ہے.... یا اللہ تو اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی اپنے والدین کو خوش کرنے کی توفیق عطا فرما تا کہ تو بھی ہم سے راضی ہو.... (اسوۃ الصالحین)

بلعم بن باعورا کا عبرتناک قصہ

بلعم بن باعورا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا نام صفی بن راہب تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بلقاء کا ایک شخص تھا جو اسم اعظم جانتا تھا اور جبارین کے ساتھ بیت المقدس میں رہا کرتا تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ یمنی شخص تھا جس نے کلام اللہ کو ترک کر دیا تھا، یہ شخص بنی اسرائیل کے علماء میں سے تھا، اس کی دعا مقبول ہو جایا کرتی تھی، بنی اسرائیل سختیوں کے وقت اسے آگے کر دیا کرتے تھے، اللہ اس کی دعا مقبول فرمالیا کرتا تھا، اسے حضرت موسیٰؑ نے مدین کے بادشاہ کی طرف اللہ کے دین کی دعوت دینے کے لئے بھیجا تھا، اس عقلمند بادشاہ نے اسے مکر و فریب سے اپنا کر لیا، اس کے نام کئی گاؤں کر دیے اور بہت کچھ انعام و اکرام دیا، یہ بدنصیب دین موسوی کو چھوڑ کر اس کے مذہب میں جا ملا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام بلعام تھا، یہ بھی ہے کہ یہ امیہ بن ابو صلت ہے، ممکن ہے یہ کہنے والے کی یہ مراد ہو کہ یہ امیہ بھی اسی کے مشابہ تھا، اسے بھی اگلی شریعتوں کا علم تھا لیکن یہ ان سے فائدہ نہ اٹھا سکا...

مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قوم جبارین سے لڑائی کے لئے بنی

اسرائیل کی ہمراہی میں گئے انہی جبارین میں بلعام نامی یہ شخص تھا اس کی قوم اور اس کے قرابت دار چچا وغیرہ سب اس کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ اور اس کی قوم کے لئے آپ بددعا کیجئے، اس نے کہا یہ نہیں ہوسکتا اگر میں ایسا کروں گا تو میری دنیا و آخرت دونوں خراب ہو جائیں گی لیکن قوم سر ہوگئی، یہ بھی لحاظ مروت میں آ گیا، بددعا کی، اللہ تعالیٰ نے اس سے کرامت چھین لی اور اسے اس کے مرتبے سے گرا دیا، سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل کو وادی تیہ میں چالیس سال گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا انہوں نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں لے کر جاؤں اور ان جبارین سے جہاد کروں، یہ آمادہ ہو گئے، بیعت کر لی...

انہی میں بلعم نامی ایک شخص تھا جو بڑا عالم تھا اسم اعظم جانتا تھا.... یہ بدنصیب کافر ہو گیا، قوم جبارین میں جا ملا اور ان سے کہا تم نہ گھبراؤ جب بنی اسرائیل کا لشکر آ جائے گا میں ان پر بددعا کروں گا تو وہ دفعتاً ہلاک ہو جائے گا، اس کے پاس تمام دنیوی ٹھاٹھ تھے لیکن عورتوں کی عظمت کی وجہ سے یہ ان سے نہیں ملتا تھا، بلکہ ایک گدھی پال رکھی تھی، اسی بدقسمت کا ذکر اس آیت میں ہے، شیطان اس پر غالب آ گیا اسے اپنے پھندے میں پھانس لیا جو کہتا تھا کرتا تھا آخر ہلاک ہو گیا...

بے ادبی کا ایک عبرت آموز واقعہ

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ نے اپنے مواعظ میں ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک صاحب بڑے دولت مند تھے.... ایک مرتبہ وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے.... کھانا بھی اچھا بنا ہوا تھا اس لیے بہت شوق و ذوق سے کھانا کھانے کے لیے بیٹھے.... اتنے میں ایک سائل دروازے پر آ گیا.... اب کھانے کے دوران سائل کا آنا ان کو ناگوار ہوا.... چنانچہ انہوں نے اس سائل کو ڈانٹ ڈپٹ کر ذلیل کر کے باہر نکال دیا.... اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے.... بعض اوقات انسان کا

ایک عمل اللہ کے غضب کو دعوت دیتا ہے.... چنانچہ کچھ عرصے کے بعد میاں بیوی میں ان بن شروع ہوگئی لڑائی جھگڑے رہنے لگے.... یہاں تک کہ طلاق کی نوبت آ گئی اور اس نے طلاق دے دی.... بیوی نے اپنے میکے میں آ کر عدت گزاری اور عدت کے بعد کسی اور شخص سے اس کا نکاح ہوگیا....

وہ بھی ایک دولت مند آدمی تھا ....پھر ایک دن وہ اپنے اس دوسرے شوہر کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہی تھی کہ اتنے میں دروازے پر ایک سائل آ گیا.... چنانچہ بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آ چکا ہے مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں اللہ کا غضب نازل نہ ہو جائے اس لیے میں پہلے اس سائل کو کچھ دے دوں....شوہر نے کہا کہ دے آؤ' جب وہ دینے گئی تو اس نے دیکھا کہ وہ سائل جو دروازے پر کھڑا تھا وہ اس کا پہلا شوہر تھا.... چنانچہ وہ حیران رہ گئی اور واپس آ کر اپنے شوہر کو بتایا کہ آج میں نے عجیب منظر دیکھا کہ یہ سائل وہ میرا پہلا شوہر ہے جو بہت دولت مند تھا' میں ایک دن اس کے ساتھ اس طرح بیٹھی کھانا کھا رہی تھی کہ اتنے میں دروازے پر ایک سائل آ گیا اور اس نے اس کو جھڑک کر بھگا دیا تھا جس کے نتیجے میں اب اس کا یہ حال ہو گیا ....

اس شوہر نے کہا کہ میں تمہیں اس سے زیادہ عجیب بات بتاؤں کہ وہ سائل جو تمہارے شوہر کے پاس آیا تھا وہ درحقیقت میں ہی تھا.... اللہ تعالیٰ نے اس کی دولت اس دوسرے شوہر کو عطا فرما دی اور اس کا فقر اس کو دے دیا.... اللہ تعالیٰ برے وقت سے محفوظ رکھے....آمین.... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے پناہ مانگی ہے....فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ"

بہرحال! کسی بھی سائل کو ڈانٹنے ڈپٹنے سے حتی الامکان پرہیز کرو....البتہ بعض اوقات ایسا موقع آ جاتا ہے کہ ڈانٹنے کی ضرورت پیش آ جاتی ہے....تو فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے....لیکن حتی الامکان اس بات کی کوشش کرو کہ ڈانٹنے کی ضرورت

پیش نہ آئے بلکہ کچھ دے کر رخصت کردو....

اس حدیث کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اپنے کھانے کی مقدار کو ایسی پتھر کی لکیر مت بناؤ کہ جتنا کھانے کا معمول ہے.... روزانہ اتنا ہی کھانا ضروری ہے.... بلکہ اگر کبھی کسی وقت کچھ کمی کا موقع آجائے تو اس کی بھی گنجائش رکھو.... اس لیے آپ نے فرمایا کہ ایک آدمی کا کھانا دو کے لیے.... اور دو کا کھانا چار کے لیے.... اور چار کا کھانا آٹھ کے لیے کافی ہوجاتا ہے.... اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کی حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے.... آمین (اصلاحی خطبات جلد ۵ ص ۲۱۱)

والدین کے ایک نافرمان کی عبرتناک داستان

ایک صاحب علم روزانہ قرآن پاک کی ان آیات کی تشریح کیا کرتے تھے

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا

ترجمہ: ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو.... اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بوڑھے ہوکر رہیں تو انہیں کسی موقعے پر بھی اف تک نہ کہو....

اور بعض وقت بیان کرتے کرتے ان کی آواز لرزنے اور کانپنے لگتی اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگتیں.... ایک صاحب فرماتے ہیں کہ باتوں باتوں میں ہم نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ مولانا صاحب کیا آپ اس پر وضاحت کریں گے کہ ان آیات الٰہی کی تشریح میں جناب اتنے غمگین اور افسردہ کیوں ہوجاتے ہیں؟

مولانا صاحب کی درد بھری آپ بیتی

مولانا صاحب نے اس طرح سے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں کلکتہ کے قریب ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں.... میرے والدین شہر میں رہتے تھے اور میرے والد ایک

پرائیویٹ کارخانے میں ملازم تھے.... پڑھے لکھے تو معمولی تھے لیکن نہایت نیک اور خداترس آدمی تھے.... میری عمر ابھی چار سال ہی کی تھی کہ مجھے ایک اسلامی اسکول میں داخل کرادیا گیا.... میرے والدین مجھے دینی علوم کی تعلیم دلانا چاہتے تھے اسلئے میں نے اٹھارہ سال کی عمر میں عربی زبان سیکھ لی.... میں دینی تعلیم کے دوران انگریزی بھی پڑھتا تھا میری خواہش افسر بننے کی ہوئی.... میں نے اپنے والد سے اس کا ذکر کیا.... والد صاحب کو اس زمانے میں نوکری کے ۲۰۰ روپے ملتے تھے جن سے پورے گھر کا خرچ چلانا پڑتا تھا اور پھر آئندہ کیلئے بھی فکر کرنی تھی....

میں نے والد صاحب کی بے حد خوشامد کی اور ان کو منایا آخر کار والد صاحب راضی ہوگئے میں نے ایک کالج میں داخلہ لے لیا میری والدہ بڑی کفایت شعار اور عقلمند تھیں.... اپنے خالی وقت میں موم بتیاں بنا کر اچھے خاصے پیسے حاصل کرلیتیں.... اس طرح سے ان کو محنت تو بہت کرنی پڑتی.... لیکن وہ میری سب ضروریات پوری کرتی تھیں.... فیس تو والد صاحب دے دیتے تھے اور دوسری ضروریات کے لئے میری والدہ مجھے چپکے سے روپے بھیج دیتیں....

انگریزی تعلیم اور کالج کے ماحول کا اثر

میں نے ڈگری تو بے شک حاصل کرلی، مگر اس کالج کی تعلیم کے دوران کالج کے ماحول کے رہن سہن نے میرے اسلامی شعار اور طریقے کو بالکل ہی بدل دیا اور میں اسلامیات کو بالکل ہی بھول چکا تھا.... اسلئے کہ یہ ماحول ہی نیا اور ایسا تھا کہ میں وہاں کا رنگ لئے بغیر نہ رہ سکا.... میرا ذہن اور میرے خیالات، جدید تعلیم و تربیت سے بے حد متاثر ہوچکے تھے.... اب کیسا دین اور کیسے دین کی باتوں پر چلنا اور کیسا نماز، روزہ کرنا.... چند سالوں میں میری تنخواہ پانچ سو روپیہ ماہوار ہوگئی....

ماڈرن بیوی: اب والدین نے میری شادی کی فکر کی وہ یہ چاہتے تھے کہ کسی نیک

اور دیندار لڑکی سے میری شادی کریں.... جو گھر میں ایک اچھی بہو کی طرح رہے.... لیکن میری خواہش یہ تھی کہ وہ آج کل کی نئی تہذیب اور نئی تعلیم سے واقف ہوتا کہ موجودہ دور اور اعلیٰ سوسائٹی کے مطابق زندگی گزارے.... ہر ایک کے ساتھ کھلے عام باتیں کر سکے، ننگے ڈانس دیکھ سکے اور ننگے ڈانس کر سکے، سینہ تان کر بازاروں میں چل سکے اور ہر بے حیائی کے کام میں ترقی کر کے آگے بڑھ سکے.... لہٰذا میں نے اپنی پسند کا ذکر اپنی ماں کے ذریعے سے اپنے والد صاحب سے کر دیا....

لیکن انہوں نے اسے پسند نہ کیا اور برا مانا.... لیکن مجھے نئی روشنی کے سوا کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا تھا.... ایسا بھوت سر پر سوار تھا کہ کہاں کا خدا کا خوف اور کہاں کا دین کا شوق، نہ قرآن مجید سے محبت اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے الفت.... ہر طرف سے نفس اور شیطان نے پوری طرح سے رنگ چڑھا دیا اور میں اپنی ضد پر قائم رہا.... ماں باپ کی بات کسی طرح بھی میری عقل میں نہ آئی تھی اور نہ ہی میں ماننے کے لئے تیار تھا.... بہر حال میں نے اپنے والدین کو بار بار اصرار کر کے راضی کر لیا.... وہ میرے اصرار سے راضی ہو گئے....

شاید اس وجہ سے کہ انہیں اندیشہ تھا کہ اگر وہ انکار کر دیں تو شاید میں اپنی من مانی کروں، اس خوف سے انہوں نے ہاں کر دی.... لہٰذا ایک فیشن ایبل، جاہل اور دین سے بے بہرہ لڑکی سے میری شادی ہو گئی.... شادی کو ابھی دو چار مہینے ہوئے تھے کہ والد صاحب کے کارخانے میں ایک گیس کی ٹنکی پھٹ جانے سے انکی دونوں آنکھیں جاتی رہیں.... اسلئے اب وہ کارخانے جانے سے معذور اور بے کار ہو گئے اور کام کے قابل نہ رہے.... اور اب وہ گھر میں ہی رہنے لگے اور انہیں کارخانے کی طرف سے ایک معمولی رقم معذوری الاؤنس کے طور پر ملنے لگی....

میری بیوی کو اسلامی تعلیم و تہذیب سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا.... وہ تو صرف آزاد خیال اور تیز مزاج عورت تھی، وہ کیا جانے کہ اسلام کیا ہے؟ وہ تو پہلے ہی دن سے جاہل

مطلق تھی.... کچھ اس کی سہیلیوں نے اس کے کان بھر دیئے تھے کہ اری دیکھو ساس سسر کی خدمت کرنا تمہارا فرض نہیں، بلکہ ساس سسر تو تمہاری خدمت کے لئے ہیں تم ان سے جو چاہے خدمت لینا.... جو لڑکیاں جاہل گنوار اور بے عقل ہوتی ہیں وہ اپنے ساس سسر کی خدمت کیا کرتی ہیں.... تمہارا کوئی حق وق نہیں ان کی خدمت کرنے کا....

میری حالت

اس وقت میں کسی انگریز سے کم نہ تھا.... میرے دن اور رات، صبح و شام عیش و مزے میں گزرتے تھے.... اب سوائے خواہشات نفسانی کے نشے کے کچھ یاد ہی نہ تھا.... لیکن جب میں نے دیکھا کہ میری یہ محبوبہ بیوی میرے بوڑھے ماں باپ کی خدمت سے نفرت اور پرہیز کرتی ہے تو میں اس پر ناراض ہوا.... لیکن آہستہ آہستہ اس نے مجھ پر جادو کر دیا کہ میں اس کی کسی حرکت پر اظہار ناپسندیدگی نہیں کرتا تھا.... میں اس کی تلخ مزاجی اور ڈانٹ ڈپٹ کو برا نہ جانتا تھا....

خواہ وہ میرے سامنے میرے والدین کو کچھ بھی برا بھلا کہتی رہتی، لیکن میرے کان پر جوں تک نہ رینگتی اور مجھے ذرہ بھر بھی برا معلوم نہ ہوتا تھا.... اب وہ میرے والدین پر آئے دن طرح طرح کے الزامات لگانے لگی.... لیکن کیا کرتا میں اب صرف نفس کا بندہ بن گیا تھا اور روحانی موت مر چکا تھا.... مجھے اس سے اتنی محبت ہو گئی تھی کہ میں اسے کچھ بھی نہ کہتا تھا....

حتیٰ کہ زبان تک نہ اس کے سامنے ہلاتا.... بس ہر وقت اسی کا کلمہ پڑھتا اور اسی کی محبت کے گن گاتا، جو کچھ ہوتا پڑا دیکھتا رہتا.... میرے پیارے والدین نے بے بس اور مجبور ولاچار اور نہایت تنگ آ کر مجھ سے فریاد اور شکایت کی.... میری بدبختی میں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ آپ کو غلط فہمی ہے.... میری بیوی ایسی نہیں ہے.... وہ بڑی عقلمند اور سلیقہ شعار ہے آپ کی عقل ٹھیک نہیں ہے....

روح فرسا واقعہ

ایک روز کی بات ہے کہ والد صاحب رات کو کسی ضرورت سے پانی لینے اٹھے نابینا تو تھے ہی، ایک اسٹول سے ٹکرا گئے اور اسی اسٹول پر دودھ کا برتن رکھا تھا....وہ زمین پر گر گیا اور سارا دودھ زمین پر الٹ گیا....بس پھر کیا تھا، بیگم صاحبہ اٹھیں اور ان کو بہت بری طرح سے للکارا....تمہیں شرم نہیں آتی چوری کرتے ہوئے، چھوٹے منے کا دودھ رکھا ہوا ہے اور چاہتے ہو کہ چپکے سے خود پی لوں، خبردار جو آئندہ ایسی حرکت کی اچھی طرح دودھ پینے کا مزہ چکھا دوں گی....

میری دکھی والدہ بھی جاگ رہی تھیں انہوں نے بڑی نرم آواز سے کہا نہیں بیٹی ایسا نہ کہو یہ تو پانی پینے اٹھے تھے سامنے اسٹول تھا دودھ کا برتن گر گیا....

بیگم صاحبہ نے کہا: چپ رہ بڑھیا لگی باتیں بنانے اور تاویلیں کرنے، مجھے پڑھاتی ہے کچھ تمیز بھی ہے بات کرنیکی.... بڈھی سے بھی نمٹوں گی....دیکھ تو سہی تیری بھی خبر لوں گی.... دور ہو میرے سے....خبردار: آئندہ جو میرے سامنے بڑبڑائی....تیری عقل گھسیا گئی ہے....

لیکن میں نے بیوی کو نہ روکا بلکہ اسے ایک لفظ بھی نہیں کہا کہ یہ تو ان سے کیا کہتی اور کیوں کہتی ہے....اسے ٹوکا تک نہیں تھوڑے دنوں کے بعد ایک دن میرے ماموں آئے اور میرے والد اور والدہ کو اپنے ساتھ لے گئے....بیوی کہیں باہر گئی ہوئی تھی....جب اسے آنے پر پتہ لگا تو اس نے اطمینان کا سانس لیا کہ شکر ہے کہ سر سے بوجھ اترا اور کہا کہ اچھا ہوا کہ روز روز کی کل کل سے نجات ملی....اس واقعے کو تین سال گزر گئے اور ایک بچہ کی پیدائش کے بعد میری بیوی کا انتقال ہو گیا ....بس میرے لئے بہت ہی مصیبت کا سامنا تھا بیوی کا مرنا کیا تھا میری زندگی سنسان ہو گئی اور اکثر میں کھویا کھویا سا رہنے لگا....

میری بے چینی

اب مجھے بڑی بے چینی ہوئی کہ میں اپنے والدین کو کیسے پاؤں؟ میں دوسرے ہی دن اپنے ماموں کے ہاں گیا.... لیکن وہاں پہنچ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی.... جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ والدین کئی مہینوں پہلے گھر جانے کے بہانے یہاں سے روانہ ہو چکے ہیں.... بس اتنا سنتے ہی میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی کہ ہائے بڑھاپے اور نظر کے نہ ہونے کی حالت میں کہاں گئے ہوں گے.... میں فوراً ہی اپنے والد کا فوٹو لے کر (جو کہ کارخانے میں کھینچا گیا تھا) قریب ہی تھانے میں گیا اور فوٹو دے کر رپورٹ لکھوائی اور کئی اخباروں میں بھی فوٹو کے ساتھ خبر چھپوائی اور ادھر ادھر کئی آدمیوں کو روانہ کیا.... اب مجھے رات بھر نیند نہیں آتی تھی اور ہر وقت اسی فکر میں رہتا کہ کسی طرح بھی میرے والدین مل جائیں....

میں نے اللہ سے خوب گڑگڑا کر توبہ کی اور دعائیں کیں کہ الٰہی میرے ماں باپ کو واپس لوٹا دے.... تیسرے روز ایک پولیس والا آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ جس شکل کے ساتھ خبر آپ نے لکھوائی ہے بالکل اس سے ملتی جلتی شکل کا ایک بوڑھا آدمی ایک قبر پر بیٹھا فاتحہ پڑھ رہا تھا.... میں بے چینی کی حالت میں قبرستان پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ میرے چچا تھے. .. میں ان کے قدموں پر گر پڑا اور اپنے والدین کو دریافت کرنے لگا.... چچا نے نظر اٹھائی اور دو سامنے والی قبروں کو مخاطب کر کے پکار کر کہا بھائی اکرم اور بھابھی زبیدہ دیکھو تمہارا لاڈلا افسر آیا ہے (اکرم میرے والد اور زبیدہ میری ماں کا نام تھا) چچا جان کے منہ سے یہ بات سن کر میں اوندھے منہ قبر پر گر پڑا اور پھوٹ پھوٹ کر زار و قطار رونے لگا۔

آج تیری یاد میں روتا ہوں میں زار و قطار ذہن پر چھایا ہوا ہے عمر رفتہ کا غبار
تیری خاک گور آنکھوں سے لگاتا ہوں کبھی آہ بھرتا ہوں کبھی آنسو بہاتا ہوں کبھی

بس اتنا کہہ کر مولانا صاحب خاموش ہوگئے اور میں نے مولانا کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے.... بزرگوں نے سچ کہا ہے کہ انسان سے بعض ایسی غلطیاں ہوجاتی ہیں جو ساری عمر کیلئے افسوس پیدا کرتی ہیں مگر نادم ہونے والوں کیلئے، اللہ کے خوف سے عاری لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے بلکہ اور زیادہ ظالم ہوجاتے ہیں....

بہرحال اس کے بعد مولانا نے بتایا کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل وکرم سے میری آہ وزاری کو قبول فرمایا کہ مجھے اس کے بعد بہت نیک صالحہ بیوی مل گئی جس نے میری زندگی میں عجیب روحانی انقلاب پیدا کردیا آخر میں دعا ہے کہ اللہ پاک ہم سب کو والدین کی نافرمانی سے بچائیں.... آمین (دین ودانش جلد سوم)

ماں کی گستاخی کی سزا

یہ سچا واقعہ پاکستان کے کسی گاؤں کا ہے.... ایک شادی شدہ نوجوان جس کی ماں اور بہو میں ناچاقی رہتی تھی.... ایک دن نوجوان گھر آیا تو بیوی نے ساس کے بارہ میں جلی کٹی سنائیں.... نوجوان طیش میں آگیا اور اپنی ماں کے پاس گیا جو کہ قرآن کریم کی تلاوت کررہی تھی.... اس نالائق نے ماں کو تھپڑ ماردیا اور گھر سے باہر چلا گیا.... ادھر ماں نے دعا کی کہ یا اللہ! اب مجھے موت دیدے اور وہ اسی وقت فوت ہوگئی....

لڑکا گھر آیا تو ماں کی چارپائی نہ اٹھی جب تک کہ اس لڑکے نے ہاتھ نہ لگایا.... اسی طرح غسل کے بعد جنازہ وتدفین کیلئے لے جانے لگے تو جب تک لڑکے نے ہاتھ نہیں لگایا چارپائی نہ اٹھی.... قبر میں اتارنے کیلئے میت کو اٹھانے لگے تو بھی وہ نہ اٹھی جب تک اٹھانے والوں میں لڑکا شامل نہ ہوا.... لڑکے نے جب ماں کو قبر میں لٹا لیا تو اس کے دونوں ہاتھ نعش کے ساتھ چپک گئے.... خود اس نے اور لوگوں نے چھڑوانے کی بڑی کوشش کی لیکن یہ خدائی پکڑ تھی جو آچکی تھی.... زور آزمائی سے ناکامی کے بعد کسی نے مشورہ دیا کہ چھری سے اس کے ہاتھ کاٹ دو تاکہ اسے بھی نجات ملے اور

میت کی تدفین بھی ہو سکے....اس دوران لڑکا بولتا رہا کہ مجھے اپنی ماں کی گستاخی کی سزا ملی ہے....اسی حالت میں کئی دن گزر گئے کہ نہ اس کے ہاتھ نعش سے علیحدہ ہوئے اور نہ میت کی تدفین ہو سکی....دو تین دن تک لڑکے کی آواز بھی بند ہوگئی اور یوں یہ عبرت انگیز واقعہ کئی دن تک لوگوں کیلئے عبرت ونصیحت کا نشان بنا رہا....

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہر قسم کی بے ادبی سے محفوظ رکھے آمین (ماہنامہ محاسن اسلام ملتان)

ماں کو مارنے والے کا قبر میں دھنسنا

ڈاکٹر نور احمد نور اپنے رسالہ قبر کی زندگی میں لکھتے ہیں:.. میرا ایک دوست اپنی بستی میں رشتہ داروں سے ملنے گیا وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ اس بستی میں ایک کسان کے گھر اس کی ماں اور اسکی بیوی کے درمیان ہمیشہ جھگڑا رہتا تھا...کئی دفعہ اس کی بیوی ناراض ہو کر چلی گئی بہت منت سماجت سے وہ اس کو واپس لے آتا تھا...اس کی بیوی نے یہ شرط آخری بار رکھی کہ تو اپنی ماں کو ختم کر دے تو پھر میں تمہارے گھر آؤں گی...اس کسان نے روزانہ کے جھگڑے سے تنگ آ کر آخر کار اپنی ماں کو ختم کرنے کا پروگرام بنالیا...

وہ کسان روزانہ کماد (گنا) کھیت سے کاٹ کر بازار میں بیچا کرتا تھا...ایک دن اپنی ماں کو کھیت میں اس بہانے سے لے گیا کہ وہ کماد کا گٹھہ اس کے سر پر رکھوا دے گی... چنانچہ والدہ کو ساتھ کھڑا کیا اور کماد کاٹنے شروع کر دیئے اور یکدم اپنی کلہاڑی سے ماں کو ختم کرنے کے ارادے سے حملہ کیا تو زمین نے اس کے پاؤں پکڑ لئے...کلہاڑی دور جا پڑی اور اس کی ماں چلاتی ہوئی اپنی جان بچانے کیلئے گاؤں کی طرف بھاگ گئی...

اسی دوران زمین نے آہستہ آہستہ کسان کو نگلنا شروع کر دیا تو کسان نے چلانا شروع کیا...اونچی آواز سے اپنی ماں کو پکارتا اور معافی مانگتا رہا مگر کھیت دور ہونے کی وجہ سے لوگوں تک اس کی آواز بہت دیر کے بعد پہنچی...

جب لوگ وہاں پہنچے تو چھاتی تک زمین اس کو نگل چکی تھی اور اس کا سانس بھی بند

ہو رہا تھا اسی حالت میں آہستہ آہستہ زمین میں دفن ہوتا گیا لوگوں نے اس کو نکالنے کی بہت کوشش کی مگر زمین نے اس کو نہ چھوڑا اور وہیں مر گیا... یہ چند ماہ کا واقعہ اور تحقیق شدہ ہے...

ماں کے نافرمان کی بُری موت

ڈاکٹر نور احمد صاحب اپنے رسالہ قبر کی زندگی میں لکھتے ہیں...

میرے وارڈ میں ایک نوجوان گردے فیل ہو جانے کی وجہ سے مرا... تین دن نزع کی حالت میں رہا.... اتنی بری موت کہ آج تک ایسی موت میں نے پچھلے ۴۰ سال کے عرصے میں نہیں دیکھی... اس کا منہ نیلا ہو جاتا تھا... آنکھیں نکل آتی تھیں اور منہ سے دردناک آوازیں نکلتی تھیں جیسے کوئی اس کا گلا دبا رہا ہو...

مرنے سے ایک دن قبل یہ کیفیت زیادہ ہوگئی... آواز اور زیادہ تیز ہوگئی اور وارڈ سے دوسرے مریض بھاگنے شروع ہو گئے... چنانچہ اس کو وارڈ سے دور ایک کمرے میں منتقل کر دیا گیا تا کہ آواز کم ہو جائے مگر پھر بھی یہ حالت جاری رہی اس کا والد مجھے یہ کہنے کیلئے آیا کہ اس کو زہر کا ٹیکہ لگا دیں تا کہ مر جائے ہم سے ایسی حالت دیکھی نہیں جاتی...

میں نے اس کے والد صاحب سے پوچھا کہ اس نے کیا خاص غلطی کی ہے؟ اس کا والد فوراً بول اٹھا کہ یہ شخص اپنی بیوی کو خوش کرنے کیلئے ماں کو مارا کرتا تھا اور میں اس کو بہت روکا کرتا تھا یہ بری موت اس کا نتیجہ ہے...

ماں کی گستاخی کا انجام

ڈاکٹر نور احمد نور صاحب اپنے رسالہ قبر کی زندگی میں لکھتے ہیں

میرے والد صاحب کے ایک دوست کے متعلق مشہور تھا.... کہ جب اس کی والدہ قریب المرگ تھی.. تو اس نے اس کے ساتھ بدتمیزی کی.... اور وہ بے

چاری اکیلی پڑی رہی.... اور اسی حالت میں مرگئی...

میں اس جستجو میں تھا کہ جو والدین کے ساتھ برا سلوک رکھے اس کا خاتمہ کیسے ہوتا ہے... زندگی کے ایام گزرتے گئے قریباً اس واقعہ سے تیس سال بعد یہ صاحب جو اپنی والدہ کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے تھے بیمار ہوئے اور دستوں کی وجہ سے بہت کمزور ہوگئے...

میرے والد صاحب مجھے ان کے علاج کیلئے لے گئے میں نے دیکھا تو یہ بہت کمزور تھے اور رو رہے تھے میں نے دیکھا تو یہ بہت کمزور تھے اور رو رہے تھے میں نے اس کو غذا بتائی تو رونے لگ گئے اور بتایا کہ اس کے تین لڑکے ہیں مگر اس کی پرواہ نہیں کرتے کئی دنوں سے بیمار پڑا ہوں مگر ایک دفعہ بھی ملنے نہیں آئے...

چنانچہ اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوگئی وہ شخص رات کو تنہائی میں انتقال کر گیا... صبح کے وقت جب محلہ والوں نے دیکھا تو چیونٹیاں اس کو کاٹ رہی تھیں اور وہ خدا کو پیارا ہو چکا تھا... واقعی والدہ سے زیادتی کرنے والے کو اسی دنیا میں سزا مل کر رہتی ہے..

ماں کے ایک نافرمان کا عبرتناک واقعہ

"ضلع ملتان کے ایک گاؤں میں ماں بیٹے کا اکثر بیوی کی وجہ سے گھر میں جھگڑا رہتا تھا ایک دن بیٹا اپنے کام سے شام کے وقت سوا چار بجے جب گھر آیا تو اسکی بیوی نے اپنی ساس کے متعلق شکایت کی کہ آج پھر مجھے آپ کی والدہ نے ناجائز تنگ کیا ہے اور برا بھلا کہا ہے... خاوند نے روز روز کی اس لڑائی کو ختم کرنے کے لئے اپنی بیوی کی بات سننے کے بعد گھر میں جلتے ہوئے چولہے سے جلتی ہوئی لکڑی نکال کر اس سے اپنی ماں کو مارنا شروع کر دیا... شام ساڑھے چار بجے سے پانچ بجے تک بیٹا اپنی ماں کو اس جلتی ہوئی لکڑی سے مارتا رہا... والدہ مار کھاتی رہی اور یہ بددعا دیتی رہی کہ خدا تجھے بھی ایسی ہی جلتی لکڑی کا عذاب دے اور تو بھی ایسے ہی تڑپے جس طرح تو مجھے تڑپا رہا ہے... بددعائیں دیتی ماں فوت ہوگئی... اس وقت سے لے کر اب تک جب شام

ساڑھے چار بجے کا وقت ہوتا ہے تو پانچ بجے شام تک اس کے جسم پر کالے داغ اسی اسی جگہ بن جاتے ہیں جس جس جگہ پر اس بیٹے نے جلتی ہوئی لکڑی اپنی ماں کے جسم پر ماری تھی اور اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ برداشت سے باہر ہو جاتی ہے...

ملتان کے نشتر ہسپتال میں برائے علاج اس کا والد اپنے اس نافرمان بیٹے کو داخل کراتا ہے تو ڈاکٹروں کو سمجھ نہیں آتی کہ یہ بیماری کیا ہے اور اس کا علاج کیا ہے کیونکہ جب ساڑھے چار کا وقت ہوتا ہے تو اس کے جسم پر کالے داغ بننے شروع ہو جاتے ہیں اور شام پانچ بجے تک تکلیف دہ صورت حال کے ساتھ درد قائم رہتا ہے پھر پانچ بجے کے بعد تکلیف دور ہو جاتی ہے اور جسم سے داغ بھی ختم ہو جاتے ہیں یہ سلسلہ چلتا رہا... آخر ایک دن اس بیٹے کے والد نے ڈاکٹروں کو کہا کہ اس کو کوئی زہر کا ٹیکہ لگا کر اس کو موت کی نیند سلا دیں مجھ سے اس کی یہ تکلیف برداشت نہیں ہوتی یہ سزا اس کو اس کی ماں کی بددعا اور نافرمانی کی وجہ سے مل رہی ہے...'' (انمول موتی)

ماں کی نافرمانی کی دنیا میں نقد سزا

ایک بڑے دیندار آدمی تھے... ان کی ایک والدہ تھی جو کہ نہایت نحیف اور مستحق خدمت تھی... یہ صاحب ہر وقت اس کی خدمت میں رہتے اور اسی وجہ سے حج بیت اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت سے بھی رکے رہے چار پانچ برس اسی طرح گزر گئے جب حرمین شریف کی زیارت کا بے حد غلبہ ہوا تو بے بس ہو کر والدہ کی مرضی کے بغیر حج کے سفر کی تیاری کرنے لگے... والدہ نے ہر چند روکا کہ مجھے کسی طرف ہو لینے دو تب جانا مگر وہ یہی کہتے رہے کہ میرا دل کہتا ہے آپ زندہ رہیں گی اور میں بہت جلد واپس آنے کی کوشش کروں گا...

والدہ کے منہ سے بے ساختہ یہ بددعا نکلی کہ یا اللہ! اس میرے بیٹے کو میرا کہنا نہ ماننے کی سزا دنیا میں ہی چکھا دو تا کہ اوروں کو بھی عبرت ہو جائے کہ ماں باپ کی

خدمت اور جائز باتوں میں ان کا کہا ماننا کس درجہ کی اہمیت رکھتا ہے... چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ بزرگ ابھی مکہ معظمہ نہیں پہنچے تھے کہ ایک رات کسی بستی میں ٹھہرے ہوئے تھے اور مسجد میں رات کو نفلیں پڑھ رہے تھے کہ اچانک اس بستی کے ایک گھر میں چوری ہو گئی محلہ والوں کو بھی جاگ آ گئی اور وہ چوروں کے پیچھے بھاگے... چور جب مال کو باہر لے جانے پر قادر نہ ہو سکے تو جان بچانے کے لئے مسجد میں گھس گئے...

اندر دیکھا کہ ایک مسافر نماز پڑھ رہا ہے... چنانچہ انہوں نے چوری کا مال نمازی کے پیچھے رکھ دیا اور خود اپنی جان بچاتے ہوئے مسجد کی دیواریں پھاند کر باہر بھاگ گئے... محلہ کے لوگ جب مسجد میں آئے تو دیکھا کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے پیچھے سارا مال سرقہ بھی پڑا ہوا ہے... لوگوں نے مال اپنے قبضہ میں لے لیا اور اس بزرگ نمازی کو خوب پیٹا اور اس کو معہ اسباب کے حاکم وقت کے پاس لے گئے اور عرض کی کہ یہ نرالی قسم کا چور ہے چوری کر کے مال بھی مسجد میں رکھا اور دھوکہ دہی کے لئے داڑھی بھی رکھی ہوئی ہے اور ساتھ ہی مزید فریب دکھانے کے لئے چوری کر کے مسجد میں نفلیں بھی پڑھ رہا تھا...

حاکم وقت نے کہا کہ چوری کی سزا تو اس کا ہاتھ کاٹنا ہے مگر اس نے چونکہ بہت دھوکا دیا ہے اور چوری کے لئے دینداروں کی وضع قطع بناتے ہوئے دین کو بہت بدنام کیا ہے اس لئے اس کی آنکھیں بھی نکالی جائیں اور ہاتھ کے ساتھ ایک ٹانگ بھی کاٹ دی جائے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو جائے کہ چوری کرنا علیحدہ جرم ہے اور چوری کا مال مسجد میں لے جانا اور دینداروں کی وضع قطع بنا کر لوگوں کو فریب دینا یہ مزید جرم ہے... چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب لوگوں نے اس پر لعن طعن کی تو بزرگ نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں نے چوری نہیں کی اور واقعہ اصل یہ ہے کہ یہ سزا مجھے چوری کی نہیں ملی بلکہ میری بوڑھی ماں کی بددعا لگی ہے... اور پھر شروع والا واقعہ اس نے لوگوں کو کہہ سنایا...

فائدہ: ماں باپ کی نافرمانی ایسا گناہ ہے جس کی سزا آخرت میں تو ملے گی اگر

معاف نہ ہوا بلکہ دنیا ہی میں موت سے پہلے یا موت کے وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے...اوپر والے واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہئے.. بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں لیکن جو شخص ماں باپ کی نافرمانی اور دلآزاری کرے اس کو آخرت سے پہلے دنیا ہی میں طرح طرح کی آفتوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے...(نیک اولاد کیلئے خوشخبریاں)

عبید اللہ بن زیاد کا عبرتناک حشر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کے قاتلوں کے سردار عبید اللہ بن زیاد کا حشر اس زمانہ کے لوگوں نے دیکھ لیا کہ ابراہیم بن اشتر نے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو کاٹ کر ایک مسجد کے صحن میں مولی، گاجر کی طرح ڈھیر لگا دیا....

ترمذی شریف کے اندر حضرت عمارہ بن عمیر سے ایک روایت مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو مسجد کے صحن میں کاٹ کر ڈھیر لگا دیا گیا تو اس منظر کو دیکھنے کے لیے لوگوں کی ایک بھیڑ لگی ہوئی تھی تو میں بھی گیا جس وقت میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد لوگوں میں شور ہوتا رہا اور شور اس بات کا ہو رہا تھا کہ ان سروں میں ایک سانپ گشت کر رہا تھا اور گشت کرتا ہوا عبید اللہ بن زیاد کی ناک میں گھس جاتا تھا تھوڑی دیر اس کی ناک میں ٹھہرنے کے بعد پھر نکل کر غائب ہو جاتا تھا....

پھر تھوڑی دیر بعد آکر اسی کی ناک میں گھستا تھا، میں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر مسلسل دو تین مرتبہ دیکھا ہے....(ترمذی شریف)

جس نے اللہ کے ولی کے ساتھ عداوت کی اس کا یہ حشر دنیا میں بھی لوگوں نے دیکھ لیا ہے اب آخرت میں کیا ہوگا وہ اللہ کو زیادہ معلوم ہے....

انسان کا بندر اور سور بن جانا

صاحب قلیوبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لڑکوں کو (جو کچھ ان کے باپ کھاتے تھے) بتلا دیتے تھے پس لڑکے اپنے باپوں کے پاس آتے تھے اور ان سے وہی کھانا مانگتے تھے جو انہوں نے کھایا تھا...

چنانچہ وہ لوگ لڑکوں سے کہتے تھے کہ تم کو یہ کس نے بتلایا ہے لڑکے کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بتلایا ہے...

یہ سن کر ان لوگوں نے اپنے لڑکوں کو عیسیٰ کے پاس جانے سے روک دیا اور ان کو ایک وسیع مکان میں بند کر دیا....

حضرت عیسیٰ نے ایک مرتبہ ان لوگوں میں سے کسی سے فرمایا کہ تمہارے لڑکے کہاں ہیں کیا وہ اس گھر میں ہیں.... اس آدمی نے کہا کہ اس مکان میں تو صرف بندر اور سور ہیں.....پس حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ وہ ایسے ہی ہوں گے.... ان شاءاللہ تعالیٰ چنانچہ جب اس نے دروازہ کھولا تو ناگاہ کیا دیکھتا ہے کہ وہ بندر اور سور ہیں....

زیاد کا انجام

والی عراق زیاد نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ میں عراق کو دائیں ہاتھ میں لے چکا ہوں...

بایاں ہاتھ خالی ہے (گویا وہ حجاز کے بارے میں تعریض کر رہا تھا کہ اگر آپ حکم دیں تو اس پر بھی حملہ کر کے قبضہ کرلوں) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی...

''الٰہی زیاد کے بائیں ہاتھ سے ہماری کفایت فرما'' نتیجتاً اس کے ہاتھ میں ایک پھوڑا نکلا اور اس نے زیاد کو ہلاک کر دیا...(نحبۃ العرب ص ۳۹)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا دل دکھانے والی عورت کا انجام

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ پر ایک مکار عورت اَروٰی بنت اویس نے یہ جھوٹا دعویٰ کیا کہ انہوں نے زبردستی اس کی کچھ زمین دبالی ہے، اس پر حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے بددعا کی کہ ''الٰہی اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی آنکھیں پھوڑ دے اور اس کو اُسی زمین میں موت دے'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اس بڑھیا کو دیکھا کہ وہ اندھی ہوگئی تھی... دیواروں کو ٹٹول ٹٹول کر چلتی تھی اور کہتی تھی کہ مجھے سعید کی بددعا لے بیٹھی... جس زمین کے متعلق اس نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا اس میں ایک کنواں تھا... ایک دن ایسا ہوا کہ وہ چلتے چلتے اس کنوئیں میں گری اور مرگئی وہ کنواں ہی اس کی قبر بنا... (مشکوٰۃ ص ۵۴۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا دل دکھانے والے شخص کا حال

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہلِ کوفہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی دربارِ فاروقی میں شکایت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلا کر حالات دریافت کیے، تفتیش پر آپ کو سچ اور اُن لوگوں کی شکایت کو غلط پایا... تاہم آپ نے انہیں معزول کر کے ان کی جگہ حضرت عمار بن رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر بنا دیا اور کچھ لوگ حضرت سعد کے ساتھ کوفے روانہ کیے، تاکہ وہ وہاں کے لوگوں سے خود حالات معلوم کریں، چنانچہ سب نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف کی، سوائے ایک شخص ابوسعد واسامہ بن قتادہ کے اس نے حضرت

سعد رضی اللہ عنہ پر تین جھوٹے الزام لگائے وہ یہ کہ: (۱) یہ جہاد کے لئے نہیں نکلتے..
(۲) مالِ غنیمت صحیح تقسیم نہیں کرتے (۳) فیصلے صحیح نہیں کرتے...

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ جھوٹے الزامات سن کر دلی تکلیف ہوئی، آپ نے فرمایا: ''بخدا میں اس شخص کے لئے خدا کے حضور تین چیزوں کی دعا کرتا ہوں، اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے جو مکاری سے شکایتیں سنانے کے لئے کھڑا ہوا ہے تو تو اس کی عمر دراز کر دے، اس کی محتاجی میں اضافہ کر دے، اور اس کو فتنہ و فساد میں مبتلا کر دے...'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اس بددعا کے بعد لوگوں نے اسے دیکھا کہ جب اس سے خیریت دریافت کی جاتی تو وہ بھوڑا پھونس جواب دیتا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، میری عقل ماری گئی ہے اور مجھے سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے...
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت عبدالمالک بن عمیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اس بوڑھے کو اس حال میں دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی آنکھوں کو اس کی دونوں بھوؤں نے بالکل چھپا لیا تھا اور وہ فقر و فاقہ کے ہاتھوں اتنا بے حیا ہو گیا تھا کہ راستہ میں لونڈیوں، باندیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتا تھا... (بخاری شریف ج ا ص ۱۰۴)

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کو ستانے پر خلیفہ منصور عباسی کا انجام

شیخ صفوی (متوفی ۷۶۴ھ) ذکر کرتے ہیں کہ خلیفہ منصور کو یہ اطلاع ملی کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ اس پر حق کو قائم نہ کرنے کی وجہ سے طعن و تشنیع کرتے ہیں جب منصور حج کے لئے گیا اور اُسے یہ معلوم ہوا کہ سفیان رحمہ اللہ مکہ میں ہیں تو اس نے اپنے آگے ایک جماعت کو بھیجا اور ان سے کہا کہ تم جہاں بھی سفیانؒ کو پاؤ پکڑ کر سولی دے دو، چنانچہ انہوں نے مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت سفیانؒ کو سولی دینے کے لئے لکڑی

کھڑی کردی، اس وقت حضرت سفیان ثوریؒ مسجد حرام میں بایں حالت تشریف فرما تھے کہ آپ کا سر حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی گود میں تھا اور پاؤں حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی گود میں، آپ کے بارے میں کسی بھی اندیشہ کے پیش نظر آپ سے کہا گیا کہ آپ ہمارے دشمنوں کو اپنے اوپر قابو پانے کا موقع دے کر خوش نہ کیجئے، یہاں سے اٹھ کر کہیں چھپ جائیے، چنانچہ آپ اُٹھے اور ملتزم کے پاس جا کر ٹھہر گئے اور فرمایا ''کعبہ کے رب کی قسم منصور مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہو سکے گا'' حالانکہ منصور جبل حجون (مکہ مکرمہ کی ایک پہاڑی) کے پاس پہنچ چکا تھا... جب وہ جبل حجون پہنچا.. تو اسکی سواری پھسل گئی اور منصور سواری کی پیٹھ سے گرتے ہی مر گیا.. حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ مسجد حرام سے باہر تشریف لائے اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھی...'' (نفحۃ العرب ص ۴۸)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ستانے کا انجام

''ایک مرتبہ خلیفہ منصور بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ صادق رضی اللہ عنہ کو لاؤ کہ قتل کریں... وزیر نے کہا کہ انہوں نے گوشۂ عبادت اختیار کر رکھی ہے... ملک سے ہاتھ کوتاہ کر لیا ہے اب ان کے قتل سے کیا فائدہ... خلیفہ نے کہا نہیں ان کو ضرور لاؤ... وزیر نے ہر چند ٹالا مگر خلیفہ نے نہ سنا... آخر کار وزیر آپ کے بلانے کو گیا... اس کے جانے کے بعد خلیفہ نے غلاموں سے کہہ دیا کہ جس وقت امام صادق آویں اور میں ٹوپی سر سے اتاروں تم ان کو قتل کر ڈالنا... اسی اثناء میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے ان کو دیکھتے ہی منصور تعظیم کو اٹھ کھڑا ہوا اور مسند پر ان کو بٹھایا اور آپ باادب تمام آگے بیٹھا اور عرض کیا کہ کیا حاجت ہے آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے اپنے پاس نہ بلانا... اور آپ تشریف لے گئے فی الفور خلیفہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کئی وقت یا کئی روز تک ہوش نہ آیا... جب افاقہ ہوا تو وزیر نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہوا ہے... خلیفہ نے جواب دیا کہ جس وقت حضرت امام اندر آئے

ایک اژدہا ان کے ساتھ منہ پھیلائے ہوئے تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر میں نے ان کو کچھ بھی تکلیف دی تو وہ مجھ کو کھا جائے گا... اس خوف سے میں نے عذر کیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا..." (خزینۂ معرفت ص ۴۳ طبع انجمن ارشاد المسلمین)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی گستاخی کا انجام

مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ (م ۱۳۸۱/۱۹۶۲) فرماتے ہیں "ایک روز والد بزرگوار (مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ) کے درسِ بخاری میں ایک طالب علم نے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو پندرہ حدیثیں یاد تھیں مجھے ان سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں، والد صاحب کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا، اس کو حلقۂ درس سے نکال دیا اور مدرسہ سے بھی خارج کر دیا اور بحوائے اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله (مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) فرمایا کہ اس شخص کا خاتمہ دینِ حق پر نہیں ہوگا... ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ معلوم ہوا کہ وہ طالب مرتد ہو گیا ہے... اعاذنا اللہ من سوء الخاتمة"... (سوانح مولانا داؤد غزنوی مرتبہ سید ابوبکر غزنوی ص ۳۸۴)

میر ابراہیم سیالکوٹی مرحوم لکھتے ہیں: "جب میں نے اس مسئلہ کے لئے (یعنی امام صاحب کے خلاف لکھنے کے لئے ناقل) کتبِ متعلقہ الماری سے نکالیں اور حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آ گیا جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا یکا یک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا... گویا ظلمت بعضہا فوق بعض کا نظارہ ہو گیا... معاً خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام صاحب سے بدظنی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کرو... میں نے کلمات استغفار دوہرانے شروع کئے وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور ان کے بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا... اس وقت سے میری حضرت امام

صاحب سے حسن عقیدت اور بڑھ گئی اور میں ان شخصوں سے جن کو حضرت امام صاحب سے حسن عقیدت نہیں ہے کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ منکرین معارج قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتا ہے... افتما رونہ علی مایری میں نے جو کچھ عالم بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سود ہے" (تاریخ اہلِ حدیث مرتبہ میر ابراہیم سیالکوٹی ص ۶۷)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام صاحب کو لوگوں نے بہت تنگ کیا، ایک مرتبہ ان کے مکان پر ایک شخص آیا اور آپ سے کہا کہ میں آپ کی والدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دیکھو بھائی میری والدہ عاقلہ بالغہ ہیں ان پر کسی کو ولایت اجبار حاصل نہیں میں ان سے معلوم کر آؤں اگر وہ اجازت دے دیں گی تو کر دوں گا ورنہ نہیں اس کے بعد آپ اندر تریف لے گئے پھر جو باہر تشریف لائے تو وہ شخص مقتول ملا معلوم ہوا کہ غیب سے ایک تلوار نمودار ہوئی اس نے اس کو قتل کر دیا اس پر امام صاحب نے فرمایا قتلہ صبری یعنی میرے صبر نے اس کو قتل کر دیا..." (ملفوظات فقیہ الامت ص ۶۷، معرفت الٰہیہ ص ۱۵۱)

حضرت مولانا روم رحمہ اللہ کے والد اور بادشاہ کا واقعہ

مولانا روم رحمہ اللہ کے والد اپنے زمانہ کے بڑے پایہ کے بزرگ تھے... ان کی خدمت میں بادشاہِ وقت بھی آتا تھا... جب بادشاہِ وقت نے دیکھا کہ مجلس کا عجیب حال ہے کہ وزیر اعظم بھی وہاں موجود ہیں، اور دوسرے اور تیسرے نمبر کے وزراء بھی وہاں موجود ہیں، اور سلطنت کے بڑے بڑے حکام و سرکردہ لوگ سارے وہاں موجود ہیں... اور دوسری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو بڑے بڑے تاجر بھی وہاں موجود ہیں... اور تیسری طرف دیکھتے ہیں کہ علماء اور صلحاء بھی وہاں بیٹھے ہیں، تو بادشاہ کو حیرت ہوئی کہ میرے دربار میں تو یہ لوگ آتے نہیں ہیں اور ان کے یہاں اس شان اور اتنی

قدر کے ساتھ آ کر بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہر ایک کی صورت سے سراپا محبت اور عظمت ٹپک رہی ہے، اور ان کی بزرگی سب پر چھائی ہوئی ہے... تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد بادشاہ کو بجائے حیرت کے غیرت پیدا ہونا شروع ہوگئی... اور یہ حسد بادشاہ کے ذہن میں بیٹھ گیا کہ ان کے پاس اتنا اقتدار ہے کہ میں باوقار ہوں، میرے پاس اتنا اقتدار نہیں ہے... تو بادشاہ نے یہ تدبیر سوچی کہ انکو مال اور خزانہ میں پھانس دیا جائے...

چنانچہ یہ کہہ کر ان بزرگ کے پاس خانہ کی کنجیاں بھیج دیں، کہ میرے پاس تو اور کچھ رہا نہیں سب آپ کے پاس ہے تو خزانہ کی کنجیاں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہیں... تو رومی رحمہ اللہ کے والد نے کنجیاں یہ کہہ کر واپس کر دیں کہ آج بدھ کا دن ہے اور کل تک مجھے مہلت دیجئے، پرسوں جمعہ ہے میں جمعہ کی نماز پڑھ کر آپ کا شہر چھوڑ کر چلا جاؤں گا... سب چیزیں آپ کو مبارک ہوں... یہ خبر لوگوں کے درمیان میں اُڑ گئی، تو وزیروں کی طرف سے استعفیٰ کا سلسلہ شروع ہوگیا...

ایک وزیر کا استعفیٰ آیا پھر دوسرے کا آیا پھر تیسرے کا آیا کہ جب حضرت یہاں سے جا رہے ہیں تو ہم بھی جا رہے ہیں... شہر کے جو بڑے معزز باوقار لوگ تھے وہ بھی چلے جانے کے لئے تیار ہوگئے... جب بادشاہ نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا کہ اگر یہ سب چلے جائیں گے تو شہر کی جان اور شہر کی روح نکل جائے گی، اور شہر کی جتنی رونق تھی سب ختم ہو جائے گی... اس لئے خود حاضر ہو کر رومی رحمہ اللہ کے والد سے معافی مانگی کہ مجھ سے گستاخی ہوگئی ہے میں معافی چاہتا ہوں، آپ یہاں سے تشریف نہ لے جائیں... یہ سب اس لئے ہوا کہ مولانا روم رحمہ اللہ کے والد محترم نے اپنے نفس پر ہر چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلہ میں قربان کر دیا تھا، اس کے نتیجہ میں اللہ نے ہر چیز کے دل میں ان کی محبت پیدا فرما دی تھی... اور اللہ نے ان کو کامل ولایت عطا فرمائی تھی... (من عادیٰ لی ولیا فقد اذنته بالحرب) کا پورا منظر نظر آ رہا تھا... (مواعظ فقیہ الامت ۹/۷۱)

اہل بیت کے قاتلین کے سردار عبید اللہ بن زیاد کا حشر اس زمانہ کے لوگوں نے دیکھ لیا ہے... ابراہیم ابن اشتر نے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو کاٹ کر ایک مسجد کے صحن میں مولی، گاجر کی طرح ڈھیر لگا دیا... ترمذی شریف کے نادر حضرت عمارہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت مروی ہے... وہ فرماتے ہیں کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اسکے ساتھیوں کے سروں کو مسجد کے صحن میں کاٹ کر ڈھیر لگا دیا گیا تھا تو اس منظر کو دیکھنے کے لئے لوگوں کی ایک بھیڑ لگی ہوئی تھی، تو میں بھی گیا... جس وقت میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد لوگوں میں شور ہوتا رہا... اور شور اس بات کا ہو رہا تھا کہ ان سروں میں ایک سانپ گشت کر رہا تھا، اور گشت کرتا ہوا عبید اللہ بن زیاد کی ناک میں گھس جاتا... پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کی ناک سے باہر آ کر پھر سروں میں گشت کرتا تھا اور گشت کرتا ہوا پھر آ کر عبید اللہ بن زیاد کی ناک میں گھس جاتا تھا... پھر تھوڑی دیر اس کی ناک میں ٹھہرنے کے بعد پھر نکل کر غائب ہو جاتا تھا، پھر تھوڑی دیر بعد آ کر اسی کی ناک میں گھستا تھا میں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر مسلسل دو تین مرتبہ دیکھا ہے... (ترمذی شریف ۲/۱۰۸۲)

جس نے اللہ کے ولی کے ساتھ عداوت کی ہے اس کا یہ حشر دنیا میں بھی لوگوں نے دیکھ لیا ہے... اب آخرت میں کیا ہوگا وہ اللہ کو زیادہ معلوم ہے...

عمارہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عبید اللہ زیاد اور اسکے ساتھیوں کے سروں کو مسجد کے صحن میں تہ بتہ ایک کے ساتھ ایک ملا کر رکھا گیا تو میں بھی وہاں گیا... اس وقت لوگ کہہ رہے تھے آ گیا آ گیا... کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سانپ آیا اور لوگوں کے سروں کے درمیان سے نکل کر عبید اللہ بن زیاد کی ناک میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہرا رہا پھر نکل کر چلا گیا اور نظروں سے غائب ہو گیا، پھر لوگوں نے کہا آ گیا آ گیا... اور آ کر عبید اللہ بن زیاد کی ناک میں گھس گیا... چنانچہ یہ سلسلہ میں نے خود دو تین مرتبہ دیکھا ہے...

ایک پاکدامنہ عورت پر الزام تراشی کا انجام

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹/۱۸۲۲)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے حالات لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''سترہ سال کی عمر میں آپ نے مجلسِ افادہ تعلیم کی ابتدا فرمائی تھی...لوگ یہ نقل کرتے ہیں کہ اسی زمانہ میں مدینہ کی ایک نیک بی بی کی وفات ہوئی جب غسل دینے والی عورت نے اس کو غسل دیا تو اس نیک بخت مردہ عورت کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہا کہ یہ فرج کس قدر زنا کار تھی فوراً اس کا ہاتھ فرج پر ایسا چسپاں ہوا کہ اس کے جدا کرنے کی سب نے کوشش و تدبیر کی مگر فرج سے اس کا ہاتھ جدا نہ ہوا...انجام کار اس مشکل کو علماء اور فقہاء کی خدمت میں پیش کر کے اس کا علاج اور تدبیر دریافت کی سب کے سب اس سے عاجز ہوئے لیکن امام صاحب نے اس راز کی حقیقت کو اپنے ذہن رسا اور کامل فہم سے دریافت کر کے یہ فرمایا کہ اس غسل دینے والی کو حد قذف (یعنی جو سزا جو شریعت نے زنا کی تہمت لگانے والے کے لئے مقرر فرمائی ہے) لگائی جائے آپ کے ارشاد کے مطابق اس کے اسی درے لگائے تو ہاتھ فرج سے فوراً جدا ہو گیا سب کے دلوں میں امام صاحب کی امامت و فراست اسی دن سے راسخ طور سے جاگزیں ہو گئی...'' (بستان المحدثین)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کو ستانے کا انجام

''سلطان قطب الدین مبارک خلجی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ سے بعض بے بنیاد شبہات کی وجہ سے بدظن ہو گیا تھا اور کھلے دربار میں ان کے متعلق نامناسب الفاظ استعمال کیا کرتا تھا اور آپ کو ایذا پہنچانے کے موقع کی تلاش میں رہنے لگا تھا دہلی میں اس نے ایک جامع مسجد تعمیر کروائی جب وہ بن کر تیار ہو گئی تو اس نے

علماء ومشائخ کو حکم بھیجا کہ پہلے جمعہ کو اسی مسجد میں نماز ادا کریں... یہ حکم جب حضرت خواجہ کو سنایا گیا تو آپ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ

''ہمارے قریب ہی مسجد ہے اس کا ہم پر زیادہ حق ہے ہم اسی جگہ نماز پڑھیں گے'' دربار کی ایک پرانی رسم تھی کہ تمام ائمہ ومشائخ اور صدور واکابر نئے چاند کی مبارکباد دینے کے لئے قصر شاہی میں جمع ہوتے تھے... حضرت شیخ اس موقعہ پر خود نہیں جاتے تھے بلکہ اپنے خادم خاص خواجہ اقبال کو بھیج دیا کرتے تھے... سلاطین دہلی نے شیخ کے مرتبہ اوران کی روحانی عظمت کے پیش نظر اس چیز پر کبھی اعتراض نہیں کیا تھا لیکن بعض درباریوں نے مبارک خلجی کو بھڑکایا اور اسے یہ خیال پیدا کرادیا کہ سلطان کے دربار میں کسی نمائندے کو بھیجنا سلطان کی توہین وتحقیر کے مترادف ہے... سلطان نے غصہ میں آکر حکم دیا کہ اگر آئندہ ماہ مبارکباد کے لئے شیخ خود نہیں آئیں گے تو ہم جس طرح بلوایا کرتے ہیں بلوالیں گے...

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ نے جب سلطان کی یہ بات سنی تو کوئی جواب نہیں دیا بلکہ خاموشی کے ساتھ اپنی والدہ کے مزار پر تشریف لے گئے اوران کی روح سے مخاطب ہوکر کہا کہ ''اگر اگلے مہینے کی پہلی تاریخ تک بادشاہ کا کام تمام نہیں ہوا تو میں آپ کے مزار کی زیارت کو نہیں آؤں گا...'' جس دن رات کو چاند دکھائی دینے والا تھا اس دن ظہر کے وقت خواجہ اقبال نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ اگر آپ بادشاہ سے ملاقات کے لئے تشریف لے جائیں تو سواری کا انتظام کیا جائے... شیخ نے فرمایا چپ رہو اور کسی دوسرے کام مں مشغول رہو... غرض اسی طرح وقت گزرتا گیا اور حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کو نہ سلطان کے پاس جانا تھا اور نہ گئے تذکرہ نویسوں اور مؤرخوں کا بیان ہے کہ اسی رات کو جس رات چاند دکھائی دینا تھا، سلطان قطب الدین خلجی کے محبوب غلام خسرو خان نے اس کا سرکاٹ کر قصر ہزار ستون کے نیچے ڈال دیا...'' (سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات)

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے والد کی گستاخی کرنیوالی عورت کا انجام

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ (م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء)

تحریر فرماتے ہیں: ”حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ نے اپنے مکاتیب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ (حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کے والد) شیخ عبدالاحد رحمہ اللہ کی شان میں کسی عورت نے گستاخی کی، انہوں نے صبر و سکوت فرمایا۔۔اتنے میں دیکھا کہ غیرتِ الٰہی جوشِ انتقام میں ہے شیخ نے فوراً ایک شخص سے جو اس وقت موجود تھا کہا کہ اس عورت کے ایک تھپڑ مارے، اس کو تردد ہوا ادھر وہ عورت گر کر مر گئی۔۔“ (الاعتدال فی مراتب الرجال ص ۲۰)

حجۃ الاسلام حضرۃ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے تمسخر و استہزاء کا انجام

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ (م ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء)

تحریر فرماتے ہیں: ”اس سلسلہ میں مجھ تک جو واقعہ پہنچا ہے وہ عرض کرتا ہوں، مجھ سے حکیم بنیاد علی صاحب مرحوم ساکن لاوڑ ضلع میرٹھ نے بیان کیا اور انہوں نے یہ واقعہ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ ساکن پھلاودہ ضلع میرٹھ سے سنا جو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے مخصوص تلامذہ میں ایک زبردست عالم تھے۔۔۔۔۔حضرت مولانا عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت نانوتوی رحمہ اللہ مباحثہ شاہجہاں پور کے لئے روانہ ہوئے تو شاہجہاں پور کے قریب کسی گاؤں کے چند غریب سنیوں نے (جو مقامی شیعوں کے اثرات میں دبے ہوئے بے بس تھے۔۔۔ کیونکہ زمینداری شیعوں ہی کا تھا) حضرت کو لکھا کہ جاتے یا آتے حضرت والا اس گاؤں کو اپنے قدوم سے

عزت بخشیں اور ہمیں کچھ پند و نصیحت فرمادیں... تاکہ ہمارے لئے صلاح و فلاح اور تقویہ کا باعث ہو... حضرت والا نے بخوشدلی ان کی دعوت منظور فرمالی... جیسا کہ غرباء کی دعوت و پیشکش و بطوع و رغبت قبول فرمانے کی عادت تھی... اور جاتے یا آتے ہوئے اس گاؤں میں اترے... شیعوں میں اس سے کھلبلی مچی...

فکر یہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ان کے وعظ کا اثر شیعوں پر ہو جائے اور شیعہ دباؤ کی تنظیم ٹوٹ جائے تو انہوں نے متوقع اثرات کی کاٹ کے لئے لکھنؤ سے چار شیعہ مجتہد تاریخ مقررہ پر بلائے اور پروگرام یہ طے پایا کہ مجلس وعظ میں چاروں کونوں پر یہ چاروں مجتہد بیٹھ جائیں اور چالیس اعتراضات منتخب کر کے دس دس اعتراض چاروں پر بانٹ دیئے گئے کہ اثنائے وعظ میں اس طرح کئے جائیں کہ اول فلاں سمت کا مجتہد دس اعتراض کرے اس سے حضرت نمٹیں تو دوسرے کونہ کا اور پھر اسی طرح تیسرے اور چوتھے کونہ کا... اور اس طرح وعظ نہ ہونے دیا جائے... ان ہی اعتراض و جواب میں مبتلا کر کے وقت ختم کرایا جائے... اب غیبی مدد اور حضرت والا کی کرامت کا حال سنئے کہ حضرت نے وعظ شروع فرمایا جس میں گاؤں کی تمام شیعہ برادری بھی جمع تھی اور وہ وعظ اسی ترتیب سے اعتراضوں کے جواب پر مشتمل شروع ہوا جس ترتیب سے اعتراضات لے کر مجتہدین بیٹھے تھے... گویا ترتیب کے مطابق جب کوئی مجتہد اعتراض کرنے کے لئے گردن اٹھاتا تو حضرت اسی اعتراض کو خود نقل کر کے جواب دینا شروع فرماتے... یہاں تک کہ وعظ پورے سکون کے ساتھ پورا ہو گیا اور شیعوں کے ان مقررہ شبہات کے مکمل حل سے گاؤں کے شیعہ اس قدر مطمئن اور منشرح ہوئے کہ اکثریت نے توبہ کر لی اور سنی ہو گئے...

مجتہدین اور مقامی شیعہ چودھریوں کو اس میں اپنی انتہائی سبکی اور خفت محسوس ہوئی تو انہوں نے حرکت مذبوحی کے طور پر اس شرمندگی کو مٹانے اور حضرت والا کے اثرات کا ازالہ کرنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ ایک نوجوان لڑکے کا فرضی جنازہ بنایا اور

حضرت سے آ کر عرض کیا کہ حضرت نماز جنازہ آپ پڑھا دیں... پروگرام یہ تھا کہ جب حضرت دو تکبیریں کہہ لیں تو صاحبِ جنازہ ایک دم اٹھ کھڑا ہو، اور اس پر حضرت کے ساتھ استہزاء و تمسخر کیا جائے... حضرت والا نے معذرت فرمائی کہ آپ لوگ شیعہ ہیں اور میں سنی... اصولِ نماز الگ الگ ہیں...

آپ کے جنازہ کی نماز مجھ سے پڑھوانے میں جائز کب ہوگی؟ شیعوں نے کہا کہ حضرت بزرگ ہر قوم کا بزرگ ہی ہوتا ہے آپ تو نماز پڑھا ہی دیں... حضرت نے ان کے اصرار پر منظور فرمالیا... اور جنازہ پر پہنچ گئے... مجمع تھا... حضرت ایک طرف کھڑے ہوئے تھے کہ چہرہ پر غصہ کے آثار دیکھے گئے... آنکھیں سرخ تھیں اور انقباض چہرہ سے ظاہر تھا... نماز کے لئے عرض کیا گیا تو آگے بڑھے اور نماز شروع کی... دو تکبیریں کہنے پر جب طے شدہ منصوبے کے مطابق جنازہ میں حرکت نہ ہوئی تو پیچھے سے سی نے "ہونھ" کے ساتھ صاحبِ جنازہ کو اٹھ کھڑے ہونے کی سسکاری دی... مگر وہ نہ اٹھا... حضرت نے تکبیراتِ اربعہ پوری کر کے اسی غصہ کے لہجہ میں فرمایا کہ "اب یہ قیامت کی صبح سے پہلے نہیں اٹھ سکتا..." دیکھا گیا تو مردہ تھا... شیعوں میں رونا پیٹنا پڑ گیا، اور بجائے حضرت والا کی سبکی کے خود ان کی سبکی اور سبکی ہی نہیں سب کی موت آ گئی... اسی کرامت کو دیکھ کر باقی ماندہ شیعوں میں سے بھی بہت سے تائب ہو کر سنی ہو گئے..." (سوانح قاسمی ج دوم ص ۷۰)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسینؒ احمد مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ گستاخی کرنیوالوں کا انجام

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں...

"ایک مرتبہ بہاولپور سے حضرت کے یہاں حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب تشریف لائے وہ حضرت سے عرض کر رہے ہیں کہ حضرت! امرتسر کے ایک صاحب

مجھے اپنا بیتا واقعہ سنا رہے تھے کہ ہم نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ جو گستاخیاں کی ہیں ان کی سزا دنیا ہی میں مل گئی کہ جس طرح ہم نے حضرت کے ساتھ ننگا ناچ ناچا تھا ہماری بہو بیٹیوں کو ہمارے سامنے بالکل برہنہ کر کے سر بازار نچایا گیا ہائے افسوس اگر اللہ تعالیٰ میرے پردے دیتا تو اڑ کر جاتا اور حضرت مدنی رحمہ اللہ سے معافی طلب کرتا (حضرت نے اس واقعہ کو سنا اور افسوس کیا اور معاف کر دیا) (از دامانی صاحب)

آج بھی ایک بستی میں ایک صاحب حیات ہیں، یہ صاحب حضرت رحمہ اللہ کو ایسی سڑی سڑی گالیاں دیا کرتے تھے کہ دل لرزنے لگتا تھا، قدرت نے ان سے انتقام لیا کہ اب سے ایک سال پیشتر ان کے چہرے پر آبلے ایسے پڑے کہ تمام منہ سوج گیا اور بالکل توے کی مانند سیاہ ہو گیا، آج بھی یہ صاحب باوجود طبیب ہونے کے اپنے سیاہ چہرے کو عبرت کا منظر بنائے ہوئے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ مجھے مولانا مدنیؒ کو گالیاں دینے کی سزا ملی ہے۔۔ "فاعتبرو ایا اولی الابصار" (انفاسِ قدسیہ ص ۸۷)

دُرود شریف حذف کرنے کا وبال

نمیری نے کہا کہ میں نے ابو جعفر احمد بن علی المقری سے سنا کہہ رہے تھے کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ حضرت ابو عمر بن عبد البر کی کتاب التمہید کا ایک نسخہ میں نے دیکھا جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک پر دُرود شریف حذف کیا گیا تھا... جب اس کو فروخت کیا تو بڑا نقصان ہوا اور بڑا خسارہ اٹھانا پڑا... اگرچہ ان کی وفات کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے نشان کو نہیں اٹھایا اور وہ دُرود شریف کا علم بہت اچھی طرح جانتے تھے... صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيماً كَثِيرًا (القول البدیع ص ۲۵۷)

نمیری نے اپنے والد سے روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ علماء کرام میں سے ایک شخص نے کتاب ''الموطا'' کا ایک نسخہ اپنے ہاتھ سے بہت ہی اچھا لکھا... اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف حذف کر کے اس کی جگہ ''ص'' لکھا اور

بعض رؤساء نے اس کا قصد کیا کہ جو کتاب کو مختصر کرنے کی رغبت رکھتے تھے تا کہ نسخہ سستا خرید اجاسکے، لیکن جب کتاب اس کے پاس آئی تو انہوں نے تمام اختصار شدہ مواقع کو اچھی طرح ٹھیک کر دیا، لہٰذا ان کو اس پر بڑی بخشش دینے کا ارادہ کیا گیا، اس کے بعد جب وہ عالم (جنہوں نے اس طرح مؤطا لکھی تھی) ان کے اس فعل پر متنبہ ہوئے تو انہوں نے اپنی اس ترتیب کو بدل دیا اور اس طرح مختصر درُود شریف کی جگہ ''ص'' لکھنے کو حرام قرار دیا اور اس کوتاہی کو درست کیا... وہ ہمیشہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ واقعتاً درُود شریف کا حذف کرنا بہت ہی بڑا نقصان ہے...

ہم سوال کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سے کہ تمام مسلمانوں کو عموماً اور اہل قلم حضرات کو خصوصاً، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود شریف پڑھنے اور لکھنے کی توفیق عطا فرمائے... جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک آئے خواہ وہ خط وکتابت میں ہو یا کسی نقطہ شناسی میں...

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْرًا کَثِیْراً کَثِیْرًا... اٰمِیْن (برکات درود شریف)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج مورخہ 05 ربیع الاول ۱۴۳۶ھ بمطابق 28 دسمبر 2014ء کو اس کتاب کی ترتیب وتالیف کا کام مکمل ہوا۔ الحمد للہ حمداً کثیراً اللہ تعالیٰ سے راقم الحروف مرتب اور جملہ اراکین ادارہ کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے اور ہم سب کو آخرت کی فکر اور تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

والسلام

راقم الحروف

محمد اسحٰق غفرلہ (مرتب کتاب ہذا)

نیک صحبت کیسے رنگ لاتی ہے

حضرت مرشدی نواب عشرت علی خان قیصر رحمہ اللہ تعالیٰ کے پھوپھا نواب جمشید علی خان رحمہ اللہ اگرچہ بہت بڑے نواب تھے.... لیکن حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی صحبت و تعلق کی برکت سے ایسی سلامتی آئی.. ان کے تین واقعے ادب و احترام کے ملاحظہ ہوں...

پہلا واقعہ

حضرت نواب عشرت علی خان قیصر رحمہ اللہ نے سنایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد حضرت کے گھر والوں کی طرف سے تبرکات تقسیم ہوئے تو نواب جمشید علی خان صاحب نے درخواست کی کہ مجھے حضرت کے موزے دے دیئے جائیں تو یہ میرے لئے بڑی سعادت ہوگی۔ پھر آپ نے ان موزوں سے ٹوپی سلوائی اور وہ خاص تہجد کے وقت برکت کیلئے پہنتے تھے کہ یہ میرے شیخ کے موزوں سے بنائی گئی ہے۔

دوسرا واقعہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ایام مرض میں مشورہ ہوا کہ حضرت کے آنے جانے کیلئے وہیل چیئر کی طرح سواری بنادی جائے جس پر آپ تشریف فرما ہوکر آنے جانے میں آسانی ہو... نواب جمشید علی خان رحمہ اللہ نے یہ خدمت درخواست کر کے اپنے ذمہ لی...اور بنوا کر جب آئے ... حضرت اس پر تشریف فرما ہوئے تو درخواست کی کہ میں اس کو خود کھینچ کر لے چلوں گا...

اللہ اللہ کیسا ادب و احترام اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا...لیکن حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کو کھینچ کر تو میرا خادم ہی لے جائے گا...اگر آپ کو بہت ہی اشتیاق ہے...تو آپ خادم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ساتھ چلئے۔

تیسرا واقعہ

مولانا عبدالماجد دریابادی اپنی تالیف ''معاصرین'' میں لکھتے ہیں

کوئی درویش نہیں، کوئی عالم فاضل نہیں، انگریزی تعلیم یافتہ اور سوٹ پوش نام، نواب جمشید علی خان باغ پت ضلع میرٹھ کے رئیس مسلمانوں کے ہر کام میں پیش پیش، قائداعظم کے قریبی ساتھی سٹیٹ حج کمیٹی کے صدر غالباً سنی وقف بورڈ کے بھی صدر صوبائی اسمبلی کے بھی ممبر، ادھیڑ عمر کے ہو چکے تھے، لیکن ماں کے اب تک تابعدار، اپنے کو ماں کا محکوم اور خدمت گزار بنائے ہوئے تھے، جیسا کہ کبھی بچپن میں واقعی ان کے محتاج تھے، ماں سے زبان لڑانا الگ رہا، الٹا ان کے آگے سر جھکائے ہوئے، ان کے اشاروں کو اپنے حق میں فرمان سمجھے ہوئے، اپنے کپڑوں کی ضرورت ہوتی تو ان ہی سے فرمائش کرتے، جیسے بچپن میں کبھی کرتے رہتے تھے، اور جب ان کا حکم ہو جائے جبھی کپڑے بناتے تھے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ماں کبھی ناخوش ہوتیں، تو مار تک بیٹھتیں، اور یہ اسی طرح چپ چاپ مار کھا لیتے، جیسے بچپن میں کبھی مار کھا لیتے تھے، جواب دینا اور مقابلہ کرنا تو الگ رہا، معصومیت سے سر جھکاتے، 35 اور 40 کی عمر میں بھی اسی طرح مار کھا لیتے... جس طرح کبھی 5 یا 6 سال کی عمر میں کھائی ہو... ایسی کوئی مثال اس بیسویں صدی میں موجود ہونے کا یقین ہی نہیں آتا تھا اور جب یقین آ گیا تو دل نے بے تامل فتویٰ دے دیا کہ ایسے شخص کے جنتی ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے... اس ارشاد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اپنا ایمان العین ثابت کر دیا

''کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے''

دوسری لغزشیں، کمزوریاں، خطائیں، سب اس ام الحسنات کے طفیل ہیں، عجب نہیں کہ معاف ہو جائیں اور ان شاء اللہ اپنی ماں کا تابعدار جنت میں دندناتا ہوا جائے گا۔

دوران مطالعہ اگر کوئی غلطی آپ کی نظر سے گزری ہو تو ذیل کے چارٹ میں تحریر کر کے ادارہ کے ایڈریس پر روانہ فرمادیں آپ کی یہ کاوش صدقہ جاریہ ثابت ہوگی۔

صفحہ نمبر	سطر نمبر	وضاحت

آپ کا ذاتی ایڈریس...

مطالعہ کی جانیوالی کتاب کا نام...

آپ کا رابطہ نمبر فون/موبائل...

اصلاح معاشرہ کیلئے علم وعمل کی روشنی پھیلانے میں ہمارے معاون بننے ہمت کیجئے... اپنی نیک دعاؤں اور مفید مشوروں کے ذریعے ادارہ سے تعاون کیجئے

صرف فون کیجئے اور گھر بیٹھے تمام دینی کتب بذریعہ ڈاک حاصل کیجئے

خط کتابت کے لئے ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان

(061) 4540513 4519240 0322-6180738

Email:taleefat@mul.wol.net.pk Ishaq90@hotmail.com
info@mahasineislam.com www.mahasineislam.com

گھر بھر کی اصلاح کی ضامن مفید عام کتب
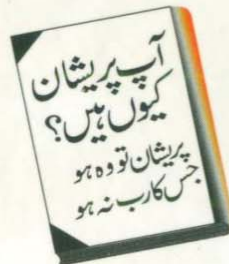
مزاجِ نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام

عفوو درگزر، صبر وتحمل کے واقعات کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج مبارک کی عکاسی، دشمنوں کی طرف سے ایذاؤں کے جواب میں عفوو کرم اور جود وسخا کا معاملہ امت کو مزاج نبوی اپنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ دور حاضر کے شرور وفتن اور باہمی ناچاقی کے ماحول میں یہ کتاب ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے قابل مطالعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی
آہ وزاری
کے پُراثر واقعات

اولاد کی اسلامی تربیت...وقت کی اہم ضرورت

اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جس کی قدر دانی یہی ہے کہ ان کی اسلامی خطوط پر علمی، عملی اور نظریاتی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا جائے۔ والدین جس قدر اولاد کی تعلیم پر توجہ دیتے ہیں...اس سے زیادہ ان کی اسلامی تربیت اہم ہے کہ تعلیمی کمی کا تدارک ساری زندگی ہوسکتا ہے لیکن تربیت کا زمانہ جو کہ بچپن ہے وہ گزر جائے تو پھر کف افسوس ملنے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا...

دُنیا کے اے مُسافر!

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری...مرنے سے پہلے موت کی تیاری .... جیسے ...فکر انگیز ...اور اصلاح افروز عنوانات پر نہایت موثر واقعات ومضامین ....جو ہر غافل کو ہوشیار کردے.....اور دُنیا کے مقابلہ میں آخرت کو ترجیح دینے پر آمادہ کردے۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے......یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

آپ پریشان
کیوں ہیں؟
پریشان تو وہ ہو
جس کا رب نہ ہو

حکمت ونصیحت
کے حیرت انگیز
واقعات

طہارت ونماز کے جدید 1500 مسائل کا انسائیکلوپیڈیا

طہارت ونماز کے متعلق کتنے ایسے مسائل ہیں جن کا علم نہ ہونے کی وجہ سے ہم اپنی نمازیں ضائع کر بیٹھتے ہیں...طہارت ونماز کے متعلق عام فہم اور آسان....ہر مسئلہ مستند فقہی کتب کے حوالوں سے مزین ہے...طہارت ونماز کے ضروری مسائل کا جاننا ہر بالغ مرد وعورت پر فرض ہے...

اس فرض کی ادائیگی میں یہ کتاب بہترین معاون اور قابل مطالعہ ہے

تقریباً 250
نصیحتیں وصیتیں
مع
وصیت فارم

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ مُلتان پاکستان
0322-6180738, 061-4519240